

• چوراسی ویں رات

جب چوراسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ بڑھیا نے تیرے والد سے کہا کہ امام شافعی کا قول ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگ میرے اس علم سے فائدہ اٹھائیں بشرطیکہ اس میں سے کچھ میری طرف منسوب نہ کیا جائے۔ انہیں کا قول ہے کہ جب کبھی میں نے کسی شخص سے مناظرہ کیا تو میں نے ہمیشہ خدا سے یہی چاہا کہ وہ اسے سچائی کی طرف ہدایت کرے۔ اور سچائی کے اظہار میں اس کا معین و مددگار ہو، اور جب کبھی میں نے کسی سے مناظرہ کیا تو وہ محض سچائی کے اظہار کے لیے کیا اور اس بات کی پروا نہ کی کہ وہ سچائی خدا میری زبان سے ظاہر کراتا ہے یا اس کی زبان سے۔ انہیں کا قول ہے، خدا ان سے راضی رہے! کہ اگر تجھے اپنے علم پر مغرور ہو جانے کا ڈر ہے تو یہ سوچ لیا کر کہ تو کس کی رضا کا طالب ہے اور تجھے کن نعمتوں کی خواہش ہے اور کس عذاب سے ڈر ہے۔ جب ابو حنیفہ سے کہا گیا کہ امیر المومنین ابو جعفر المنصور نے آپ کو قاضی بنایا ہے اور دس ہزار درہم تنخواہ مقرر کی ہے تو انہوں نے منظور نہ کیا۔ جس روز ان کو یہ خیال ہوا کہ آج درہم آئیں گے اور اس روز وہ صبح کی نماز پڑھ کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور بات چیت کرنا بند کر دیا جب امیر المومنین کا فرستادہ درہم لے کر آیا اور ان سے گفتگو کرنی چاہی تو انہوں نے کوئی بات نہ کی۔ خلیفہ کے فرستادہ نے کہا کہ یہ مال حلال ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ میرے لیے حلال ہے مگر مجھے اس سے کراہت آتی ہے کہ میرے دل میں جابروں کی محبت بیٹھ جائے۔ فرستادہ نے کہا کہ تو ان کے پاس جا مگر ان کی محبت سے بچتا رہ۔ انہوں نے جواب دیا کہ کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میں سمندر کے اندر گھسوں اور میرے کپڑے نہ بھگیں۔

شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کلام ہے ”اے نفس“ اگر تو میری بات مانے تو ہمیشہ باعزت اور غنی رہے گا۔ لالچ اور امیدیں چھوڑ دے کیونکہ بہت سی امیدیں ایسی ہیں کہ موت کا منہ دکھاتی ہیں ”سفیان ثوری نے ایک بار علی بن الحسن اسطمی کو یہ وصیت کی کہ ہمیشہ سچ بول اور جھوٹ اور خیانت اور بیا اور غرور سے کنارہ کش رہ کیونکہ خدا نیک کام کو گرا کر ان خصلتوں میں مہل کر دیتا ہے۔ قرضہ اسی سے لے جو شفقت کے ساتھ قرضہ دے۔ اپنا جلیس اسی کو بنا جو تجھے دنیا سے کنارہ کشی سکھائے۔ موت کی یاد اور استغفار اکثر کیا کر اور اپنی آئندہ زندگی کے لیے خدا سے سلامتی طلب کر۔ اگر کوئی مومن تجھ سے دین کے معاملے میں سوال کرے تو اسے نیک مشورے دے۔ مومن کے ساتھ خیانت مت کر کیونکہ جو شخص مومن کے ساتھ خیانت کرتا ہے تو وہ گویا خدا اور رسول کے ساتھ خیانت کرتا ہے۔ دشمنی اور جھگڑے سے بچتا رہ جس چیز میں تجھے شک ہو، اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر، جس میں شک نہ ہو تاکہ تو محفوظ رہے۔ نیک کا کرنے کام حکم دے اور برے کام سے منع کر تاکہ تو خدا کا محبوب ہو جائے۔ اپنے باطن کو اچھا بنا تو خدا تیرے ظاہر کو اچھا بنائے گا۔ جو شخص تجھ سے توڑنا چاہے اس سے جوڑ اور جو تجھ پر ظلم کرے، اسے معاف کر تاکہ تو نبیوں کا رفیق بنے۔ ظاہر اور باطن میں اپنے تمام کام خدا کے سپرد کر۔ خدا سے اس طرح ڈر کہ گویا تو مر چکا ہے اور قبر سے اٹھا ہے اور حشر کی طرف جا رہا ہے اور خدا کے سامنے کھڑا ہے۔ یہ یاد کیا کر کہ تجھے دو گھروں میں سے ایک میں جانا ہے: یا عالی شان جنت میں یا جلتی ہوئی دونخ میں۔

یہ کہہ کر بڑھیا کنیزوں کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ جب تیرے مرحوم والد نے ان کی باتیں سنیں تو اسے یقین آ گیا کہ زمانے میں ان سے بڑھ کر نہیں اور اس نے ان کے حسن و جمال پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ وہ بہت زیادہ ادب والیاں ہیں تو اس نے انہیں اپنے پاس جگہ دی اور بڑھیا کا بہت احترام کیا اور اس کے اور اس کی کنیزوں

کے رہنے کے لیے وہ محل دیا جس میں روم کے بادشاہ کی بیٹی اور شہزادی اور ابرینہ اتری تھی اور ان کے لیے بہتر سے بہتر چیزیں جن کی انہیں ضرورت تھی مہیا کیں۔ کنیزیں اور بڑھیا وہاں دس دن تک ٹھہریں اور جب وہ اس محل میں جاتا تو بڑھیا کو رات میں نماز پڑھتے اور دن میں رونہ رکھتے دیکھتا۔ اس کی وجہ سے بادشاہ کے دل میں اس کی محبت بڑھ گئی اور مجھ سے کہنے لگا کہ اے وزیر! اس بڑھیا کا شمار صالحہ عورتوں میں ہے اور اس کی ہیبت میرے دل میں سما گئی ہے۔ گیارہویں دن اس نے اس سے کنیزوں کی قیمت ادا کرنے کے بارے میں گفتگو کی۔ بڑھیا نے کہا کہ اے بادشاہ! ان کنیزوں کی قیمت انسانوں کے لین دین سے بالاتر ہے کیونکہ ان کے عوض نہ میں سونا مانگتی ہوں اور نہ چاندی اور نہ جواہرات! خواہ کم ہوں یا زیادہ۔

جب تیرے باپ نے اس کی باتیں سنیں تو اسے تعجب ہوا اور وہ کہنے لگا کہ اے آقا! آخر پھر ان کی قیمت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں ان کو تیرے ہاتھ محض ایک مہینے کے روزے کے بدلے دے سکتی ہوں اور اس طرح سے کہ تو دن میں روزے رکھے اور رات کو نمازیں پڑھے محض فی سبیل اللہ۔ اگر تو نے یہ شرط پوری کی تو وہ تیرے محل میں تیری ملکیت ہیں! جو چاہے ان کے ساتھ کر۔ بادشاہ کو اس کی اس انتہائی نیکی اور نہد اور پرہیزگاری پر تعجب ہوا اور اس کی قدر اس کے دل میں بڑھ گئی اور وہ کہنے لگا کہ خدا اس صالحہ عورت کے طفیل میں ہمیں فائدہ پہنچائے اور اس بات پر رضا مند ہو گیا کہ بڑھیا کی شرط کے موافق ایک مہینے کے روزے رکھے۔ بڑھیا نے اس سے کہا کہ اور میں بہت سی دعائیں دے کر تیری مددگار بنوں گی! ایک پانی کا کونہ منگوا۔ اس نے کونہ منگوا یا اور بڑھیا نے اس سے لے کر اس پر کچھ جادو کے الفاظ پڑھے اور تھوڑی دیر تک بیٹھی کچھ پڑھتی رہی جو ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا اور نہ کبھی ہم نے سنا تھا۔ اس کے بعد اس نے کوزے کو ایک کپڑے سے ڈھانک کر اس پر مر لگا دی اور تیرے والد کو دے دیا اور کہا کہ جب تو اول دس روزے رکھ چکے تو

گیارہویں شام کو اس چیز سے افطار کیجیو جو اس کوزے میں ہے، اس کا اثر یہ ہو گا کہ تیرے دل سے اس دنیا کی محبت نکل جائے گی اور اس میں نور ایمان بھر جائے گا۔ کل میں یہاں سے جا کر غیب کے آدمیوں سے ملوں گی جو میرے ساتھی ہیں، کیونکہ میں ان سے ملنے کی مشتاق ہوں۔ جب دس روز اور گزر جائیں گے تو میں واپس آؤں گی۔ اس کے بعد تیرے والد نے وہ کونہ لیا اور وہاں سے اٹھ کر محل میں گوشہ نشین ہو گیا اور کونہ اپنے ساتھ رکھ لیا اور خلوت خانے کی کنجی اپنی جیب میں رکھ لی۔ جب دوسرا دن ہوا تو بادشاہ نے رونہ رکھا اور بڑھیا چلتی ہوئی اور شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی، جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• پچاسی ویں رات

جب پچاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ دوسرے دن بادشاہ نے روزہ رکھا اور بڑھیا چلتی ہوئی۔ جب وہ دس روزے رکھ چکا تو اس نے گیارہویں دن کوزے کو کھول کر پیا اور اپنے دل میں ایک نہایت خوشگوار اثر محسوس کیا۔ مہینے کے دوسرے عشرے میں بڑھیا لوٹی اور ایک دونے میں جو درخت کے پتوں سے مشابہ نہ تھے کچھ مٹھائی لائی اور تیرے باپ کے پاس جا کر سلام کیا۔ جب بادشاہ نے اسے دیکھا تو وہ سرودھ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ مرحبا اے صالحہ عورت۔ اس نے کہا کہ اے بادشاہ غیب کے مردوں نے تجھے سلام کہا ہے کیونکہ میں نے ان سے تیرا ذکر کیا تھا۔ تیرا ذکر سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مجھے یہ مٹھائی دی ہے جو آخرت کی مٹھائیوں میں سے ہے۔ آج شام کو اس پر افطار کیجیو۔ اس پر تیرا باپ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ شکر یہ خدا کا جس نے غیب کے مردوں کو میرا دوست بنایا۔ اس کے بعد اس نے بڑھیا کا شکریہ ادا کیا اور اس کے ہاتھ چومے اور اس کا اور اس کی کنیزوں کا بڑا احترام کرنے لگا۔ اب تیرے باپ کو روزے رکھتے رکھتے بیس دن گزر گئے اور پچیسویں دن بڑھیا بادشاہ کے پاس آکر کہنے لگی کہ اے بادشاہ میں نے غیب کے مردوں سے اس محبت کا ذکر کیا ہے جو میرے اور تیرے درمیان اور ان سے کہا کہ میں کنیزوں کو تیرے پاس چھوڑ آئی ہوں اور وہ اس بات پر بہت خوش ہیں کہ کنیزیں تجھ جیسے بادشاہ کے پاس ہیں۔ وہ مرد جب ان کنیزوں کو دیکھتے تھے تو ان کے لیے بہت زیادہ دعائیں کرتے تھے جو ہمیشہ قبول ہوتی تھیں۔ لہذا میرا ارادہ یہ ہے کہ میں کنیزوں کو غیب کے مردوں کے پاس لے جاؤں اور ان کے لیے ان مردوں کو دعائیں حاصل کروں اور بہت ممکن ہے کہ جب وہ لوٹیں تو تیرے لیے دنیا کے خزانوں میں سے ایک خزانہ لیتی آئیں تاکہ

تو روزوں کے ختم ہونے کے بعد ان کے لیے پوشاکیں بنوائے اور باقی مال و دولت جو وہ لائیں، اپنے کام میں خرچ کرے۔

جب تیرے باپ نے بڑھیا کو یہ کہتے سنا تو اس نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میں تیری مخالفت کرتا ہوں تو میں نہ خزانہ چاہتا ہوں اور نہ کوئی اور چیز لیکن یہ بتا کہ تو کب انہیں لے کر جائے گی؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ستائیسویں رات کو اور آئندہ مہینے کے پہلے روز ان کو لے کر واپس آ جاؤں گی۔ اس وقت تک تو اپنے روزے ختم کر چکا ہو گا اور وہ اپنے ایام سے فارغ ہو چکی ہوں گی اور تیری ملکیت ہوں گی اور تیری فرماں بردار۔ خدا کی قسم ہر کنیز کی قیمت تیرے ملک سے کئی گنی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اے بزرگ خاتون اور پارسا عورت، مجھے یہ معلوم ہے۔ اس کے بعد بڑھیا نے کہا کہ جو تیرے محل میں تجھے سب سے زیادہ عزیز ہو، اسے بھی ان کنیزوں کے ساتھ بھیج تا کہ اسے قلبی اطمینان حاصل ہو، غیب کے مردوں کی برکت ملے۔ بادشاہ نے کہا کہ میرے پاس ایک رومی کنیز ہے، جس کا نام صفیہ ہے اور جس سے میری دو اولادیں ہیں، ایک لڑکا اور ایک لڑکی، لیکن وہ کئی سال سے گم ہیں، اس کنیز کو اپنے ساتھ لیتی جا تا کہ وہ برکت حاصل کرے۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چھپاسی ویں رات

جب چھپاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ جب بڑھیا نے تیرے باپ سے کنیزوں کو ساتھ لے جانے کی اجازت مانگی تو اس نے کہا کہ میرے پاس ایک رومی کنیز ہے، جس کا نام صفیہ ہے اور جس سے میری دو اولادیں ہیں، ایک لڑکا اور ایک لڑکی لیکن وہ دونوں کئی سال سے گم ہیں۔ اسے اپنے ساتھ لیتی جاتا کہ اسے برکت ملے۔ ممکن ہے کہ رجال الغیب خدا سے دعا کریں کہ وہ اس کے دونوں بچے اسے واپس دے دے اور وہ ان سے مل جائے۔ بڑھیا نے کہا کہ تو نے خوب کہا! اس بڑھیا کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا۔ اس کے بعد تیرا باپ اپنے روزے ختم کرنے میں لگ گیا اور بڑھیا نے کہا کہ بیٹا، اب میں غیب کے مردوں کے پاس جا رہی ہوں، لہذا صفیہ کو بلا۔ اس نے صفیہ کو بلوایا اور وہ فوراً حاضر ہوئی اور بادشاہ نے اسے بڑھیا کے سپرد کر دیا۔ بڑھیا نے اسے دوسری کنیزوں کے ساتھ لیا اور اپنی کوٹھڑی میں جا کر بادشاہ کے لیے ایک سر بہ مر جام لائی اور اس کے حوالے کر کے کہا جب تیسواں روزہ ہو تو حمام جائیو اور وہاں سے نکل کر اپنے محل کے ایک خلوت خانے میں اس جام کو پی کر سو جائیو۔ بس تیری مراد پوری ہو گی۔ والسلام۔

یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ہاتھ چومے۔ بڑھیا نے کہا کہ میں تجھے خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ اے پارسا خاتون، اب میں پھر کب تجھ سے ملوں گا کیونکہ میں تجھ سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ بڑھیا نے اسے دعا دی اور کنیزوں اور ملکہ صفیہ کو لے کر چل دی۔ اس کے جانے کے تین دن بعد جب چاند نکلا تو بادشاہ اٹھا اور حمام چلا گیا اور وہاں سے نکل کر اپنے محل کے خلوت خانے میں داخل ہوا اور حکم دیا کہ اس کے پاس کوئی نہ آئے اور دروانہ بند کر لیا۔

اس کے بعد جام پی کر وہ سو گیا اور ہم شام تک بیٹھے اس کا انتظار کرتے رہے لیکن وہ خلوت سے نہ نکلا۔ ہم نے خیال کیا کہ غالباً وہ حمام اور شب بیداری اور دن میں روزے رکھنے کی وجہ سے تھکا ہوا ہے اور اسی وجہ سے اسے نیند غالب آ گئی ہے۔ دوسرے دن بھی ہم نے انتظار کیا لیکن وہ نہ نکلا۔ اب ہم لوگوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے آواز دی تاکہ وہ بیدار ہو جائے اور سبب دریافت کرے لیکن یہ بے سود نکلا۔ تب تو ہم دروانہ توڑ کر اندر داخل ہوئے اور دیکھا کہ اس کا گوشت پایہ پایہ ہو گیا ہے اور ہڈیاں ریزہ ریزہ۔ جب ہم نے اس کو اس حال میں دیکھا تو ہمیں سخت صدمہ ہوا۔ اور ہم نے پیالہ اٹھایا تو دیکھا کہ اس کے ڈھکنے میں ایک کانڈ کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے، جس میں یہ لکھا ہے:

”جو شخص برائی کرتا ہے اس کو کوئی یاد نہیں کرتا۔ یہ اس شخص کی سزا ہے جو بادشاہوں کی بیٹیوں کو دھوکا دے کر خراب کرتا ہے۔ جو بات ہم اس کانڈ کے پڑھنے والوں پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب شرکان ہمارے ملک میں آیا تو اس نے شہزادی ابرینہ کو ہم سے فرنیٹ کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اسے ہمارے یہاں سے لے بھی گیا اور تمہارے پاس لایا۔ اس کے بعد اسے ایک حبشی غلام کے ساتھ بھیجا۔ جس نے اسے قتل کر دیا اور ہم نے اسے میدان میں مقتول پڑا ہوا پایا۔ بادشاہ ایسا نہیں کرتے اور جو کوئی ایسا کرے اس کی یہی سزا ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ تم کسی اور پر اس کے قتل کا الزام نہ رکھنا کیونکہ اسے اس چالاک جادوگر نے قتل کیا ہے جس کا نام ذات الدواہی ہے اور میں بادشاہ کی بیوی صفیہ کو لے کر اس کے باپ قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدوں کے پاس چلی گئی ہوں۔ اب ہم ضرور تم سے لڑ کر تمہیں قتل کریں گے اور تمہارا ملک چھین لیں گے اور تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ گے اور کوئی بھی نہ بچے گا جو آگ سلگائے مگر وہ شخص جو صلیب اور پیٹی کو پوجا کرے۔“

جب ہم نے یہ کانڈ پڑھا تو سمجھ گئے کہ بڑھیا نے ہمیں دھوکا دے دیا اور اس کی چال چل گئی اور ہم چلانے اور منہ پیٹنے اور رونے لگے۔ مگر اب رونے سے کیا ہوتا تھا۔

اس کے بعد فوج میں اس بات پر جھگڑا پیدا ہوا کہ کسے بادشاہ بنایا جائے۔ بعض تجھے چاہتے تھے اور بعض تیرے بھائی شرکان کو۔ ایک مہینے تک یہ جھگڑا ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ہم میں سے کچھ لوگ جمع ہو کر تیرے بھائی شرکان کے پاس روانہ ہوئے اور سفر کرتے کرتے تجھ تک پہنچ گئے۔ یہ ہے سبب بادشاہ عمر بن النعمان کی موت کا۔ جب وزیر دندان اپنی گفتگو ختم کر چکا تو ضوء المکان اور اس کی بہن نہت الزماں اور حاجب تینوں کے تینوں رونے لگے۔ اس کے بعد حاجب نے ضوء المکان سے کہا کہ اے بادشاہ، رونے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ اپنے دل کو مضبوط اور اپنے ارادے کو پختہ کر اور اپنی مملکت کو سنبھال، کیونکہ جس نے تجھ جیسا جانشین چھوڑا ہے، اس کو مردہ نہ سمجھنا چاہیے۔ یہ سن کر اس نے رونا بند کر دیا اور حکم دیا کہ دروازے کے آگے تخت بچھایا جائے اور لشکر اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ حاجب اس کے پہلو میں کھڑا ہوا اور تمام سلاحدار اس کے پیچھے اور وزیر دندان اس کے روبرو کل امراء اور اراکین اپنے اپنے مرتبے کے موافق کھڑے ہوئے۔ اب بادشاہ ضوء المکان نے وزیر دندان سے اپنے باپ کے خزانوں کے متعلق دریافت کیا اور اس نے بخوشی مال و دولت کے خزانوں کی اطلاع دی اور یہ کہ خزانوں میں کیا کیا ذخیرے اور جواہرات موجود ہیں اور جو کچھ خزانوں میں تھا وہ اس کے آگے لا رکھا۔ بادشاہ نے ان میں سے لشکر کو عطا کیا اور وزیر دندان کو ایک نہایت فاخرہ خلعت دے کر کہا کہ تو اپنی جگہ پر بحال رہ۔ وزیر نے اس کے آگے زمین چومی اور دعا دی کہ وہ زندہ رہے۔ اس کے بعد اس نے دوسرے امراء کو خلعتیں بخشیں اور حاجب سے کہا کہ دمشق کا خراج جو تیرے ساتھ ہے، اس کو پیش کر۔ جب حاجب نے مال و دولت اور تحفے تحائف اور جواہرات کے صندوق پیش کئے تو بادشاہ نے انہیں لے کر لشکر میں تقسیم کر دیا۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ستاسی ویں رات

جب ستاسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ضوء المکان نے حاجب کو حکم دیا کہ وہ دمشق کا خراج پیش کرے اور اس نے سارے مال اور تحفے تحائف اور جواہرات کے صندوق لا کر سامنے رکھ دیے۔ اس نے لے کر سارا کا سارا لشکریوں میں تقسیم کر دیا اور کچھ باقی نہ چھوڑا۔ سارے امراء نے اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور عمر کی درازی کی دعا دی اور کہنے لگے کہ ہم نے کسی بادشاہ کو اتنی بخششیں کرتے نہیں دیکھا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔ جب دوسرا دن ہوا تو بادشاہ نے کوچ بول دیا اور تین دن سفر کرنے کے بعد چوتھے دن وہ بغداد کے پاس پہنچ گئے اور شہر میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ شہر آراستہ و پیراستہ ہے۔ بادشاہ ضوء المکان اپنے باپ کے محل میں داخل ہوا اور تخت پر بیٹھا۔ اب فوجی سردار وزیر دندان اور دمشق کا حاجب اس کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اب اس نے اپنے ذاتی کاتب سے کہا کہ میرے بھائی شرکان کے نام ایک خط لکھ اور شروع سے آخر تک سارا ماجرا لکھ اور آخر میں یہ لکھ کہ جب یہ خط تیرے پاس پہنچے فوراً تیار ہو کر فوج کے ساتھ یہاں آ جا تا کہ ہم کفار سے لڑیں اور ان سے اپنے والد کا بدلہ لیں اور اس عار کو دور کریں۔ اس خط کو لپیٹ کر اس نے مہر لگائی اور وزیر دندان سے کہنے لگا کہ تو خود اس خط کو لے جا لیکن اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا اور کہنا کہ اگر تو باپ کی سلطنت کا خواہش مند ہے تو وہ تیری ہے اور تیرا بھائی دمشق میں تیری نیابت کرنے میں خوش ہے۔ اس کی خبر ہم پہلے بھی تجھے دے چکے ہیں۔ وزیر دندان نے اس کے پاس سے رخصت ہو کر سفر کی تیاری کر دی۔ اس کے بعد ضوء المکان نے حکم دیا کہ بھٹی سلگانے والے کے لیے ایک عالی شان مکان درست کیا جائے اور وہ بہترین سامان سے سجایا جائے۔ اس کا قصہ بہت لمبا چوڑا ہے۔

اس کے بعد ایک روز کا واقعہ ہے کہ صوء المکان سیر و شکار کے لیے گیا اور جب لوٹا تو ایک امیر نے اصیل گھوڑے اور خوبصورت کنیریں پیشکش کیں جن کی تعریف سے زبان عاجز ہے۔ ان کنیروں میں سے ایک اسے پسند آئی اور وہ اس کے ساتھ تختے میں گیا اور اسی رات ہم بستر ہوا اور وہ فوراً حاملہ ہو گئی۔ کچھ مدت کے بعد وزیر دندان سفر سے لوٹا اور بادشاہ کو خبر دی کہ تیرا بھائی شرکان آ رہا ہے اور اسے یہ مشورہ دیا کہ تو شہر کے باہر جا کر اس کا خیر مقدم کیجیو۔ صوء المکان نے کہا کہ سر و چشم اور حکومت کے خاص خاص لوگوں کو لے کر وہ بغداد سے ایک دن کے سفر پر پہنچا اور وہاں خیمے لگائے اور اپنے بھائی کا انتظار کرنے لگا۔ جب سویرا ہوا تو شہزادہ شرکان شام کی فوجوں کے ساتھ پہنچا جن کے ساتھ بہادر سوار اور شہ زور شیر اور جنگجو سورما تھے۔ جب فوجیں قریب آئیں اور گردو غبار اٹھنے لگا اور بہادر لوگ سامنے آئے اور جھنڈے پھڑپھڑ کرنے لگے تو بادشاہ شرکان اور اس کے ساتھیوں سے ملنے کے لیے آگے بڑھا اور جوں ہی اس کی نظر اپنے بھائی پر پڑی تو وہ چاہتا تھا کہ گھوڑے پر سے اتر پڑے لیکن شرکان نے اسے قسم دی کہ ایسا مت کر اور خود پیادہ پا ہو کر چند قدم چلا اور جوں ہی وہ صوء المکان کے پاس پہنچا تو وہ شرکان سے لپٹ گیا اور شرکان نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور دونوں زار زار رونے اور ایک دوسرے کو تسلی دینے لگے۔ اس کے بعد دونوں سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور لشکر ان کے ساتھ ہو لیا۔ یہاں تک کہ وہ بغداد پہنچے اور اتر پڑے اور شاہی محل میں داخل ہوئے اور رات وہیں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو صوء المکان نے نکل کر حکم دیا کہ فوجیں ہر طرف سے اکٹھا کی جائیں اور لڑائی اور جہاد کی منادی کر دی جائے۔ اب وہ ہر صوبے سے فوجوں کے آنے کا انتظار کرنے لگے اور جو جو آتے جاتے ان کا احترام ہوتا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا۔ یہاں تک کہ ایک مہینہ گزر گیا اور لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ اب شرکان نے اپنے بھائی سے کہا کہ بھائی، اپنی سرگزشت بیان کر اور اس نے سارا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا اور یہ بھی کہ بھٹی والے نے اس کے

ساتھ کیا احسان کیا۔ اس پر شرکان نے کہا کہ آیا تو نے اس کی نیکی کا بدلہ بھی دیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ابھی نہیں لیکن جب لڑائی سے لوٹوں گا تو انشاء اللہ بدلہ دوں گا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• اٹھاسویں رات

جب اٹھاسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- شرکان نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ آیا تو نے بھٹی والے کی نیکی کا بدلہ بھی دیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بھائی، ابھی تک تو نہیں، لیکن جب میں لڑائی سے لوٹوں گا اور وقت ملے گا تو انشاء اللہ میں اس کا بدلہ دوں گا۔ اب شرکان کو یہ بھی یقین آ گیا کہ جو کچھ اس کی بہن زہت الزماں نے کہا تھا سچ تھا۔ لیکن اس نے اپنا اور بہن کا بھید کسی پر ظاہر نہیں کیا اور اس کے شوہر حاجب کے ہاتھ اسے سلام کہلا بھیجا اور بہن نے بھی اسی کے ہاتھ سلام کا جواب دیا اور اسے دعا دی اور اپنی بیٹی قضی فکان کی حالت دریافت کی۔ شرکان نے جواب دیا کہ وہ خیریت سے ہے اور صحیح و سلامت ہے۔ اس پر اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور شرکان کی شکر گزار ہوئی اور شرکان کوچ کے بارے میں مشورہ کرنے اپنے بھائی کے پاس چلا گیا۔ بھائی نے کہا کہ اے بھائی، لشکر مکمل ہو چکا ہے اور گاٹیاں ہر جگہ سے آچکی ہیں۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ کھانے پینے کا سامان اور اسلحہ تیار کیے جائیں۔

اب ضوء المکان اپنی بیوی کے پاس گیا۔ چونکہ اس کے حمل کے پانچ مہینے ختم ہو چکے تھے اور اس نے زائچے اور حساب جاننے والے اپنی بیوی کے لیے مامور کیے اور ان کے لیے روزینے اور تنخواہیں مقرر کر دیں اور بعد ازیں کہ شام کی فوج کو آئے ہوئے تین مہینے گزر چکے تھے اور گاٹیاں اور فوجیں ہر طرف سے پہنچ چکی تھیں وہ روانہ ہو گیا اور فوجوں اور لشکروں نے کوچ کر دیا اور بے شمار سپاہی چل دیے۔ ولیم کی فوج کا سردار رستم تھا اور ترکوں کی فوج کا سردار بہرمان۔ فوج کے بیچ میں ضوء المکان تھا اور اس کے دہنے اس کا بھائی شرکان اور بائیں اس کا بہنوئی حاجب۔ اسی حالت میں وہ

ایک مہینے تک سفر کرتے رہے۔ جمعے کے روز وہ کسی جگہ ٹھہر جاتے اور تین دن تک آرام کرتے کیونکہ بے شمار لوگ ان کے ساتھ تھے۔ اسی طرح کوچ کرتے کرتے وہ روم کے ملک میں پہنچے اور وہاں سے ہر گاؤں اور جاگیر والے اور غربا بھاگ بھاگ کر ڈر کے مارے قسطنطنیہ چلے گئے۔ جب ان کے بادشاہ افریدون نے یہ خبر سنی تو وہ اٹھ کر ذات الدواہی کے پاس گیا کیونکہ اس نے وہ چال چلی تھی اور بغداد جا کر بادشاہ عمر بن النعمان کو قتل کیا تھا اور کنیزوں اور شہزادی صفیہ کو لے کر اپنے ملک واپس آئی تھی۔ جب وہ اپنے بیٹے کے پاس پہنچی جو روم کا بادشاہ تھا اور اسے اپنی جان کا خطرہ نہ رہا تو وہ اپنے بیٹے سے کہنے لگی کہ خوش ہو کیونکہ میں نے تیری بیٹی ابرینہ کا بدلہ لے لیا ہے اور بادشاہ عمر بن النعمان کو قتل کر دیا ہے اور صفیہ کو لے آئی ہوں۔ لہذا فوراً اٹھ اور قسطنطنیہ کے بادشاہ کے پاس جا کر اسے اس کی بیٹی صفیہ واپس دے اور اس سے سارا ماجرا بیان کر تا کہ ہم اپنے بچاؤ کا سامان مہیا کریں اور لڑائی کی تیاری کریں۔ پس تیرے ساتھ قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدون کے پاس چلتی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مسلمان ہم سے لڑنے میں دیر نہ کریں گے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ذرا توقف کر جب وہ ہمارے ملک کے قریب پہنچیں گے تو ہم لڑائی کی تیاری کریں گے۔

اب انہوں نے فوجیں اور لڑائی کا سامان تیار کرنا شروع کیا اور جوں ہی ان کو معلوم ہوا کہ فوجیں جمع ہو گئیں اور سامان تیار ہو گیا ہے تو وہ قسطنطنیہ روانہ ہو گئے اور ذات الدواہی ان کے ہراول کے ساتھ تھی۔ جب وہ قسطنطنیہ کے قریب پہنچے تو بادشاہ افریدون اعظم کو خبر ملی کہ روم کا بادشاہ حردوب آ رہا ہے اور وہ اس کے خیر مقدم کے لیے روانہ ہوا اور اس سے مل کر اس کی خیریت اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ حردوب نے اس سے اپنی ماں ذات الدواہی کی چال بانیاں بیان کیں جن سے اس نے مسلمانوں کے بادشاہ کو قتل کیا اور اس کے پاس سے شہزادی صفیہ کو لے آئی اور کہا کہ وہ یہ بھی کہتی ہے کہ مسلمان اپنی فوج جمع کر کے آ رہے ہیں۔ اس لیے ہمیں ضروری

ہے کہ ہم یک جان و دو قالب ہو کر ان کا مقابلہ کریں۔ بادشاہ افریدون کو اپنی بیٹی کی واپسی اور عمر بن النعمان کے قتل پر بڑی خوشی ہوئی اور اس نے مدد مانگنے کے لیے سارے ملکوں میں اپنی بھیج دیے اور انہیں بادشاہ عمر بن النعمان کے قتل ہونے کا سبب کہلا بھیجا۔ اب عیسائیوں کی فوجیں جوق جوق آنی شروع ہو گئیں اور ابھی تین مہینے پورے نہ ہونے پائے تھے کہ روم کی فوجیں مکمل ہو گئیں اور ہر چار طرف سے فرنگی آ پہنچے۔ مثلاً فرانسیسی اور جرمن اور دوبرہ اور جورنہ اور بندقیہ اور پیلے رنگ کے باقی تمام لوگ۔ جب فوجیں مکمل ہو گئیں اور ان سے میدان بھر گئے تو بادشاہ افریدون اعظم نے حکم دیا کہ قسطنطنیہ سے کوچ کریں اور وہ روانہ ہو گئے اور دن تک برابر کوچ کرنے کے بعد وہ وادی النعمان کے پاس پہنچے جو سمندر کے قریب ایک بڑی وسیع وادی ہے۔ فوجیں وہاں تین دن ٹھہریں اور چوتھے دن جب انہوں نے وہاں سے کوچ کا ارادہ کیا تو انہیں خبر ملی کہ اسلام کی فوجیں اور خیرالانام کی ملت کے حامی آ رہے ہیں۔ اس لیے وہ تین دن اور وہاں ٹھہر گئے اور چوتھے دن انہیں گرد اٹھتی دکھائی دی۔ یہاں تک کہ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ ابھی ایک پہر دن گزرا تھا کہ گرد پھٹی اور ہوا میں مل کر اڑ گئی اور نیزوں کے ستاروں اور تلواروں کی بجلیوں نے اس کا اندھیرا دور کر دیا اور اس کے نیچے سے اسلامی جھنڈے اور محمدی علم نمودار ہوئے اور سوار سمندر کی موج کی طرح آگے بڑھے اور زہ بکتر میں وہ ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے چاند کے اوپر بادل۔

اب دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی اور دو سمندر موجزن ہوئے اور آنکھ سے آنکھ ملی تو پہلا شخص جو میدان میں جنگ کے لیے آمادہ ہوا وزیر دندان تھا اور شام کی فوجیں جن کی تعداد تیس ہزار سوار تھی اور وزیر کے ساتھ ترکی سردار رستم اور دیلمی سردار بہرام بیس ہزار سواروں کے ساتھ تھے۔ یہ اس طرف مشغول تھے کہ ان کے پیچھے سے ایک لشکر سمندر کے کنارے سے آ پہنچا جو فولاد کی زہ بکتروں میں ڈوبا ہوا تھا اور ایسا چمک

رہا تھا جیسے کہ کالی رات میں چمکتا ہوا چاند۔ یہ عیسائیوں کا لشکر تھا جو عیسیٰ اور مریم اور مردود صلیب کے نعرے لگا رہے تھے اور وہ لوگ وزیر دندان اور اس کے ہمراہیوں شام کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ یہ ساری ترکیبیں بڑھیا ذات الدواہی کی تھیں۔ کیونکہ روانگی سے پہلے بادشاہ اس کے پاس آیا اور اس سے کہا تھا کہ بتا کیا کرنا چاہیے۔ یہ ساری تیری کر توت ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے بڑے بادشاہ اور اے زبردست امام، میں تجھے ایک ایسی ترکیب بتاتی ہوں کہ جس کا تدارک شیطان سے بھی نہ ہو سکے خواہ وہ اپنے سارے منحوس ساتھیوں کو کیوں نہ لے آئے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• نواسی ویں رات

جب نواسی ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- یہ ساری ترکیبیں بڑھیا کی تھیں کیونکہ کوچ سے پہلے بادشاہ نے اس سے آکر پوچھا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے کیونکہ اس مہم کا سبب تو ہی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے بڑے بادشاہ اور زبردست امام، میں تجھے ایسی چال بتاتی ہوں جس کا تدارک خود شیطان سے نہ ہو سکے خواہ وہ اپنے سارے منحوس ساتھیوں کو کیوں نہ لے آئے اور وہ ترکیب یہ ہے کہ تو پچاس ہزار فوج کو جہازوں پر بٹھا کر سمندر کے راستے سے جبل الدخان بھیجے اور وہ وہاں سے نہ ہٹیں جب تک کہ وہاں اسلامی جھنڈے نہ پہنچ جائیں۔ اس وقت تم لوگ ان پر حملہ کرنا اور بحری لشکر ان پر پیچھے سے چھاپہ مارے۔ اسی وقت جب کہ ہم خشکی کی طرف سے حملہ آور ہوں۔ اس وقت کوئی بھی بچ کر نہ جا سکے گا اور ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور ہم پھر ہمیشہ آرام سے رہیں گے۔ بادشاہ افریدون کو بڑھیا کی باتیں ٹھیک معلوم ہوئیں اور اس نے کہا کہ اے چالباز بوڑھیوں کی سردار اور اٹھتے ہوئے فتنوں کے وقت دانشمندوں کی مرجع، تیری رائے بہت ٹھیک ہے۔

جب اسلام کے لشکر نے اس وادی میں ان پر حملہ کیا تو قبل اس کے کہ ان کے ہوش درست ہوں ان کے خیموں میں آگ لگ گئی اور تلواریں جسموں کو پاش پاش کرنے لگیں۔ اب بغداد اور خراسان کی فوجیں آگے بڑھیں جن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی اور ان کے ہراول میں ضواء المکان تھا جب کفار کے لشکر نے، جو سمندر میں تھا ان کو دیکھا تو وہ سمندر سے نکل کر ان کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ جوں ہی ضواء المکان کی نظر ان پر پڑی تو اس نے کہا کہ اے منتخب نبی کے گروہ، کفار کی طرف پلٹ پڑو رحمٰن اور رحیم خدا کے حکم کے موافق کافروں اور نافرمانوں سے جنگ کرو۔ اور شرکان مسلمانوں کے لشکر کے دوسرے حصے کو لے کر آگے بڑھا جن کی تعداد بھی ایک لاکھ

بیس ہزار تھی۔ کفار کا لشکر سولہ لاکھ تھا۔ جب مسلمانوں کی ان سے مڈبھیڑ ہوئی تو ان کے دل مضبوط ہو گئے اور انہوں نے بلند آواز سے کہا کہ خدا نے ہمیں کامیابی کا وعدہ دیا ہے اور کفار کو ناکامی کی گھڑکی دی ہے اور وہ تلواریں اور نیزے لے کر پل پڑے۔ شرکان صفوں کو پھاڑتا ہوا نکلا اور ہزاروں پر پل پڑا اور ایسی جنگ کی کہ جس سے بچے بھی بوڑھے ہو جائیں۔ وہ کفار کی فوج میں ادھر سے ادھر جاتا اور تیز تلوار سے ان کا کام تمام کرتا اور اللہ اکبر کے نعرے مارتا رہا یہاں تک کہ اس نے دشمن کو سمندر کے کنارے مار کر بھگا دیا اور ان کے بدن کانپنے لگے اور خدا نے اسلام کو فتح دی اور لوگ اس طرح لڑ رہے تھے کہ گویا وہ بے پئے نشے میں ہیں۔ اس لڑائی میں چون ہزار کافر کام آئے اور مسلمان محض ساڑھے تین ہزار شہید ہوئے۔ اس رات نہ دین کا شیر شنراہہ شرکان سویا اور نہ اس کا بھائی ضوء المکان بلکہ دونوں لوگوں کو مبارک باد دیتے اور اور زخمیوں کی تیمارداری کرتے اور فوج کو یہاں کامیابی اور سلامتی اور قیامت کے دن ثواب کی خوشخبری دیتے رہے۔

یہ تو مسلمانوں کا حال تھا۔ اب قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدون اور روم کے بادشاہ اور اس کی ماں بڑھیا ذات الدواہی کا قصہ سنئے۔ انہوں نے لشکر کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ ہم مراد کو پہنچ چکے اور اپنا دل ٹھنڈا کر چکے تھے لیکن ہمیں اپنی فوج کی زیادتی پر گھمنڈ تھا، اس وجہ سے ہم ناکام رہے۔ بڑھیا ذات الدواہی نے ان سے کہا کہ سوائے اس کے تمہیں کسی بات سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا تم مسیح کا قرب حاصل کرو اور سچے دین کو مضبوطی سے پکڑو۔ مسیح کی سچائی کی قسم، کہ مسلمانوں کے لشکر کی قوت کی وجہ محض یہ شیطان تھا جس کا نام شنراہہ شرکان ہے۔ بادشاہ افریدون نے کہا کہ میں نے یہ ٹھان لی ہے کہ کل میں خود صفیں آراستہ کروں اور مسلمانوں کے مقابلے میں مشہور شہسوار لوقا بن شلوط کو بھیجوں کیونکہ اگر اس نے شنراہہ شرکان کا مقابلہ کیا تو وہ اسے قتل کر دے گا اور اس کے علاوہ اور سوراؤں کو بھی نیچا دکھائے گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ بچے گا اور میں نے یہ بھی ٹھان لی ہے کہ تمہیں

آج رات میں پاک دھونی سے متبرک بناؤں۔ جب انہوں نے اس کی باتیں سنیں تو نہیں بوس ہوئے۔ یہ دھونی دینے کی خوشبو ان کے کافر اور لعین لاث پادری کا فضلہ تھا اور لوگ اس کی اتنی قدر کرتے اور اس کی برائیوں کو اتنا اچھا سمجھتے تھے کہ روم کے بڑے بڑے پادری اس کو ریشمی کپڑے میں رکھ کر اور اس میں مشک اور عنبر ڈال کر تمام عیسائی ملکوں میں بھیجتے اور جب اس کی خبر بادشاہوں کو پہنچتی تو اس کا ایک ایک درہم ہزار ہزار دینار دے کر خریدتے۔ حتیٰ کہ بادشاہ دہنوں کو خوشبو دینے کے واسطے اسے منگاتے اور دوسرے پادری اس میں اپنا فضلہ بھی ملا دیتے ورنہ وہ دس ملکوں کے لیے کافی نہ ہوتا تھا۔ خاص خاص بادشاہ تو اسے سرے میں ملا کر آنکھوں میں لگاتے اور اس سے بیماروں اور معدے کے مریضوں کا علاج کرتے۔

جب دوسرا دن ہوا اور روشنی پھیلی اور سواروں نے اپنے ہاتھوں میں نیزے لیے۔ اور شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• نوے دیں راتے

جب پوری نویویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب سویرا ہوا اور روشنی پھیلی اور سواروں نے اپنے ہاتھوں میں نیزے لیے تو بادشاہ افریدون نے اپنے خاص خاص پادریوں اور رؤسا کو بلایا اور ان کو خلعتیں دیں اور ان کی پیشانیوں پر صلیب کھینچی اور انہیں اس خوشبو سے معطر کیا جس کا بیان اوپر کیا جا چکا ہے جو لاٹ پادری اور دغا باز امام کا فضلہ تھا اور لوقا بن شلوط کو طلب کیا جسکا نام لوگوں نے مسیح کی تلوار رکھا تھا اور اسے اسی فضلے کی دھونی دی اور دھونی دینے کے بعد وہ گندگی اس کے جسم پر ملی اور اس کے رخساروں کو اس سے لتھیر دیا اور اس کی مونچھوں پر مل دی۔ روم کے سارے ملک میں اس ملعون لوقا سے بڑھ کر نہ کوئی سورما تھا اور نہ تیر انداز اور نہ شمشیرزن اور نہ نیزہ باز۔ وہ بڑا بد صورت تھا۔ اس کا چہرہ گدھے کا تھا اور صورت بندر کی اور ناک نقشہ زہریلے سانپ کا۔ اس کی نزدیکی معشوق کی دوری سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔ اس کے حصے میں رات سے محض تاریکی آئی تھی اور شیر سے محض بدبو اور چھتے سے محض گندی سانس اور کفر سے محض اس کی پھسکا اور اب اس نے آگے بڑھ کر بادشاہ افریدون کے قدم چومے اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ افریدون نے اس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو دمشق کے والی اور عمر بن النعمان کے بیٹے شرکان کا مقابلہ کر اور اس مصیبت سے ہمیں پناہ دے۔ اس نے کہا کہ بسرو چشم۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کی پیشانی پر صلیب کھینچی اور سمجھا کہ عنقریب فتح ہونے والی ہے۔

اب لوقا بادشاہ افریدون کے پاس سے چل دیا اور وہ ملعون ایک مشکلی گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس کا لباس سرخ تھا اور اس کی زہ سونے کی تھی جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے اور اس کے ہاتھ میں تین پھل والا نیزہ تھا۔ گویا وہ احزاب کی جنگ کے دن ملعون

شیطان ہے۔ اب وہ اور اس کے ساتھ کفار آگے بڑھے گویا وہ دونوں میں جا رہے ہیں اور ایک مناد عربی میں یہ کہتا تھا کہ اے محمد کی امت! (خدا ان پر درود و سلام بھیجے!) سوائے سیف الاسلام شرکان کے جو دمشق کا حاکم ہے اور کوئی مقابلے میں نہ آئے۔ ابھی اس کی بات پوری نہ ہونے پائی تھی کہ میدان میں ایک شور اٹھا جو ہر شخص کو سنائی دیا اور گھوڑے کی ٹاپیں دونوں صفوں کے درمیان پٹ پٹ پڑنے لگیں اور لوگوں کو حنین کی لڑائی یاد آ گئی، بزدل لوگ ڈر گئے اور گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ جب اسے پہچانا تو وہ بادشاہ عمر بن النعمان کا بیٹا شہزادہ شرکان تھا۔ جب اس کے بھائی ضوء المکان نے اس ملعون کو دیکھا اور منادی سنی تو وہ اپنے بھائی شرکان کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ وہ تجھ سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ایسا ہے تو کیا کہنا! جب لوگ ساری باتیں سمجھ چکے اور منادی سن چکے جو یہ تھی کہ سوائے شرکان کے اور کوئی نہ نکلے تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ ملعون روم کا شہسوار ہے جو یہ قسم کھا چکا تھا کہ میں دنیا کو مسلمانوں سے خالی کر دوں گا ورنہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ یہ وہی شخص تھا جس نے لوگوں کے کلیجے جلا دیے تھے اور جس کی بہادری سے ترکی دیلمی اور کردی فوجیں ڈرتی تھیں۔ غرض اب شرکان نکلا گویا وہ غضب ناک شیر تھا۔ اس کا گھوڑا حبشی غزال کی طرح تھا اور اس نے اسے لوقا کی طرف بڑھایا اور اس کے پاس پہنچ کر اپنے نیزے کو افعی سانپ کی طرح اپنے ہاتھ میں ہلایا اور عربی کے رجزیہ اشعار پڑھنے لگا۔

لیکن لوقا نہ اشعار کا مطلب سمجھا اور نہ اس کی اہمیت بلکہ اپنے ہاتھ سے منہ پر طمانچے لگائے اور اس کا مقصد اس سے صلیب کی تعظیم تھی جو اس کی پیشانی پر منقوش تھی اور پھر ہاتھ چومنے لگا اور نیزے کا رخ شرکان کی طرف کر کے گھوڑے کو اس کی طرف ایڑ لگائی۔ پھر اس نے نیزے کو ایک ہاتھ سے اوپر اچھالا یہاں تک کہ وہ نظروں سے غائب ہو گیا اور دوسرے ہاتھ سے اسے روک لیا جس طرح کہ جادوگر کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے نیزے کو اس زور سے شرکان کی طرف پھینکا جیسے کہ ٹوٹا

ہوا تارا۔ اس پر لوگ شور کرنے لگے اور ڈرے کہ کہیں شرکان کو ضرر نہ پہنچے۔ لیکن جب نیزہ شرکان کے قریب پہنچا تو اس نے اسے اڑتا ہوا پکڑ لیا اور لوگ دنگ رہ گئے۔ اب شرکان نے اسی نیزے کو جو اس نے عیسائی سے لیا تھا، اپنے ہاتھ میں لے کر اتنا موڑا کہ قریب تھا کہ وہ ٹوٹ جائے اور اسے اوپر کی طرف ہوا میں پھینکا یہاں تک کہ وہ نظر سے غائب ہو گیا اور جب وہ گرا تو دوسرے ہاتھ سے فی الفور پکڑ لیا زور سے ایک نعرہ لگایا اور کہنے لگا کہ اس ذات کی قسم جس نے سات طبق آسمان پیدا کیا ہے، میں اس ملعون کو قتل کر کے سارے جہان میں اس کی تشیر کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے وہ نیزہ لوقا کی طرف پھینکا۔ لوقا نے چاہا کہ ویسا ہی کرے جیسا کہ شرکان نے کیا تھا اور اپنا ہاتھ بڑھایا کہ نیزے کو ہوا میں پکڑے۔ اس پر شرکان نے فوراً دوسرا نیزہ اس کی طرف پھینکا جو آکر ٹھیک صلیب پر لگا جو اس کی پیشانی پر تھی اور خدا نے اس کی روح فوراً دونخ میں پہنچا دی جو بری رہنے کی جگہ ہے۔ جب کفار نے لوقا بن شلوط کو مر کر گرتے دیکھا تو وہ اپنا منہ پیٹنے اور ہائے افسوس چلانے اور خانقاہوں کے پادریوں سے مدد طلب کرنے لگے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت مل تھی۔

• اکیانویں رات

جب اکیانویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب کفار نے لوقا بن شلوط کو بے جان ہو کر گرتے دیکھا تو وہ اپنا منہ پیٹنے اور ہائے افسوس چلانے اور خانقاہوں کے پادریوں سے مدد طلب کرنے لگے، اور کہنے لگے کہ کہاں ہیں صلیبیں اور کیا ہوا رہبانوں کا نہد و تقویٰ! اب سب کے سب شرکان پر ٹوٹ پڑے اور تلواروں اور نیزوں کو بلند کیا اور دھاوا بول دیا اور دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہو گئی اور گھوڑوں کی ٹاپیں مردوں کے سینوں پر پڑنے لگیں اور تلواروں اور نیزوں کا دور دورہ ہو گیا اور کلائیوں اور پنچے کمزور پڑنے لگے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑوں کی ٹانگیں ہی نہیں اور لڑائی کے رجز خوان نعرے لگانے لگے اور ہاتھ سن پڑ گئے اور دن ختم ہو گیا اور رات کا اندھیرا چھا گیا اور دونوں لشکر جدا ہو گئے۔ شمشیر زنی اور نیزہ بازی کی وجہ سے بہادروں کو نشہ چڑھ گیا اور میدان مقتولوں سے بھر گیا اور زخمیوں کی کثرت ہو گئی اور یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ کون مرا اور کون زخمی ہوا۔

اب شرکان اپنے بھائی ضوء المکان اور وزیر دندان اور حاجب سے آکر ملا اور اس نے اپنے بھائی ضوء المکان اور حاجب سے کہا کہ خدا نے کفار کے لیے ہلاکت کا دروانہ کھول دیا ہے، اس پر شکر ہے اس خدا کا جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ ضوء المکان نے اپنے بھائی سے کہا کہ ہم اس بات پر ہمیشہ خدا کا شکر ادا کریں گے کہ اس نے عرب اور عجم سے اس مصیبت کو دور کر دیا، اور لوگ نسل بعد نسل اس کارنامے کا ذکر کریں گے جو تو نے ملعون لوقا کے ساتھ کیا جو انجیل کے محرف کا ہم نام ہے اور اس بات کا کہ تو نے نیزے کو ہوا میں سے پکڑ کر اس شخص پر ضرب لگائی جو دنیا میں خدا کا دشمن تھا۔ تیرا یہ قصہ قیامت تک لوگوں کے زباں زد رہے گا۔ اب شرکان نے حاجب سے کہا کہ اے عالی قدر حاجب اور زبردست پیشوا اور اس نے جواب دیا کہ میں حاضر

ہوں۔ شرکان نے کہا کہ تو وزیر دندان اور بیس ہزار سواروں کے ساتھ سمندر کی طرف روانہ ہو جا جو یہاں سے سات فرسخ ہے اور تیزی کے ساتھ کوچ کر۔ جب تو ساحل کے قریب پہنچ جائے اور تجھ میں اور دشمن میں دو فرسخ کا فاصلہ رہ جائے تو تم لوگ گڑھوں میں چھپ جانا۔ جب کفار کشتیوں سے اتریں گے تو تمہیں نعرے سنائی دیں گے۔ جب تم یہ دیکھنا کہ ہمارا لشکر پیچھے ہٹ رہا ہے گویا وہ بھاگ رہے ہیں اور کفار ان کا ہر طرف سے تعاقب کر رہے ہیں حتیٰ کہ ساحل اور خیموں کی طرف سے بھی، تو تم گھات میں لگے رہنا اور جب تمہیں ایک جھنڈا دکھائی دے جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہو تو تم ہر جھنڈا بلند کرنا اور اللہ اکبر کہہ کر ان پر پیچھے سے حملہ کر دینا اور اس بات کی کوشش کرنا کہ دشمن کی فوج بھاگتے ہوئے کفار اور سمندر کے درمیان حائل نہ ہونے پائے۔ حاجب نے کہا کہ بسر و چشم اور سب لوگ اس پر فوراً راضی ہو گئے اور وہ لوگ تیاری کر کے روانہ ہو گئے اور شرکان کے حکم کے بموجب حاجب نے اپنے ساتھ وزیر دندان اور بیس ہزار سوار لے لیے۔ جب صبح ہوئی تو لوگ سوار ہو گئے اور انہوں نے تلواریں کھینچ لیں اور نیزوں کو رکابوں پر رکھ لیا اور زہ بکتر پہن لیے اور میدانوں اور پہاڑوں میں منتشر ہو گئے۔ دوسری طرف پادریوں نے نعرے لگانے شروع کیے اور اپنے سر کھول دیے اور جہاز کے مستولوں پر صلیبیں بلند ہوئیں اور وہ ہر طرف سے ساحل پر اترنے لگے اور انہوں نے گھوڑوں کو خشکی پر اتارا اور لڑائی کا تہیہ کر لیا اور تلواریں چمکنے لگیں اور فوجیں آمنے سامنے آئیں اور نیزے تاروں کی طرح ٹوٹ ٹوٹ کر زہوں پر گرنے لگے اور سواروں اور پیادوں کے سروں پر موت کی چکی چلنے لگی اور جسموں سے سر جدا ہونے لگے اور زبانیں گونگی ہونے لگیں اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا اور لوگوں کے چھکے چھوٹنے لگے اور تیز تلواریں اپنا کام کرنے لگیں اور کھوپڑیاں اڑنے اور کلائیوں کٹنے لگیں اور گھوڑے خون میں ڈوب گئے اور داڑھیاں رنگ گئیں اور اسلام کے لشکر نے رسول اللہ پر درود

اور سلام اور خدا پر حمد و ثنا کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ ادھر کفار کا لشکر صلیب اور زنار اور شراب اور شراب کشوں اور پادریوں اور رہبانوں اور عیدوں اور لاٹ پادری کی تعریف میں مشغول ہوا۔ اب ضواء المکان اور شرکان دونوں ٹھہر گئے اور ان کی فوجیں پیچھے ہٹیں گویا کہ وہ دشمن کے سامنے سے بھاگ رہی ہیں اور کفار کا لشکر یہ خیال کر کے کہ وہ بھاگ رہے ہیں ان کی طرف بڑھا اور نیزہ بازی اور شمشیر زنی کا تہیہ کر لیا اور مسلمانوں نے بلند آواز سے سونہ البقرہ کی شروع کی آیتیں پڑھنی شروع کیں اور مقتول لوگ گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلے جانے لگے اور رومی منادیہ ندا کرنے لگا کہ اے مسیح کے بندو اور بچے دین والو! اے لاٹ پادری کے خادمو! کامیابی تمہیں اپنا منہ دکھا رہی ہے، اسلام کا لشکر بھاگنے کے لیے پر تول رہا ہے لہذا ان کی طرف پیٹھ مت پھیرو بلکہ ان کی گردنوں میں تلواریں بھونک دو اور ان کا پیچھا نہ چھوڑو، ورنہ مسیح ابن مریم سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں جس نے گوارے میں باتیں کی ہیں، قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدون نے بھی یہی خیال کیا کہ کفار کا لشکر فاتح ہے مگر اس کا اسے گمان نہ ہوا کہ یہ مسلمانوں کی ایک عمدہ ترکیب ہے اور اس نے روم کے بادشاہ کو کامیابی کی مبارک باد بھیجی اور یہ کہلا بھیجا کہ یہ محض لاٹ پادری کے فضلے کی برکت ہے جس کی خوشبو حاضر اور غائب صلیب کے بندوں کی داڑھیوں اور مونچھیوں میں پھیل گئی ہے اور میں معجزوں اور تیری بیٹی ابرینہ کی جو عیسائی اور باکرہ ہے اور بپتسمے کے پانی کی قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں ایک جہاد کرنے والے کو نہ چھوڑوں گا اور اس نیت کو پورا کر کے چھوڑوں گا۔ یہ پیغام لے کر ایلچی روانہ ہو گیا اور کفار آپس میں چلا چلا کر کہنے لگے کہ لوقا کا بدلہ لو۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• بانوے دیں رات

جب بانویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- کفار نے ایک دوسرے سے چلا کر کہا کہ لوقا کا بدلہ لو اور روم کے بادشاہ نے بلند آواز سے کہا کہ ہاں یہ ابریزہ کا قصاص ہے! یہ سن کر بادشاہ ضوع المکان نے نعرہ لگایا کہ اے جزا و سزا دینے والے خدا کے بندو! تلواروں کی سفیدی اور نیزوں کی زردی سے کافروں اور نافرمانوں کا قلع قمع کر دو۔ یہ سن کر مسلمان کافروں پر ٹوٹ پڑے اور تیز تلواروں سے ان کی گردنیں اڑانے لگے اور مسلمانوں کا منادی یہ ندا کرنے لگا کہ اے منتخب نبی کے پیارو! دین کے دشمن جانے نہ پائیں۔ یہ کریم اور غفار خدا کے راضی کرنے کا وقت ہے اور اے قیامت کے دن نجات کے خواستگارو جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ شرکان مع اپنے دستے کے کفار پر ٹوٹ پڑا اور ان کے بھاگنے کا راستہ بند کر دیا اور صفوں کے درمیان ادھر ادھر جانے اور گھومنے پھرنے لگا۔ اب وہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوش رو، سوار کفار کے لشکر کو کالتا ہوا چلا جاتا ہے اور کافروں کے درمیان شمشیر اور نیزہ بازی کر رہا ہے اور سروں اور بدنوں کو کٹ کٹ کر زمین پر پھینکتا جاتا ہے اور کفار اس کی زدوں سے تھرا رہے ہیں اور ان کی گردنیں اس کے نیزے اور تلوار کے آگے جھک رہی ہیں۔ اس کے پاس دو تلواں ہیں، ایک نظر کی اور دوسری شمشیر اور دو نیزے، ایک اس کا قد اور دوسرا نیزہ۔ جب شرکان نے اسے دیکھا تو کہنے لگا کہ اے شمسواروں کے شمسوار! میں تجھے قرآن اور خداوندی نشانیوں کی قسم دیتا ہوں، بتا کہ تو ہے کون؟ کیونکہ تو نے کافروں اور نافرمانوں کو بھگا کر جزا و سزا کے خدا کو راضی کیا ہے جس کو ایک کام دوسرے سے غافل نہیں کرتا۔ سوار نے کہا کہ کل میرا تیرا معاہدہ ہوا تھا اور آج تو مجھے بھول گیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا لی اور اس کی پوشیدہ خوب روئی ظاہر ہو گئی اور وہ ضوع المکان تھا۔ یہ

دیکھ کر شرکان خوش ہو گیا لیکن ڈرا کہ کہیں بہادر اور سورما اس پر حملہ نہ کر بیٹھیں۔ یہ دو وجہ سے تھا: ایک تو یہ کہ وہ ابھی کم سن تھا، کہیں اسے نظر نہ لگ جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کی زندگی حکومت کے لیے اشد ضروری تھی۔ اس نے کہا کہ اے بادشاہ، تو اپنی جان کو خطرے میں ڈال رہا ہے، اپنے گھوڑے کو میرے گھوڑے کے قریب لے آ۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں دشمن تجھے نقصان نہ پہنچائیں۔ مصلحت یہ ہے کہ تو دشمنوں کے لشکر سے نکل جا اور اپنے تیروں سے جو کبھی خطا نہیں کرتے، دشمنوں پر حملہ کر۔ ضوء المکان نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ جنگ میں تجھ سے پیچھے نہ رہوں اور تیرے سامنے اپنی جان نہ چراؤں۔

اب اسلامی لشکر کفار پر ٹوٹ پڑا اور انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کے مقابلے میں جہاد کا حق ادا کر دیا اور کفر اور تفرقے اور فساد کی قوت کو توڑ دیا۔ جب بادشاہ افریدون نے دیکھا کہ روم کی کیسی کرکری ہوئی اور وہ دم دبا کر بھاگے تو اسے بے حد رنج پہنچا اور جوں ہی انہوں نے کشتیوں کا رخ کیا تو سمندر کے کنارے سے مسلمانوں کا لشکر ان پر حملہ آور ہوا، ان کے آگے آگے سورماؤں کو زیر کرنے والا وزیر دندان تھا جو تلوار اور نیزہ لے کر پل پڑا تھا۔ اسی طرح امیر بہرام جو شام کے صوبوں کا حاکم تھا اور جس کے ساتھ بیس ہزار سورما تھے، اور اسلامی فوجوں نے انہیں آگے اور پیچھے سے گھیر لیا۔ مسلمانوں کے ایک دستے نے ادھر کا رخ کیا جدھر کشتیاں سپاہیوں سے بھری ہوئی تھیں اور ان پر موتیں برسائی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ وہ سمندر میں کود پڑے۔ کافروں کی بڑی تعداد اس روز ماری گئی جو ایک لاکھ بہادروں سے زیادہ تھی اور ان کے سورماؤں میں سے نہ چھوٹا بچا نہ بڑا۔ ان کی تمام کشتیاں علاوہ بیس کے مسلمانوں کے ہاتھ لگیں جن میں بہت سا مال و دولت تھا اور مسلمانوں کو اتنا غنیمت کا مال ملا جتنا اس سے پہلے کبھی کسی کو نہ ملا تھا اور نہ ایسی جنگ کبھی پہلے ہوئی تھی۔ علاوہ ذخیروں اور مقتولوں کے مال کے جن کا حد و حساب نہیں مسلمانوں کے ہاتھ پچاس

ہزار گھوڑے لگے اور انہیں اتنی خوشی ہوئی جس سے زیادہ ممکن نہیں کیونکہ خدا نے ان کو مدد دی اور کامیابی عطا فرمائی۔

یہ تو ان کا حال ہوا۔ اب بھگوڑوں کا حال سنئے۔ وہ بھاگ کر قسطنطنیہ پہنچے مگر پہلی خبر ان کے متعلقین کو یہ پہنچی تھی کہ بادشاہ افریدون مسلمانوں پر غالب آ گیا ہے اور بڑھیا ذات الدواہی نے کہا تھا کہ میں جانتی ہوں کہ میرا بیٹا روم کا بادشاہ شکست نہیں کھا سکتا اور اسلامی لشکر سے بالکل نہیں ڈرتا بلکہ وہ ساری دنیا کو عیسائی بنا کر چھوڑے گا۔ اس لیے اس نے بادشاہ افریدون اعظم سے کہا تھا کہ شہر کو سجائے اور انہوں نے خوشیاں منائیں اور شراہیں پیں کیونکہ انہیں معلوم نہ تھا کہ قسمت نے کیا گل کھلائے ہیں۔ وہ خوشیاں منا رہے تھے کہ غم و رنج کی خبر ان کو پہنچی اور بیس کشتیاں جو وہاں سے بھاگی تھیں، آ گئیں اور انہیں میں روم کا بادشاہ بھی تھا۔ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے سمندر کے کنارے ان کا خیر مقدم کیا اور انہوں نے بیان کیا کہ مسلمانوں نے ان کی کیسی گت بنائی اور یہ کہہ کر وہ بہت روئے اور چلائے اور خوشخبری کی خوشی مٹی میں مل گئی۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ لوقا بن شلوط پر کیا گزری اور موت کے تیر نے اس کا کس طرح کام تمام کیا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ افریدون پر قیامت ٹوٹ پڑی اور اسے یقین ہو گیا کہ مصیبت اب ٹالے نہیں ٹلتی اور لوگوں میں ماتم برپا ہو گیا اور ان کی ہمتیں پست ہو گئیں اور عورتیں گریہ و زاری کرنے لگیں اور ہر طرف رونا پیٹنا مچ گیا۔

جب روم کا بادشاہ، بادشاہ افریدون کے پاس پہنچا اور اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ کہا کہ مسلمانوں کا بھاگنا محض دھوکے کی ٹٹی تھی تو اس نے یہ بھی کہا کہ جو سپاہ یہاں پہنچ چکی ہے اس کے علاوہ اب کوئی اور نہیں لوٹے گا۔ جب بادشاہ افریدون نے یہ باتیں سنیں تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا کہ شاید حضرت مسیح ان سے ناراض ہو گئے ہیں اور مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دیا ہے۔ اس کے بعد لاٹ پادری

غمگین صورت بنائے ہوئے بادشاہ کے پاس آیا اور بادشاہ نے اس سے کہا کہ اے ہمارے باپ، ہمارا لشکر تباہ ہو گیا ہے اور مسیح نے ہم کو سزا دی ہے۔ پادری نے کہا کہ غمگین مت ہو اور افسوس مت کرو، تم میں سے ضرور کسی نے مسیح کی شان میں گناہ کیا ہے اور اس گناہ کا خمیانہ سب کو بھگتنا پڑا ہے۔ لیکن اب ہم گر جاؤں اور خانقاہوں میں تمہارے لیے دعا کریں گے اور یہ محمدی لشکر تم سے ہٹا لیے جائیں گے۔ اس کے بعد بڑھیا ذات الدواہی آئی اور کہنے لگی کہ اے بادشاہ، مسلمانوں کا لشکر بہت زیادہ ہے اور بغیر چال بازی کے ہم ان کا کچھ کر نہیں سکتے۔ میرا ارادہ ہے کہ ان کے پاس جا کر کوئی حیلہ اور فریب کروں۔ یقین ہے کہ میں ان کے شہسوار اور سردار تک پہنچ کر اس کو بھی اسی طرح قتل کر دوں گی جس طرح کہ اس کے باپ کو کیا تھا۔ اگر میرا فریب چل گیا تو پھر اس کے لشکر کا ایک آدمی بھی اپنے ملک واپس نہ جاسکے گا کیونکہ ان سب کی قوت کا سبب وہی ایک شخص ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ شام کے عیسائی جو ہر مہینے اور ہر سال اپنا مال بیچتے جاتے ہیں، میری مدد کریں۔ کیونکہ انہیں کے ذریعے سے میرا مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ جب تو کہے یہ ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ شام کے شہر نجران سے سو آدمی بلوائے جائیں اور لوگ انہیں بادشاہ کے پاس لے آئیں۔

بادشاہ نے کہا کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ عیسائیوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے کیا نقصان پہنچا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ بادشاہ نے کہا کہ سنو۔ اس عورت نے اپنی جان کو مسیح پر قربان کر دیا اور چاہتی ہے کہ تمہارے ساتھ مسلمانوں کے بھیس میں جائے اور کوئی ایسا حیلہ کرے جس سے ہمیں فائدہ پہنچے اور مسلمان ہم تک نہ آسکیں۔ بتاؤ کہ کیا تم بھی اپنی جانیں مسیح کی نذر کر سکتے ہو؟ میں تمہیں ایک من سونا دوں گا۔ تم میں جو زندہ رہے گا وہ سونے سے فائدہ اٹھائے گا اور جو مر جائے گا مسیح اسے بدلہ دے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے بادشاہ، ہم اپنی جانیں مسیح پر فدا کرتے ہیں

اور تیرے اوپر قربان ہوتے ہیں۔ اب بڑھیا نے ضرورت کے موافق کچھ جڑی بوٹیاں لیں اور انہیں پانی میں ڈال کر آگ پر ابلا یہاں تک کہ ان میں سے ایک سیاہ مادہ نکل آیا۔ جب وہ ٹھنڈا ہو گیا تو اسے رومال کے ایک کونے میں مل کر ان کے چہروں پر پھیر دیا اور اپنے لباس کے اوپر کشیدے کی ایک عبا پہن لی اور اپنے ہاتھ میں ایک تسبیح لے لی۔ اس طرح سے وہ بادشاہ کے پاس گئی اور بادشاہ نے اور نہ دوسرے مصاحبوں میں سے کسی نے اسے پہچانا۔ جب اس نے اپنا چہرہ کھول دیا تو مجلس میں ہر ایک نے اس مکر پر اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کا بیٹا خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ مسیح تیری ذات کو سلامت رکھے! اس کے بعد وہ نجران کے عیسائیوں کو لے کر چل دی اور بغداد کے لشکر کا رخ کیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ترانوویس راتے

جب ترانوویس رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب بادشاہ افریدون نے یہ باتیں سنیں تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو ڈر کے مارے اس کی آنتیں منہ کو آنے لگیں اور اس نے بڑھیا ذات الدواہی سے اس کی شکایت کی۔ یہ ملعونہ جادوگرنیوں کی جادوگرنی تھی۔ اور سحر اور فریب میں شیطاۃ پتیا اور مکاہ، فاجہ اور غداہ۔ اس کے منہ سے بدبو آتی تھی، اس کی پلکیں سرخ اور چہرہ زرد تھا۔ منہ سیاہ اور آنکھیں چندھی اور جسم خارش دار اور بال بھورے اور پیٹھ کبڑی اور رنگ بدنما اور ناک بہتی ہوئی۔ لیکن اس نے اسلامی کتابیں پڑھی تھیں اور کعبے کا سفر کیا تھا اور یہ سب محض اس وجہ سے کہ اسے مختلف مذہبوں سے واقفیت ہو جائے اور قرآن کی آیتیں یاد ہو جائیں۔ دو سال تک وہ یہودی بن کر بیت المقدس میں رہی تھی تاکہ وہ جن و انس کے جادوؤں کی ماہر ہو جائے۔ وہ مصیبتوں کی ایک مصیبت اور بلاؤں کی ایک بلا تھی۔ اس کا دین فاسد تھا اور وہ کسی مذہب کی بھی پیرو نہ تھی۔ وہ زیادہ تر اپنے بیٹے بادشاہ حردوب روم کے بادشاہ کے ساتھ رہتی تھی اور اس کی وجہ وہی کنواری لڑکیاں تھیں، کیونکہ اسے مالش کرانا بہت مرغوب تھا اور اگر اس میں دیر ہوتی تو وہ بے چین ہو جاتی۔ جو لڑکی اسے پسند ہوتی تو وہ اسے ترکیب بتا دیتی اور اس پر زعفران ملتی جس کی وجہ سے وہ لڑکی دیر تک شہوت کے مارے بے چین رہتی۔ جو لڑکی اس کا کہنا مانتی تو وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتی اور اپنے بیٹے کی توجہ اس کی طرف مبذول کراتی اور جو اس کا کہنا نہ مانتی تو وہ اسے ہلاک کرنے کی ترکیبیں لگاتی۔ ابرینہ کی کنیریں مرجانہ اور سبحانہ اور اترجہ یہ جانتی تھیں اور خود شہزادی ابرینہ اس سے نفرت کرتی تھی اور اس کے قریب سونا پسند نہ کرتی تھی کیونکہ اس کی بغل سے بدبو نکلتی تھی اور اس کی گندگی کی بو مردار جانور سے بدتر تھی اور اس کا بدن

تاڑ کے پتوں سے زیادہ سخت تھا اور وہ لوگوں کو جواہرات دے کر اور پھسلا کر مالش کے لیے آمادہ کرتی تھی اور ابرینہ اس سے خدا کی پناہ مانگتی تھی۔

اب ہم اس کے فریب اور چال بازیوں کا پھر ذکر کرتے ہیں۔ وہ بڑے بڑے عیسائیوں اور ان کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی فوجوں کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس کے بعد بادشاہ حردوب بادشاہ افریدون کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے بادشاہ، اب ہمیں نہ لاٹ پادری کی ضرورت ہے اور نہ اس کی دعا کی بلکہ ہم اب والدہ ذات الدواہی کی رائے پر چلیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ اپنے لامتناہی مکر و فریب سے مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ کیا کرتی ہے کیونکہ وہ اپنی ساری قوت کے ساتھ ہمارے اوپر بڑھ رہے ہیں اور عنقریب یہاں پہنچ کر ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ جب بادشاہ افریدون نے یہ باتیں سنیں تو اس کے دل میں ڈر بیٹھ گیا اور اس نے فوراً تمام عیسائی ممالک کو خطوط لکھے کہ کوئی عیسائی اور صلیب کا پوجنے والا پیچھے نہ رہے۔ بالخصوص وہ جو قلعوں کے مالک ہیں، بلکہ پیادے اور سوار اور عورتیں اور بچے سب کے سب آئیں کیونکہ مسلمانوں کے لشکر ہمارے ملک میں پہنچ چکے ہیں، لہذا جلدی کرو قبل اس کے کہ مصیبت سر پر سوار ہو جائے۔

یہ تو ان لوگوں کا حال ہوا اب ذات الدواہی بڑھیا کا ماجرا سنئے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر سے چل دی اور ان کو مسلمان سوداگروں کا لباس پہنایا اور سو نچروں پر انطلا کی کپڑے لادے مثلاً سنہرے کام کی اطلس اور شاہانہ مخمل وغیرہ وغیرہ اور بادشاہ افریدون کا ایک پروانہ اس کے پاس تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ یہ سوداگر شام کے ملک کے ہیں اور ہمارے ملک میں آئے ہوئے تھے۔ کوئی شخص ان کو نقصان نہ پہنچائے اور ان سے دسواں حصہ چنگی کا نہ لے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے وطن اور امن کی جگہ پہنچ جائیں۔ کیونکہ ملک کی معموریت کا دارومدار سوداگروں پر ہے اور یہ لوگ لڑائی جھگڑے والے نہیں ہیں۔ ملعون ذات الدواہی نے ان سے کہا کہ میں مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے ایک چال چلنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اے ملکہ، جو تیرا جی چاہے ہمیں

حکم دے، ہم ماننے کے لیے تیار ہیں، مسیح تیری کوششوں کو کامیاب کرے! اس کے بعد بڑھیا نے سفید اون کا ایک نہایت نفیس لباس پہنچا اور اپنی پیشانی پر رگڑ کر ایک بڑا نشان بنایا اور اس پر ایک روغن ملا جو اس نے خود بنایا تھا جس سے وہ نشان چمکنے لگا۔ یہ ملعون بڑھیا لاغر جسم کی تھی اور اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنے دونوں پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور اس طرح سے مسلمانوں کے لشکر تک پہنچی۔ وہاں پہنچ کر اس نے بیڑیاں اتار ڈالیں مگر ان کے نشان اس کی پنڈلیوں میں بن گئے تھے اور اس نے ان نشانوں پر دم الاخوین ملا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے خوب مارو اور ایک صندوق میں بند کر دو اور توحید کے کلمے کو زور سے پڑھو۔ ایسا کرنے میں تمہارا کچھ نہ بگڑے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تجھے کیوں کر مار سکتے ہیں۔ کیونکہ تو ہماری آقا ذات الدوای ہے اور اس بادشاہ کی ماں جس پر ہمیں فخر ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور ضرورت کے وقت برے کام بھی اچھے ہو جاتے ہیں۔ اور جب تم مجھے صندوق میں بند کر چکنا تو اس کو اور اس سامان کے ساتھ خچروں پر لاد دینا اور اسے لے کر اسلامی لشکر کے بیچ میں ہو کر لے جانا اور کسی بات سے نہ ڈرنا۔ اگر مسلمانوں میں سے کوئی تعرض کرے تو اسے سارے خچر اور سارا مال حوالے کر دینا اور ان کے بادشاہ ضوء المکان کے پاس جا کر فریاد کرنا اور کہنا کہ ہم کافروں کے ملک میں تھے اور انہوں نے ہم سے کچھ نہ لیا بلکہ ایک پروانہ لکھ کر ہمیں دے دیا کہ ہم سے کوئی تعرض نہ کرے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تم نے ہمارا مال چھین لیا اور یہ روم کے بادشاہ کا پروانہ ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ہمارے ساتھ کوئی شخص برا سلوک نہ کرے اور اگر بادشاہ پوچھے کہ تم کو روم کے ملک میں کتنا فائدہ ہوا تو جواب دینا کہ ہمیں فائدے میں ایک زاہد ملا ہے جو پندرہ سال سے ایک تہہ خانے میں بند تھا اور دن رات دہائی مانگتا مگر اس کی کوئی مدد نہ کرتا بلکہ کافر اسے رات دن تکلیف پہنچاتے۔ ہمیں اس کا بالکل علم نہ تھا حالانکہ ہم بہت دنوں قسطنطنیہ میں ٹھہرے اور اپنا مال بیچا اور دوسرا مال خریدا اور تیار ہو کر اپنے ملک کو روانہ ہو

گئے اور رات بھر سفر کی گفتگو ہوتی رہی۔

جب صبح ہوئی تو ہمیں دیوار پر ایک تصویر نظر آئی۔ ہم نے قریب جا کر غور سے دیکھا تو وہ حرکت میں آئی اور کہنے لگی کہ اے مسلمانو! تم میں سے کوئی ہے جو رب العالمین

کے ساتھ سودا کرے؟ ہم نے پوچھا کہ یہ کس طرح؟ اس تصویر نے جواب دیا کہ خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ میں تم سے باتیں کروں تاکہ تمہارا اعتقاد قوی ہو اور مذہب کے لشکر میں جاؤ کیونکہ ان میں خدا کی تلوار اور زمانے کا سورما شاہزادہ شرکان ہے۔ اسی کے ذریعے سے خدا قسطنطنیہ کو فتح کرے گا اور عیسائی مذہب والوں کو تباہ کرے گا۔ جب تم تین دن کی راہ طے کر چکو گے تو تمہیں ایک خانقاہ ملے گی جس کا نام دیر مطروحنی ہے۔ اس میں ایک صومعہ ہے تم لوگ سچی نیت سے وہاں جاؤ اور عزم بالجزم کر کے کسی نہ کسی حیلے سے اس صومعے میں داخل ہو۔ اس میں ایک عبادت گزار شخص رہتا ہے جو بیت المقدس کا رہنے والا اور جس کا نام عبداللہ ہے۔ اس کا شمار دین دار ترین لوگوں میں ہے اور اس میں ایسی کرامتیں ہیں جن کی وجہ سے کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ ایک رہبان نے اسے دھوکا دے کر اپنے تمہ خانے میں قید کر دیا ہے اور وہ وہاں ایک مدت سے پڑا ہے۔ اب خدا کی مرضی ہے کہ اس کو رہا کر دیا جائے کیونکہ اس کو آزاد کرنا بہترین جہاد ہے۔ جب بڑھیا اور اس کے ساتھیوں میں اس بات پر اتفاق ہو گیا تو اس نے کہا کہ جب شاہزادہ شرکان تمہاری طرف متوجہ ہو جائے تو اس سے کہنا کہ جب ہم نے اس تصویر سے یہ باتیں سنیں تو ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ بڑا عابد ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی نظر آئی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• چورانیویں رات

جب چورانیویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب بڑھیا اور اس کے ہمراہیوں میں اس پر اتفاق ہو گیا تو اس نے کہا کہ جب شاہزادہ شرکان تمہاری طرف متوجہ ہو جائے تو اس سے کہنا کہ جب ہم نے اس تصویر سے یہ باتیں سنیں تو ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ عابد بڑے صالحین میں سے ہے اور خدا کا ایک مخلص بندہ ہے۔ تین دن سفر کرنے کے بعد ہمیں وہ خانقاہ دکھائی دی تو ہم اس کی طرف پھرے اور وہاں ایک دن خرید و فروخت میں مشغول رہے جیسا کہ سوداگروں کا دستور ہے۔ جب دن ختم ہو چکا اور رات کا اندھیرا پھیل گیا تو ہم اس خانقاہ کی طرف چلے جس میں وہ تمہ خانہ تھا اور ہم نے سنا کہ وہاں کوئی شخص قرآن کی آیتیں اور اشعار پڑھ رہا ہے۔ اس کے بعد بڑھیا نے کہا کہ جب تم مجھے مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا دو گے اور میں وہاں پہنچ جاؤں گی تو دیکھنا کہ میں کس طرح دغا بازی سے ان سب کو قتل کرتی ہوں۔ جب عیسائیوں نے بڑھیا کی یہ باتیں سنیں تو پہلے تو انہوں نے اس کے ہاتھ چومے پھر اسے خوب مارا کیونکہ اس کا کہنا ماننا ان کے اوپر فرض تھا اور اسے صندوق میں بند کر کے مسلمانوں کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

یہ تو اس ملعونہ ذات الدواہی اور اس کے ہمراہیوں کا قصہ ہوا۔ اب مسلمانوں کے لشکر کا حال سنئے۔ جب خدا نے انہیں فتح دی اور کشتیوں کا مال و دولت ان کو غنیمت میں ملا تو وہ ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے اور ضوء المکان نے اپنے بھائی سے کہا کہ خدا نے ہمیں اس وجہ سے فاتح کیا ہے کہ ہم انصاف پسند اور ایک دوسرے کے فرمانبردار ہیں۔ ایک شرکان، خدا کے واسطے میرا کہنا مان کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے باپ کے عوض دس بادشاہوں کو قتل کروں اور پچاس ہزار عیسائیوں کو ذبح کروں اور قسطنطنیہ

میں داخل ہوں۔ اس کے بھائی شرکان نے کہا کہ میری جان تجھ پر نذا ہو! میں ضرور جہاد کروں گا خواہ مجھے اس کے لیے ان کے ملک میں کئی سال ٹھہرنا پڑے۔ لیکن بھائی دمشق میں میری ایک لڑکی ہے جس کا نام قضی فکان ہے اور مجھے اس سے بڑی محبت ہے کیونکہ وہ ایک عجوبہ ہے اور اب وہ بالغ ہو چکی ہو گی۔ ضوء المکان نے کہا کہ میں بھی اپنی کنیز کو حاملہ چھوڑ کر آیا ہوں جبکہ اس کے دن قریب تھے اور مجھے معلوم نہیں کہ خدا نے مجھے کیا عطا کیا ہے۔ اے بھائی، وعدہ کر کہ اگر میرا لڑکا ہو تو تو مجھے اپنی بیٹی قضی فکان عنایت کرے گا تاکہ وہ میرے بیٹے کی ہو جائے۔ اس بارے میں تو قسم کھا اور وعدہ کر۔ شرکان نے کہا کہ بسر و چشم اور اپنے بھائی کی طرف ہاتھ بڑھا دیا اور کہا کہ اگر تیرے لڑکا ہو تو میں اپنی بیٹی اسے دوں گی۔ ضوء المکان اس پر خوش ہو گیا اور دونوں ایک دوسرے کو دشمن پر فتح کی مبارک باد دینے لگے۔

وزیر دندان نے بھی شرکان اور اس کے بھائی کو مبارک باد دی اور ان سے کہا کہ اے بادشاہو، خدا نے ہمیں اس وجہ سے فتح دی کہ ہم نے اپنی جانیں اس کے نذر کر دی ہیں اور اہل و عیال اور وطن کو چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔ اب میری رائے یہ ہے کہ ہم ان کا پیچھا کریں اور محاصرہ کر کے ان سے جنگ کریں تاکہ خدا ہماری آرزو پوری کرے اور ہم اپنے دشمنوں کو جڑ سے کاٹ کر پھینک دیں۔ اگر تمہاری مرضی ہو تو ان کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کی راہ سے روانہ ہو اور ہم خشکی خشکی چلیں اور ڈٹ کر لڑائی میں مقابلہ کریں۔ اس کے بعد وزیر دندان ان کو لڑائی کے لیے ابھارتا رہا اور ان سے کہنے لگا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مدد ہمیں عطا کی اور سونا چاندی غنیمت میں دیا۔ یہ سن کر ضوء المکان نے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا اور وہ نہایت تیزی کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گئے یہاں تک کہ وہ ایک وسیع سبزہ زار میں پہنچے جہاں طرح طرح کی عمدہ چیزیں موجود تھیں۔ جانور چر رہے اور ہرن چوکڑی بھر رہے تھے۔ اس سے پہلے چھ روز انہیں بیابان میں گزرے تھے۔ اس لیے جب وہ اس سبزہ زار میں پہنچے تو عجیب و غریب نہروں اور نہایت نفیس پھلوں کا نظارہ کرنے

لگے۔ یہ قطعہ گویا جنت کا ٹکڑا تھا اور اپنا لباس پہن کر آراستہ و پیراستہ ہو گیا تھا اور شاخیں نشے میں جھوم رہی تھیں اور جھک گئی تھیں اور ان میں تنیم کی شراب اور صبح کی نسیم، دونوں آکر مل گئی تھیں اور انہیں دیکھ کر دیکھنے والے کی عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ جب ضواء المکان نے دیکھا کہ اس سبزہ زار کے درخت جھکے ہوئے ہیں اور پھول کھلے ہوئے ہیں اور چڑیاں چمک رہی ہیں تو اس نے اپنے بھائی شرکان کو آواز دی اور اس سے کہا کہ اے بھائی، ایسی جگہ دمشق میں بھی نہیں۔ لہذا تین دن تک ہم یہاں سے آگے نہ بڑھیں گے بلکہ یہیں آرام کریں گے تاکہ اسلامی لشکر میں نئی روح پیدا ہو جائے اور رذیل کافروں کے مقابلے کی قوت ان میں آجائے۔ اس لیے انہوں نے وہاں ڈیرے ڈنڈے ڈال دیے۔

اسی اثناء میں انہیں دور سے آواز سنائی دی اور ضواء المکان نے اس کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہاں شام کے سوداگر ٹھہرے ہوئے آرام کر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لشکریوں میں سے کسی نے ان کا کچھ مال لے لیا ہے جو ان کے پاس تھا اور جو وہ کفار کے ملک سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سوداگر آئے اور انہوں نے چلانا اور بادشاہ کی دہائی دینا شروع کیا۔ ضواء المکان نے یہ دیکھ کر انہیں بلوایا اور انہوں نے حاضر ہو کر کہا کہ اے بادشاہ، جب ہم کفار کے ملک میں تھے تو کسی نے کچھ نہ لوٹا۔ اب یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ جب ہم مسلمانوں کے ملک میں آ پہنچے ہیں تو ہمارے مسلمان بھائی ہمارا مال لوٹ رہے ہیں! جب ہم نے تمہارے لشکروں کو دیکھا تو ہم ان کے پاس آئے اور انہوں نے جو کچھ ہمارے پاس تھا، چھین لیا۔ یہ ہے ہمارا سارا قصہ۔ اس کے بعد انہوں نے قسطنطنیہ کے بادشاہ کا پروانہ نکال کر اسے دیا اور شرکان نے اسے لے کر پڑھا اور کہنے لگا کہ جو کچھ تم سے چھینا گیا ہے، وہ ہم تمہیں ابھی واپس دلا دیں گے تمہیں چاہیے کہ تم تجارت کا مال کافروں کے ملک میں نہ لے جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ اے ہمارے آقا، خدا ہمیں ان کے ملک میں اس لیے لے گیا تھا کہ ہمیں وہ چیز حاصل ہو جو کسی غازی کو اب تک نہیں ملی ہے اور نہ

تم کو تمہارے تمام غزروں میں حاصل ہوئی ہے۔ شرکان نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے جو تمہارے ہاتھ لگی ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کا بیان ہم تنہائی میں کر سکتے ہیں کیونکہ اگر یہ بات لوگوں میں مشہور ہو گئی تو ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہم بھی ہلاک نہ ہو جائیں اور تمام وہ مسلمان لوگ بھی جو آئندہ روم کے ملک میں جائیں۔ ان لوگوں نے وہ صندوق پوشیدہ رکھا تھا جس میں ملعونہ ذات الدواہی تھی۔ اب ضوء المکان اور اس کا بھائی انہیں لے کر تنہائی میں گئے اور انہوں نے ان سے زاہد کی سرگزشت تفصیل کے ساتھ بیان کی اور رونے لگے اور وہ دونوں بھی رو پڑے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پچانوویں رات

جب پچانوویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب وہ عیسائی جو سوداگروں کے بھیس میں تھے ضوع المکان اور اس کے بھائی شرکان کے ساتھ تنائی میں گئے تو انہوں نے اس زاہد کا حال تشریح کے ساتھ بیان کیا اور رونے لگے اور وہ دونوں بھی رو پڑے اور عیسائیوں نے وہی باتیں بیان کیں جو اس شطابہ ذات الدواہی نے ان سے کہ تھیں۔ یہ سن کر شرکان کو اس زاہد پر بڑا ترس آیا اور اس کا دل کڑھنے لگا اور اس میں فی سبیل اللہ جوش پیدا ہو گیا اور اس نے ان سے پوچھا کہ تم اس زاہد کو چھڑا لائے ہو یا وہ ابھی تک اس خانقاہ میں ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس کو نکال لائے ہیں اور اس خانقاہ کے رہبان کو ہم نے قتل کر دیا ہے تاکہ ہم پر کوئی مصیبت نہ آئے۔ اس کے بعد موت کے ڈر سے ہم بھاگ آئے ہیں۔ بعض معتبر لوگوں سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس خانقاہ میں سونے اور چاندی اور جواہرات کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ لوگ صندوق لائے اور اس ملعونہ کو اس میں سے نکالا اور وہ کالے پن اور دبلے پن کی وجہ سے کھیرے کی کھانپ معلوم ہوتی تھی اور اس کے زنجیریں اور بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جب ضوع المکان اور دوسرے حاضرین نے اسے دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ نیک ترین عابد اور بہترین زاہد ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ اس کی پیشانی اس روغن کی وجہ سے چمک رہی تھی جو اس نے اپنے منہ پر ملا تھا۔ یہ دیکھ کر ضوع المکان اور اس کا بھائی دونوں رونے لگے اور اٹھ کر اس کے ہاتھ پاؤں چومے اور آہیں بھرنے لگے۔ لیکن اس نے اشارے سے کہا کہ رونا بند کر دو اور میری بات سنو۔ اس کے حکم کی تعمیل میں انہوں نے رونا بند کر دیا اور وہ کہنے لگی کہ سنو، جو کچھ میرے مالک نے میرے ساتھ کیا ہے، میں اس سے راضی ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ جو بلا مجھ پر نازل ہوئی تھی، وہ میرا امتحان کرنے کے

لیے تھی۔ جو شخص مصیبتوں اور تکلیفوں پر صبر نہیں کرتا اس کی رسائی جنت تک نہیں ہوتی۔ میری تمنا محض یہ تھی کہ میں اپنے وطن کو لوٹوں، نہ اس لیے کہ میں تکلیفوں سے ڈرتا تھا بلکہ اس لیے کہ میں چاہتا تھا کہ میری موت ان مجاہدوں کے گھوڑوں کے پاؤں تلے ہو جو قتل ہونے کے بعد مرتے نہیں بلکہ زندہ رہتے ہیں۔

جب بڑھیا یہ باتیں کہہ چکی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس کی پیشانی روغن کی مالش کی وجہ سے چمک رہی تھی۔ شرکان نے اٹھ کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اس کے لیے کھانا منگوایا لیکن اس نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے پندرہ سال سے کچھ نہیں کھایا ہے، اب اس وقت میں کس طرح افطار کر سکتا ہوں! حالانکہ میرے مولیٰ نے مجھے کفار کی قید سے چھٹکارا دیا ہے اور ایسی تکلیف دور کر دی ہے جو دونخ کے عذاب سے زیادہ سخت تھی۔ اس لیے میں غروب تک صبر کرنا چاہتا ہوں۔ جب شام ہوئی تو شرکان اور ضوء المکان نے آکر اس کے آگے کھانا پیش کیا اور کہنے لگے کہ اے زاہد، کھا۔ اس نے جواب دیا کہ یہ وقت کھانے کا نہیں ہے بلکہ مہربان مالک کی عبادت کرنے کا ہے۔ یہ کہہ کر وہ محراب میں کھڑی ہو گئی اور نماز پڑھنے لگی یہاں تک کہ ساری رات گزر گئی۔ اس طرح سے اس نے تین دن اور تین راتیں گزار دیں اور سوائے التحیات پڑھنے کے کبھی نہ بیٹھی۔ جب ضوء المکان نے اس کی یہ حالت دیکھی تو وہ اس کا معتقد ہو گیا اور شرکان سے کہنے لگا کہ اس عابد کے لیے سابر کا ایک خیمہ لگوا اور فرشتوں کو اس کی خدمت کے لیے متعین کر دے۔ چوتھے دن اس نے کھانا مانگا اور اس کے سامنے ایسے ایسے کھانے پیش کیے گئے جن کے کھانے کو دل چاہتا ہے اور جنہیں دیکھ کر آنکھیں خوش ہو جاتی ہیں مگر اس نے ان تمام کھانوں میں سے سوائے ایک روٹی اور نمک کے کچھ نہ کھایا اور اس کے بعد روزے کی نیت کر لی اور جب رات ہوئی تو وہ نماز کے لیے کھڑی ہو گئی۔ شرکان نے ضوء المکان سے کہا کہ اس نے دنیا کو انتہا درجے چھوڑ رکھا ہے اور اگر اس وقت میں جہاد میں نہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ مرتے دم تک رہ کر خدا کی عبادت

کرتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس کے خیمے میں جا کر تھوڑی دیر تک اس کے ساتھ باتیں کروں۔ ضوء المکان بولا کہ میرا جی بھی یہی چاہتا ہے اور چونکہ ہم کل قسطنطنیہ پر جہاد کرنے جا رہے ہیں اس لیے اس وقت سے بہتر اور کوئی گھڑی ہمارے پاس نہیں۔ وزیر دندان نے کہا کہ میرا بھی جی اس زاہد کے دیکھنے کو چاہتا ہے تاکہ وہ میرے لیے دعا مانگے کہ میری مراد اس جہاد میں بر آئے اور میں خدا سے جا ملوں کیونکہ میں دنیا کو چھوڑ چکا ہوں۔

جب رات ہوئی تو وہ اس شطابہ ذات الدواہی کے پاس اس کے خیمے میں گئے اور دیکھا کہ وہ کھڑی نماز پڑھ رہی ہے۔ وہ اس کے قریب آئے اور اس پر ترس کھا کر رونے لگے لیکن وہ ان کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئی یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی اور اس نے سلام پھیرا اور ان کی طرف مخاطب ہو کر انہیں سلام کیا اور ان سے آنے کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ اے عابد، کیا تو نے ہمیں اپنے ارد گرد روتے نہیں سنا؟ اس نے جواب دیا کہ جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ وہ اپنے وجود سے خارج ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نہ کسی کی آواز سنتا ہے اور نہ کسی کو دیکھتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تو اپنے قید ہونے کا سبب بتائے اور آج رات ہمارے لیے دعا کرے کیونکہ تیری دعا ہمارے لیے قسطنطنیہ کی حکومت سے بہتر ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اگر تم لوگ مسلمانوں کے سردار نہ ہوتے تو میں تم سے کبھی یہ ماجرا بیان نہ کرتا کیونکہ میں سوائے خدا کے اور کسی سے شکایت نہیں کرتا۔ لو میرے قید ہونے کا قصہ سنو۔ میں قدس میں بعض ابدال اور حال والوں کے ساتھ تھا مگر میں اپنے آپ کو ان سے بڑا نہ سمجھتا تھا کیونکہ خدا نے مجھ میں تواضع اور نہد کا مادہ دیا تھا۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ میں سمندر میں جا کر پانی پر چلنے لگا۔ معلوم نہیں کہ کس طرح مجھ میں غرور سما گیا اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میری طرح کون ہے جو پانی پر چلے! اسی وقت سے میرے دل میں قساوت آ گئی اور خدا نے میرے دل میں سفر کی محبت ڈال دی اور میں روم کے ملک میں گیا اور ایک سال تک سفر کرتا

رہا۔ یہاں تک کہ کوئی ایسی جگہ باقی نہ رہی جہاں میں نے خدا کی عبادت نہ کی ہو۔ جب میں اس جگہ پہنچا تو میں اس پہاڑ پر چڑھا اور وہاں ایک راہب کی خانقاہ ہے جس کا نام مطروحنی ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ نکل کر میرے پاس آیا اور میرے ہاتھ پاؤں چومے اور کہنے لگا کہ جب سے تو روم کے ملک میں آیا ہے میں تجھے دیکھ رہا ہوں اور تیری وجہ سے اسلامی ممالک کا شوق میرے دل میں پیدا ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے خانقاہ کے اندر لے گیا اور ایک اندھیری کوٹھڑی میں میرے ساتھ گیل۔ جب میں اس کے اندر تھا تو اس نے مجھے غافل پا کر باہر سے دروانہ بند کر دیا چالیس دن تک مجھے بے کھانے پینے کے اس میں پڑا رہنے دیا کیونکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ مجھے بند کر کے مار ڈالے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہاں ایک بڑا پادری آیا جس کا نام دقینوس تھا اور جس کے ساتھ دس لڑکے تھے اور ایک لڑکی جس کا نام تماثل تھا اور جس کی مثال حسن میں ناپید ہے۔

جب وہ لوگ خانقاہ میں آئے تو راہب مطروحنی نے ان سے میرا قصہ بیان کیا۔ پادری نے کہا کہ اسے نکالو کیونکہ اب تو اس میں اتنا گوشت بھی باقی نہ رہا ہو گا کہ چڑیاں کھا سکیں۔ جب انہوں نے اس اندھیری کوٹھڑی کا دروانہ کھولا تو دیکھا کہ میں محراب میں کھڑا نماز اور قرآن پڑھ رہا اور خدا کی تسبیح کر رہا اور اس کے آگے گڑگڑا رہا ہوں۔ جب انہوں نے میری یہ حالت دیکھی تو مطروحنی کہنے لگا کہ یہ جادوگر ہے۔

جب انہوں نے اسے یہ کہتے سنا تو سب کے سب میرے اوپر دوڑ پڑے اور دقینوس اور اس کے ساتھیوں نے مجھے پکڑ کر خوب مارا۔ یہ دیکھ کر میں موت کی تمنا کرنے لگا اور اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ سزا ہے اس شخص کی جو تکبر کرتا ہے اور اس چیز پر گھمنڈ کرتا ہے جو اس کے رب نے اسے عطا کی ہے۔ اور جو خود اس کی طاقت سے باہر ہے اور اے نفس، تجھ میں غرور اور گھمنڈ آ گیا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ غرور سے خدا سخت ناراض ہوتا ہے اور دل سخت ہو جاتا ہے اور انسان دونخ میں جاتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے بیڑیاں پہنا کر کوٹھڑی میں پھر بند کر

دیا اور جو اس مکان کا تہہ خانہ تھا اور ہر تیسرے دن لوگ میرے پاس ایک جو کی نکیہ اور تھوڑا سا پانی رکھ جاتے اور ہر مہینے یا دوسرے مہینے بڑا پادری آتا اور اس خانقاہ میں داخل ہوتا۔ اس اثناء میں اس کی بیٹی تماثیل بڑی ہو گئی کیونکہ جب میں نے اسے پہلے دیکھا تھا تو اس کی عمر نو سال کی تھی اور میں پندرہ سال قید میں رہا۔ اس لیے اب اس کی عمر چوبیس سال کی ہے اور اس سے زیادہ حسین نہ ہمارے ملک میں ہے اور نہ روم کے ملک میں۔ اس کے باپ کو یہ ڈر تھا کہ کہیں بادشاہ اسے مجھ سے نہ چھین لے۔ اس نے اپنے آپ کو مسیح کے حوالے کر رکھا تھا۔ بجز اس کے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ سواروں کا لباس پہن کر سواری کرتی تھی اور حسن و جمال میں اس کا جواب نہ تھا۔ جو کوئی اسے دیکھتا اسے یہ نہ معلوم ہوتا کہ وہ عورت ہے۔ باپ نے اپنا سارا مال اس خانقاہ میں جمع کر رکھا تھا اور جس کسی کے پاس قیمتی چیزیں ہوتیں وہ انہیں اسی خانقاہ میں لا کر رکھتا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے وہاں طرح طرح کے سونے اور چاندی کی چیزیں اور جواہرات دیکھے ہیں اور ایسے ایسے برتن اور دیگر چیدہ چیزیں جن کی تعداد سوائے خدا کے اور کسی کو معلوم نہیں۔ ان چیزوں کے مستحق تم ان کافروں سے زیادہ ہو۔ اس لیے تمہیں چاہیے کہ جو کچھ اس خانقاہ میں ہے اسے لے کر مسلمانوں اور بالخصوص مجاہدین پر خرچ کرو۔

جب سوداگر قسطنطنیہ پہنچے اور اپنا تجارت کا مال بیچ چکے تو اس تصویر نے جو دیوار پر ہے ان سے گفتگو کی اور یہ ایک کرامت ہے جو خدا نے مجھ کو عطا کی ہے، اور انہوں نے خانقاہ میں آکر پادری مطروحنی کو پہلے تو خوب مارا اور اس کی داڑھی پکڑ کر اسے کھینچا اور وہ انہیں اس جگہ لے گیا جہاں میں تھا، اور پھر اسے قتل کر دیا اور وہاں سے بھاگ آئے تاکہ وہ بھی کہیں مارے نہ جائیں۔ کل رات پھر تماثیل اس خانقاہ میں آئی گی جیسا کہ اس کا دستور ہے اور اس کا باپ مع اپنے غلاموں کے اس کے ساتھ ہو گا کیونکہ وہ اسے اکیلا چھوڑنے سے ڈرتا ہے۔ اگر تم اس کا نظارہ کرنا چاہتے

ہو تو میرے پیچھے پیچھے آؤ اور میں پادری دقیانوس کا سارا خزانہ اور مال جو اس پہاڑ میں ہے، تمہارے حوالے کر دوں گا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے انہیں سونے چاندی کے پیالوں میں شراب پیتے دیکھا ہے اور ان کے پاس ایک کنیز دیکھی ہے جو عربی کے گیت گاتی ہے۔ کاش کہ یہ پیاری آواز قرآن پڑھنے کے کام میں آئے! اور اگر تمہاری مرضی ہو تو اس خانقاہ میں جا کر چھپ رہنا یہاں تک کہ دقیانوس اپنی بیٹی کی ساتھ وہاں آئے اور تم لڑکی کو پکڑ لینا کیونکہ سوائے شاہزادے شرکان یا بادشاہ ضوء المکان کے اور کوئی اس کے قابل نہیں ہے۔

جب انہوں نے یہ باتیں سنیں تو وہ خوش ہو گئے۔ لیکن وزیر دندان کو اس کا یقین نہ آیا اور اس کی باتیں اس کی سمجھ میں نہ آئیں لیکن بادشاہ کے ڈر کی وجہ سے اس نے بڑھیا سے کچھ نہ کہا اگرچہ اس کی باتوں کا اسے یقین نہ آیا اور اس کے چہرے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس کی باتیں ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اب بڑھیا ذات الدواہی نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کر پادری آئے اور سبزہ زار پر ان لشکروں کو دیکھ کر اس کی ہمت اندر آنے کی نہ ہو۔ لہذا بادشاہ نے حکم دے دیا کہ لشکر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو جائے اور کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں اپنے ساتھ سو سوار اور بہت سے خچر لے کر اس پہاڑ کی طرف جاؤں اور خانقاہ سے سارا مال لاد لاؤں۔ اس نے حکم دیا کہ بڑا حجب فوراً حاضر ہو اور وہ حاضر ہوا اور تمام سردار اور ترک اور دیلمی آئے۔ بادشاہ نے کہا کہ صبح ہوتے ہی تم لوگ قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر دو، اور اے حجب، میں رائے اور تدبیر کے لیے تجھے اپنا نمائندہ بناتا ہوں اور اے رستم، تو جنگ میں میرے بھائی کی جگہ ہے، اور کسی سے یہ مت کہنا کہ ہم تمہارے ساتھ نہیں ہیں۔ تین دن کے بعد ہم تم سے آلیں گے۔ اس کے بعد اس نے سو سوار منتخب کیے جو بڑے سورتھے اور وہ اس کا بھائی شرکان اور وزیر دندان اور سو سوار صندوق اور خچر لے کر چل دیے تاکہ ان پر مال لاد کر لائیں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• چھیانویویں رات

جب چھیانویویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- شرکان اور اس کا بھائی ضوء المکان اور وزیر دندان اور سو سوار اس خانقاہ کی طرف روانہ ہو گئے جس کی تعریف ملعونہ ذات الدواہی نے کی تھی اور مال و دولت لادنے کے لیے اپنے ساتھ نجر اور صندوق لے لیے۔

جب صبح ہوئی تو حاجب نے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا اور وہ چل دیے اور ان کو خیال تھا کہ شرکان اور ضوء المکان اور وزیر دندان ان کے ساتھ ہیں اور یہ ان کو خبر نہ تھی کہ وہ خانقاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ تو لشکر کا قصہ ہوا۔ اب شرکان اور اس کے بھائی ضوء المکان اور وزیر دندان کا حال سنئے۔ وہ شام تک ٹھہرے رہے۔ اس اثناء میں وہ کافر لوگ جو ذات الدواہی کے ساتھ آئے تھے اس کے پاس آئے اور اس کے ہاتھ چومے اور جانے کی اجازت مانگی، اس نے اجازت دے دی اور وہ چپکے سے چلے گئے اور اس نے ان سے کہہ دیا کہ اسے اپنے حیلے کے لیے کن کن باتوں کی ضرورت ہے۔ جب رات کا اندھیرا ہوا تو بڑھیا نے ضوء المکان اور اس کے ساتھیوں سے آکر کہا کہ میرے ساتھ پہاڑ پر چلو اور تھوڑے سے لشکری اپنے ساتھ لے لو۔ انہوں نے اس کا کہنا مان لیا اور پانچ سواروں کو پہاڑ کے دامن میں چھوڑ دیا اور باقی ذات الدواہی کے ساتھ ہو لیے اور اسی خوشی کی وجہ سے اس میں اور زیادہ قوت آگئی۔ ضوء المکان نے کہا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس زاہد کو قوت عطا کی جس کی نظیر دنیا میں نہیں۔ اس اثناء میں اس چڑیل نے کبوتر کے ذریعے سے ایک خط قسطنطنیہ کے بادشاہ کو بھیجا جس میں اس نے سارا ماجرا بیان کیا اور آخر میں لکھا کہ میں چاہتی ہوں کہ تو روم کے بہادروں میں سے دس ہزار سوار میرے پاس روانہ کر اور وہ چھپ کر پہاڑ کے دامن آئیں تاکہ مسلمانوں کے

لشکر کو ان کی خبر نہ ہو اور وہ آکر خانقاہ میں چھپ جائیں اور اس بات کا انتظار کریں کہ مسلمانوں کے بادشاہ اور اس کے بھائی کے ساتھ ان کے پاس پہنچ جاؤں کیونکہ میں ان کو پھسلا کر وہاں لا رہی ہوں اور ان کے ساتھ سوائے وزیر اور سو سواروں کے اور کوئی نہیں ہے۔ میں ان کو عنقریب صلیبوں پر چڑھا دوں گی اور جو خانقاہ میں ہیں اور میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ راہب مطروحنی کو قتل کر دیا جائے کیونکہ بغیر اس کے میری چال نہیں چل سکتی۔ اگر میری چال چل گئی تو مسلمانوں میں سے ایک بھی اپنے ملک کو واپس نہ جاسکے گا اور مطروحنی کو نصرانی ملت اور صلیب کے پجاریوں پر قربان ہو جانا پڑے گا اور سارا لشکر ابتداءً اور انتہا مسیح کے لیے ہے۔ جب یہ خط قسطنطنیہ پہنچا تو کبوتروں کا داروغہ اسے بادشاہ افریدون کے پاس لایا اور اس نے خط پڑھتے ہی فوراً لشکر کو نکالا اور ہر سپاہی کو ایک ایک گھوڑا اور اونٹ اور خچر اور راہ کا توشہ دے کر حکم دیا کہ اس خانقاہ میں پہنچ جائیں اور وہ اس مشہور خانقاہ میں پہنچ کر وہاں چھپ گئے۔

یہ تو ان لوگوں کا حال ہوا۔ ادھر بادشاہ ضوع المکان اور اس کا بھائی شرکان اور وزیر دندان اور لشکر جب خانقاہ پہنچے اور اس کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے راہب مطروحنی کو دیکھا کہ وہ آگے بڑھ کر ان کا حال دریافت کرنے آ رہا ہے۔ زاہد نے کہا کہ اس ملعون کو قتل کر ڈالوں اور انہوں نے تلوار کا ایک وار کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد وہ ملعونہ ان کو اس جگہ لے گئی جہاں نذریں چڑھائی جاتی ہیں اور وہاں انہیں ایسی ایسی نایاب چیزیں ملیں جن کا ذکر بھی اس نے ان سے نہ کیا تھا اور انہوں نے ان کو اکٹھا کر کے صندوقوں میں بند کیا اور خچروں پر لادا۔ مگر مسلمانوں کے ڈر سے نہ تماثیل وہاں آئی اور نہ اس کا باپ۔ ضوع المکان اس دن 'دن بھر اس کا انتظار کرتا رہا اور پھر دوسرے دن اور پھر تیسرے دن۔ شرکان نے کہا کہ خدا کی قسم میرا دل اسلامی لشکر میں لگا ہوا ہے، معلوم نہیں کہ ان پر کیا گزری ہو گی؟ اس کے بھائی نے کہا کہ ہم سارا مال تو لے چکے ہیں اور میرا خیال ہے کہ نہ تماثیل

اس خانقاہ میں آئے گی اور نہ اور کوئی کیونکہ روم کے لشکر کی بری گت بن چکی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ خدا نے جو کچھ ہمیں دیا ہے اس پر قناعت کریں اور یہاں سے چل دیں، یقین ہے کہ قسطنطنیہ کے فتح کرنے میں خدا ہماری مدد کرے گا۔ یہ کہہ کر وہ پہاڑ سے نیچے اترے اور ذات الدواعی ان کو روک نہ سکی تاکہ ان کا فریب کھل نہ جائے اور چلتے چلتے وہ درے کے دہانے پر پہنچے جہاں بڑھیا نے دس ہزار سواروں کو کمین گاہ میں بٹھلا رکھا تھا۔ جب ان سواروں نے ان کو دیکھا تو انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کی طرف نیزے سیدھے کر لیے اور تلواریں کھینچ لیں اور کفر کے کلموں کے نعرے لگانے لگے اور اپنی غداری کے تیروں کو چلوں میں لگا لیا۔ جب ضوء المکان اور اس کے بھائی شرکان اور وزیر دندان کی نظر ان پر پڑی تو دیکھا کہ وہ بہت بڑا لشکر ہے اور وہ کہنے لگے کہ خدا جانے اس لشکر کو کس نے ہماری خبر دے دی! شرکان نے کہا کہ بھائی، یہ وقت باتیں کرنے کا نہیں ہے بلکہ شمشیر زنی اور تیر اندازی کا ہے، اپنے ارادوں کو مضبوط کر لو اور اپنے دلوں کو قوی۔ کیونکہ یہ درہ مثل ایک سڑک کے ہے جس کے دو دروازے ہیں۔ عرب و عجم کے مالک کی قسم، کہ اگر یہ جگہ تنگ نہ ہوتی تو میں ان سب کو ملیا میٹ کر دیتا خواہ ایک لاکھ سوار ہی کیوں نہ ہوتے۔ ضوء المکان نے کہا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا تو ہم پانچ ہزار سوار اپنے ساتھ لے آتے۔ وزیر دندان نے کہا کہ اگر ہمارے ساتھ دس ہزار سوار بھی ہوتے تو اس تنگ جگہ میں بیکار تھے لیکن ان لوگوں کے مقابلے میں خدا ہماری مدد کرے گا۔ میں اس درے سے بخوبی واقف ہوں کہ وہ تنگ ہے اور جانتا ہوں کہ اس میں بہت سی پناہ لینے کی جگہیں ہیں کیونکہ جب ہم نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا تو بادشاہ عمر بن النعمان کے ساتھ ہم یہاں کفار سے لڑے تھے اور یہیں قیام کیا تھا۔ یہاں کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ چلو ہم یہاں سے نکل چلیں قبل اس کے کہ کفار کا لشکر ہم پر ازدحام کرے اور ہم سے پہلے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جائے اور وہاں سے ہمارے اوپر پتھر برسائے اور ہم

ان کا کچھ نہ کر سکیں۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ جلدی سے اس درے سے نکل جائیں کہ اتنے میں زاہد نے انہیں دیکھ کر کہا کہ اس ڈرنے کے کیا معنی؟ کیونکہ تم تو اپنی جانیں خدا کی راہ میں بیچ چکے ہو۔ مجھے دیکھو کہ میں پندرہ سال زمین کے نیچے قید رہا لیکن کبھی خدا سے شکایت نہ کی کہ تو نے کیا کیا۔ تم بھی خدا کی راہ میں لڑو۔ جو تم میں سے مارا جائے گا اس کو جنت میں گھر ملے گا اور جو مارے گا اس کی عزت بڑھے گی۔

جب انہوں نے زاہد کی یہ باتیں سنیں تو ان کا غم غلط ہو گیا اور وہ ثابت قدم ہو گئے اور کفار نے ہر طرف سے ان پر دھاوا بول دیا اور تلواریں ان کی گردنوں کے ساتھ کھینے لگیں اور ان کے درمیان موت کا جام چلنے لگا اور مسلمانوں نے خدا کے حکم کے بموجب سخت جنگ کی اور دشمن کے بدن نیزوں اور تیروں سے چھلنی کر دیے۔ ضوع المکان تلوار کے وار کرتا اور سوراخوں کو نیچا دکھاتا اور پانچ پانچ دس دس کر کے ان کے سر اڑاتا تھا۔ وہ اسی حالت میں تھا کہ اس کی نظر اس ملعونہ پر پڑی کہ وہ تلوار سے ان کی طرف اشارہ کر رہی اور ان کو اکسا رہی ہے اور جو شخص ڈرتا ہے بھاگ کر اس کے پاس جاتا ہے اور وہ انہیں اشارے سے کہتی ہے کہ شرکان کو قتل کرو اور وہ ٹولیاں بنا کر اسے قتل کرنے آتے ہیں لیکن جب وہ اس پر حملہ کرتے ہیں تو وہ حملہ کر کے انہیں بھگا دیتا ہے۔ اس کے بعد دوسری ٹولی حملہ کرتی ہے اور وہ بھی پیٹھ پھیر کر بھاگتی ہے اور وہ تلوار لے کر ان کے پیچھے دوڑتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ کفار کے مقابلے میں ان کی فتح اس عابد کی برکت سے ہے اور اپنے دل میں کہتا ہے کہ خدا کی عنایت کی نظر اس عابد کی طرف ہے اور اس کی پاک نیت کی وجہ سے خدا نے میرا عزم مضبوط کر دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ مجھ سے ڈرتے ہیں اور میرے پاس نہیں پھٹکتے اور جب حملہ کرتے ہیں تو دم دبا کر بھاگتے ہیں۔ اب انہوں نے باقی دن بھی لڑتے گزارا یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ جب رات ہونے لگی

تو انہوں نے اس درے کے ایک غار میں پناہ لی کیونکہ انہیں بہت تکلیف پہنچی تھی اور پتھر آکر لگے تھے۔ اس روز ان کے پینتالیس آدمی کام آئے۔ جب وہ اکٹھا ہوئے تو انہوں نے اس زاہد کو ڈھونڈا لیکن اس کا پتہ کہیں نہ چلا۔ اس پر انہیں بہت صدمہ ہوا اور انہوں نے خیال کیا کہ شاید وہ شہید ہو گیا۔ شرکان نے کہا کہ میں نے دیکھا تھا کہ وہ ربانی اشاروں سے سواروں کے دل بڑھا رہا ہے اور رحمانی نشانیوں سے ان کو پناہ میں لے رہا ہے۔

وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ ملعونہ ذات الدواعی ان کے سامنے پہنچی۔ اس کے ہاتھ میں بڑے سردار کا سر تھا جو بست ہزاری تھا اور بڑا ظالم اور بدکردار اور مردود شیطان تھا۔ اسے ایک ترک نے تیر سے مارا تھا اور خدا نے اس کو بہت جلد جہنم واصل کر دیا تھا۔ جب کفار نے دیکھا کہ اس مسلمان نے ان کے سردار کے ساتھ کیا کیا تو سب کے سب اس کے اوپر ٹوٹ پڑے اور اسے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور خدا نے اسے فوراً جنت میں داخل کر دیا۔ اس ملعونہ نے اس کا سر کاٹ کر شرکان اور بادشاہ ضوء المکان اور وزیر دندان کے سامنے لا کر پھینک دیا۔ جب شرکان نے یہ دیکھا تو وہ کود کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے عابد مجاہد اور زاہد، خدا کا شکر ہے کہ ہم نے تجھے صحیح سلامت پھر دیکھا۔ اس نے جواب دیا کہ بیٹا، میں چاہتا تھا کہ آج مجھے شہادت نصیب ہو اور میں کفار کے لشکر میں پل پڑا تھا لیکن وہ مجھ سے ڈر کر بھاگتے تھے۔ جب دونوں لشکر جدا ہونے لگے تو مجھے رشک آیا اور میں نے ان کے بڑے سردار پر جو ان کا سپہ سالار تھا حملہ کر دیا جو ایک ہزار سواروں کا مقابلہ کر سکتا تھا اور اس کے سر کو بدن سے جدا کر دیا اور کفار میں سے کسی کی یہ ہمت نہ پڑی کہ میرے نزدیک پھٹکے اور یہ اس کا سر حاضر ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ستانویوں رات

جب ستانویوں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب ملعونہ ذات الدواہی بیست ہزاری سردار کا سر لائی تو اسے ضوۃ المکان اور اس کے بھائی شرکان اور وزیر دندان کے سامنے لا کر پھینک دیا اور کہنے لگی کہ جب میں نے تمہاری حالت دیکھی تو مجھے تم پر رشک آیا اور میں نے ان کے بڑے سردار پر حملہ کر دیا اور تلوار سے وار کر کے اس کا سر اڑا دیا اور کسی کافر کی ہمت نہ پڑی کہ میرے پاس پھلے۔ اب وہ سر لے کر میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ تمہارے دل جہاد کے لیے مضبوط ہو جائیں اور تم اپنی تلواروں سے خدا کو راضی کر لو۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم جہاد میں مشغول ہو اور میں تمہارے لشکر کے پاس جاؤں، خواہ وہ قسطنطنیہ ہی میں کیوں نہ ہوں، اور وہاں سے بیس ہزار سوار لا کر ان کافروں کا قلع قمع کرا دوں۔ شرکان نے کہا کہ اے زاہد، تو کس طرح جائے گا؟ وادی کے چاروں طرف تو کفار گھیرا ڈالے پڑے ہیں۔ ملعونہ نے کہا کہ خدا مجھے ان کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گا اور وہ مجھے نہ دیکھ سکیں گے اور اگر کسی نے مجھے دیکھا بھی تو وہ میرے پاس آنے کی جسارت نہ کرے گا کیونکہ میں اس وقت فنا فی اللہ ہوں گا اور خدا میری طرف سے اپنے دشمنوں سے لڑے گا۔ شرکان نے کہا کہ اے زاہد، تو سچ کہتا ہے کیونکہ میں نے خود اس کا مشاہدہ کیا ہے، اور اگر تو شام ہی سے جاسکے تو یہ ہمارے لیے بہتر ہو گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں ابھی جاتا ہوں اور اگر تو چاہتا ہے کہ میرے ساتھ چلے اور تجھے کوئی نہ دیکھ سکے تو اٹھ، اور اگر تیرا بھائی بھی ہمراہ ہونا چاہے تو ہم اس کو بھی ساتھ لے چلیں گے لیکن کسی اور کو نہیں کیونکہ ولی اللہ دو سے زیادہ کو نہیں چھپا سکتا۔ شرکان نے کہا کہ میں تو اپنے ساتھیوں کو نہیں چھوڑ سکتا لیکن اگر میرا بھائی اس پر راضی ہو جائے تو مضائقہ نہیں کہ وہ تیرے ساتھ جائے اور اس مصیبت سے اسے چھٹکارا

ملے کیونکہ وہ مسلمانوں کا پشت و پناہ ہے اور خدا کی تلوار۔ اگر وہ چاہے تو وزیر دندان کو اپنے ساتھ لیتا جائے یا کسی اور کو ان منحوسوں کے مقابلے کے لیے ہمارے پاس دس ہزار سوار بھیج دے۔ سب لوگ مشورہ کر کے اس رائے سے متفق ہو گئے۔ اس کے بعد بڑھیا نے کہا کہ مجھے پہلے جانے دو تا کہ میں دیکھ آؤں کہ کافر سو رہے یا جاگ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی تیرے ساتھ چلیں گے اور خدا پر بھروسہ کریں گے۔ اس نے کہا کہ اگر میں تمہارا کہنا مانوں تو پھر مجھے الزام نہ دینا بلکہ خود اپنے آپ کو۔ میری رائے ہے کہ تم مجھے ان کی خبر لے آنے دو۔ شرکان نے کہا کہ تو جا اور ہماری وجہ سے دیر مت کر، ہم تیرا انتظار کریں گے۔ ذات الدواہی چل دی اور اس کے جانے کے بعد شرکان نے اپنے بھائی سے اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر یہ زاہد بڑی کرامت والا نہ ہوتا تو اس ظالم سردار کو کبھی قتل نہ کر سکتا۔ اس زاہد کی کرامت یہی کافی ہے کہ اس نے اس سردار کو قتل کر کے کفار کی شان و شوکت مٹا دی، کیونکہ وہ ظالم، پر غرور اور مردود شیطان تھا۔

وہ زاہد کی یہی کرامتیں بیان کر رہے تھے کہ ملعونہ ذات الدواہی آ پہنچی اور اس نے دعویٰ کیا کہ تمہیں کافروں پر فتح ملے گی۔ انہوں نے اس پر زاہد کا شکریہ ادا کیا کیونکہ ان کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ محض حیلہ اور فریب ہے۔ اس ملعونہ نے پوچھا کہ جہاں پناہ ضوء المکان کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حاضر ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ اپنے ساتھ وزیر کو لے لے اور میرے پیچھے پیچھے آ تا کہ ہم قسطنطنیہ چلیں۔ ذات الدواہی کفار سے کہہ آئی تھی کہ وہ کیا چال چل رہی ہے اور اس پر وہ بے حد خوش تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہمارا دل اس وقت تک ٹھنڈا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم اپنے سردار کے بدلے ان کے بادشاہ کو قتل نہ کر لیں کیونکہ اس سردار سے بڑھ کر کوئی شہسوار ہمارے پاس نہ تھا۔ جب اس منحوس بڑھیا ذات الدواہی نے ان سے کہا تھا کہ میں مسلمانوں کے بادشاہ کو تمہارے پاس لا رہی ہوں تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ جب تو اسے ہمارے پاس لائے گی تو ہم اسے بادشاہ افریدون کے پاس لے جائیں

گے۔ اب بڑھیا ذات الدواہی آگے آگے چلی اور ضوء المکان اور وزیر دندان پیچھے پیچھے ہو لیے اور اس نے کہا کہ چلو، خدا تمہیں برکت دے! ان دونوں نے کہا کہ بسم اللہ اور قضا اور قدر کا تیر ان کے آگے۔ بڑھیا ان کے ساتھ چلتے چلتے رومیوں کے لشکر کے بیچ میں پہنچ گئی جو اس تنگ درے میں تھا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اور کفار ان کو دیکھتے اور ان سے کچھ نہ کہتے کیونکہ اس ملعونہ نے ان کو یہ پٹی پڑھا دی تھی۔ جب ضوء المکان اور وزیر دندان نے کفار کے لشکر کو دیکھا کہ وہ ان کو دیکھ رہے ہیں مگر کچھ نہیں کرتے تو وزیر دندان نے کہا کہ بے شک یہ اس زاہد کی کرامت ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ خدا کے خاص بندوں میں سے ہے۔ ضوء المکان نے کہا کہ واللہ، میرے خیال میں کفار اندھے ہو گئے ہیں کیونکہ ہم ان کو دیکھتے ہیں اور وہ ہمیں نہیں دیکھتے۔ وہ ابھی زاہد کی تعریف اور اس کی کرامتوں اور نہد اور عبادت کا ذکر کر ہی رہے تھے کہ کفار ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو گھیر کر پکڑ لیا اور کہنے لگے کہ کیا تمہارے ساتھ اور بھی کوئی ہے؟ ہم اسے بھی گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ وزیر دندان نے کہا کہ کیا تمہیں یہ شخص نظر نہیں آتا جو ہمارے سامنے کھڑا ہے؟ لیکن کفار نے جواب دیا کہ مسیح اور راہبوں اور بڑے پادری اور پوپ کی قسم ہمیں سوائے تمہارے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ ضوء المکان نے کہا کہ واللہ ہمارے اوپر خدا کا قہر نازل ہوا ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• اٹھانوویں رات

جب اٹھانوویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب کفار نے بادشاہ ضوع المکان اور وزیر دندان کو گرفتار کر لیا تو وہ ان سے کہنے لگے کہ تمہارے ساتھ اور بھی کوئی ہے تاکہ ہم اس کو بھی پکڑ لیں؟ وزیر دندان نے کہا کہ کیا تمہیں یہ تیسرا شخص دکھائی نہیں دیتا جو ہمارے ساتھ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مسیح اور راہبوں اور لاٹ پادری اور پوپ کی سچائی کی قسم، ہمیں سوائے تم دو کے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ کہہ کر کفار نے ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور رات کے لیے ان پر پہرے دار مقرر کر دیئے اور بڑھیا ذات الدواہی وہاں سے چلتی ہوئی۔ وہ افسوس کرنے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ بزرگوں کا کہنا نہ ماننے سے اس سے بھی زیادہ مصیبت آتی ہے اور اس کی سزا یہ آفت ہے جو ہمارے اوپر نازل ہوئی۔

یہ تو ضوع المکان اور وزیر دندان کی سرگزشت ہوئی۔ ادھر جب شرکان جاگا اور صبح نمودار ہوئی تو وہ اٹھا اور اس نے فجر کی نماز پڑھی اور پھر وہ اپنے لشکریوں کو لے کر کفار سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا اور ان کے دل مضبوط کیے اور ان کے ساتھ ہر طرح کی نیکی کرنے کا وعدہ کیا، اور وہ چل کھڑے ہوئے اور یہاں تک کہ کفار کے پاس آ پہنچے۔ جب کفار کی نظر ان پر پڑی تو وہ دور سے پکار اٹھے کہ اے مسلمانو، ہم نے تمہارے بادشاہ اور اس کے وزیر کو جو تمہارا منتظم ہے گرفتار کر لیا ہے اور اگر تم ہم سے جنگ کرنے سے باز نہ آؤ گے تو ہم تم سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ اور اگر تم اپنے آپ کو حوالہ کر دو گے تو ہم تمہیں اپنے بادشاہ کے پاس لے چلیں گے اور وہ تم سے اس شرط پر صلح کرے گا کہ تم ہمارے ملک سے نکل جاؤ اور اپنے ملک کو چلے جاؤ، اور نہ تم ہمیں نقصان پہنچاؤ اور نہ ہم نقصان پہنچائیں۔ اگر تم نے یہ شرط بخوشی منظور کر لی تو اس میں تمہارا فائدہ ہے اور اگر تم نے انکار کیا تو سوائے قتل کے

چاہ نہیں۔ ہم اب تمہیں ساری باتیں سمجھا چکے ہیں، اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ جب شرکان نے ان کی باتیں سنیں تو اسے یقین آ گیا کہ اس کا بھائی اور وزیر دندان گرفتار ہو گئے ہیں تو اسے بے حد رنج ہوا اور وہ رونے لگا اور اس کی قوت سلب ہو گئی اور اسے موت کا یقین آ گیا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ آخر ان کے گرفتار ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے! کیا ان سے زاہد کے حق میں کوئی بے ادبی سرزد ہوئی ہے یا انہوں نے اس کا کہنا نہیں مانا اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ اس کے بعد مسلمان کفار کے ساتھ جنگ میں مشغول ہو گئے اور ان کے بہت سے آدمی قتل کیے اور اس روز بہادر اور بزدل میں فرق معلوم ہو گیا اور تلواریں اور نیزے خون میں رنگ گئے اور ان پر کفار اس طرح گرتے تھے جیسے شراب پر کھیاں ہر طرف سے گرتی ہیں۔ شرکان اور اس کے ساتھی موت سے نڈر ہو کر لڑتے تھے یہاں تک کہ وادی میں خون بننے لگا اور زمین مقتولوں سے بھر گئی۔

جب رات ہوئی تو دونوں لشکر علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے اور مسلمان پھر اسی غار میں لوٹ کر آئے اور اپنے فائدے اور نقصان کا جائزہ لیا اور انہیں معلوم ہوا کہ اب ان میں سے بہت کم باقی رہ گئے ہیں اور سوائے خدا اور تلوار کے اور کسی پر بھروسہ نہیں کیونکہ اس دن ان کے پینتیس بڑے بڑے شہسوار شہید ہو چکے تھے اور انہوں نے اپنی تلواروں سے کئی ہزار پیادوں اور سواروں کا کام تمام کر دیا تھا۔ جب شرکان نے یہ دیکھا تو وہ دل تنگ ہوا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو خدا کی مرضی ہے وہی ہو گا۔ جب دوسرا دن ہوا تو شرکان نے اپنے باقی ساتھیوں سے کہا کہ اگر تم آج جنگ کے لیے جاؤ گے تو تم میں سے ایک بھی بچ کر نہ لوٹے گا کیونکہ ہمارے پاس بہت تھوڑا کھانا پینا رہ گیا ہے۔ اب یہ رائے مجھے ٹھیک معلوم ہوتی ہے کہ تم لوگ تلواریں کھینچ کر اس غار کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ تاکہ اگر کوئی تم پر حملہ کرے تو تم اپنے آپ کو بچا سکو۔ غالباً زاہد

مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا ہو گا اور دس ہزار سوار لا رہا ہو گا جو کفار سے لڑنے میں ہماری مدد کریں گے اور غالباً کفار اسے اور اس کے ساتھیوں کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ رائے ٹھیک ہے اور اس کے درست ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اب لشکر نکل کر غار کے دروازے پر آ گیا اور لوگ اس کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے اور جو کافر وہاں آتا وہ اسے قتل کر دیتے اور دروازے کے پاس پھٹکنے نہ دیتے اور وہ کفار کے مقابلے میں جے رہے یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا اور رات کا اندھیرا چھا گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• ننانویں رات

جب ننانویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- مسلمانوں کا لشکر غار کے دروازے پر آکر اس کے دونوں طرف کھڑا ہو گیا اور کفار کو پاس پھٹکنے نہ دیتا تھا اور جو کوئی حملہ آور ہوتا تو قتل کر دیا جاتا اور مسلمان ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ دن ختم ہو گیا اور رات کا اندھیرا چھا گیا، اور شرکان کے پاس محض پچیس آدمی رہ گئے۔ کفار کہنے لگے کہ نہ معلوم یہ جنگ کب ختم ہو گی کیونکہ ہم مسلمانوں سے لڑتے لڑتے تھک گئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ چلو ہم ان پر دھاوا بول دیں کیونکہ اب ان کے ساتھ محض پچیس نفر باقی رہ گئے ہیں۔ اگر ہم ان کو زیر نہ کر سکتے تو ہم آگ جلا کر ان کو تباہ کر دیں گے۔ اس کے بعد اگر انہوں نے ہار مان لی اور اپنے آپ کو حوالے کر دیا تو ہم انہیں گرفتار کر لیں گے اور اگر نہ مانا تو ہم انہیں آگ میں جل جانے دیں گے تاکہ سمجھ دار لوگ ان سے عبرت حاصل کریں اور مسیح ان کے آباؤ اجداد پر رحم نہ کرے اور نہ عیسائیوں کی جنت میں انہیں جگہ دے۔ یہ کہہ کر وہ لکڑیاں لائے اور غار کے منہ پر رکھ کر ان میں آگ لگا دی اور شرکان اور اس کے ساتھیوں کو مرنے کا یقین ہو گیا اور انہوں نے اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ وہ اسی حالت میں تھے کہ ان کے رئیس نے اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر کہا جس نے مسلمانوں کو قتل کرنے کو مشورہ دیا تھا کہ ان کو محض افریدون بادشاہ کے پاس قتل کیا جاسکتا ہے تاکہ اس کے دل کی بھڑاس نکل جائے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم انہیں قیدی رکھیں اور کل ان کو لے کر قسطنطنیہ جائیں اور بادشاہ افریدون کے حوالے کر دیں اور اس کا جو جی چاہے ان کے ساتھ کرے۔ لوگوں نے کہا کہ بس یہی ٹھیک رائے ہے اور ان کی مشکلیں باندھ کر ان پر پرے دار مقرر کر دیئے۔ جب رات زیادہ ہوئی تو کافر کھیل کود اور کھانے پینے میں مشغول

ہوئے، اس کے بعد انہوں نے شراب منگوائی اور اتنی پی کہ سب کے سب لیٹ گئے اور شرکان اور اس کا بھائی مقید تھے اور علیٰ ہذا لقیاس دوسرے سورا بھی۔

اب شرکان کی نظر اپنے بھائی پر پڑی اور اس نے کہا کہ اے بھائی، اب چھٹنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ ضوء المکان نے کہا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں، ہماری حالت تو ایسی ہے جیسے پنجرہ میں چڑیاں۔ شرکان غصے میں بھرا بیٹھا تھا اور طیش کے مارے الٹی سانس لے رہا تھا۔ اب اس نے زور لگایا اور بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔ جب وہ آزاد ہو گیا تو پہرے داروں کے چودھری کے پاس گیا اور اس کی جیب سے کنجیاں نکالیں اور ضوء المکان اور وزیر دندان اور باقی قیدیوں کو چھڑایا اور اپنے بھائی اور وزیر دندان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ پہرے داروں میں سے تین کو قتل کر ڈالوں اور ان کے لباس لے کر ہم تینوں پہن لیں اور اس رومی لباس کے ساتھ ان کے درمیان میں سے نکل چلیں تاکہ وہ ہم کو پہچان نہ سکیں اور ہم اپنے لشکر میں پہنچ جائیں۔

ضوء المکان نے کہا کہ یہ رائے مجھے ٹھیک نہیں معلوم ہوتی کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ہم انہیں قتل کریں گے تو کوئی نہ کوئی ان کی آواز سن لے گا اور کفار کو متنبہ کر دے گا اور وہ ہمیں مار ڈالیں گے۔ صائب رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم اس درے سے نکل چلیں۔ اس رائے کو سب لوگوں نے مان لیا۔ جب وہ درے سے ذرا فاصلے پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ کچھ گھوڑے بندھے ہوئے ہیں اور سوار سو رہے ہیں۔ شرکان نے اپنے بھائی سے کہا کہ چلو ہم سب ان میں سے ایک ایک گھوڑا لے لیں کیونکہ ان سواروں کی تعداد بھی پچیس تھی اور خدا نے اپنی کسی حکمت کی بنا پر انہیں نیند میں غرق کر رکھا تھا۔ اس کے بعد شرکان نے کفار کے اسلحہ میں سے اتنی تلواریں اور نیزے لے لیے جس قدر کہ ان کو ضرورت تھی اور ان کے گھوڑوں پر سوار ہو کر چل دیئے۔

کافر اس گمان میں تھے کہ ضوء المکان اور اس کے بھائی اور ان کے ساتھیوں کو کوئی چھڑا نہیں سکتا اور نہ وہ بھاگ سکتے ہیں۔ جب وہ قید سے رہا ہو کر امن و امان میں پہنچ

گئے تو شرکان اپنے دوسرے ہمراہیوں سے جا ملا اور دیکھا کہ وہ اس کے انتظار میں ہیں اور سخت بے چین اور بے حد پریشان ہیں۔ شرکان ان کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ ڈرو مت کیونکہ خدا نے ہمیں بچا لیا ہے۔ اب میری یہ رائے ہے، اور غالباً وہ ٹھیک ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ تم سب کے سب پہاڑ پر چڑھ جاؤ اور یک زبان ہو کر تکبیر کا نعرہ لگاؤ اور کہو کہ اسلامی لشکر آ پہنچا۔ جب ہم سب ایک ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ لگائیں گے تو وہ تتر بتر ہو جائیں گے اور کوئی ترکیب ان کی سمجھ میں نہ آئے گی کیونکہ وہ سب بدمست ہیں۔ یہ یہی خیال کریں گے کہ مسلمانوں کے لشکر نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا اور ان میں پل پڑے ہیں، اس لیے وہ آپس میں ایک دوسرے کو تلواروں سے مارنے لگیں گے کیونکہ نشہ اور نیند ان پر غالب ہے، اور خود انہیں کہ تلواروں سے ان کا کام تمام ہو جائے گا اور دن چڑھے تک وہ تلواریں چلاتے رہیں گے۔ ضوء المکان نے کہا کہ یہ رائے ٹھیک نہیں ہے بلکہ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے لشکر کی طرف چل دیں اور بالکل زبان نہ کھولیں کیونکہ اگر ہم نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا تو وہ جاگ اٹھیں گے اور ہم پر حملہ کر دیں گے اور ہم میں سے کوئی نہ بچے گا۔ شرکان نے کہا کہ اگر وہ جاگ پڑے تو ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری یہ رائے مان لو، اس میں خیریت ہے۔ ان سب نے مان لیا اور پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور تکبیر کا نعرہ لگایا اور خدا کے خوف سے پہاڑ اور درخت اور پتھر بھی نعرہ لگانے لگے، اور کفار یہ تکبیر سن کر شور مچانے لگے۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پوری سوویں رات

جب پوری سوویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- شرکان نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ اس رائے میں میرا ساتھ دو اور اس میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ انہوں نے مان لیا اور پہاڑ پر چڑھ کر تکبیر کا نعرہ بلند کر دیا اور خدا کے خوف سے پہاڑ اور درخت اور پتھر بھی ان کے ساتھ نعرہ لگانے لگے۔ کفار نے جب یہ سنا تو وہ ایک دوسرے کو شور مچا کر جگانے لگے اور سب نے ہتھیار باندھ لیے اور چلا اٹھے کہ مسیح کی سچائی کی قسم، دشمن ہم پر آ پڑے ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیا اور ان میں سے اتنے مارے گئے کہ ان کی گنتی سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ جب دوسرا دن ہوا تو وہ قیدیوں کو ڈھونڈنے لگے لیکن ان کا نشان تک نہ پایا۔ اس پر ان کے سرداروں نے کہا کہ یہ ساری کر توت انہیں قیدیوں کی ہے جو ہمارے پاس تھے، لہذا ان کا پیچھا کرو اور ان تک پہنچ کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دو اور بالکل مت ڈرو۔ یہ سن کر وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور ان کے پیچھے دوڑے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کو آ گھیرا۔ جب ضواء المکان نے یہ دیکھا تو وہ اور بھی ڈرا اور اپنے بھائی سے کہنے لگا کہ جس چیز کا مجھے ڈر تھا وہ سامنے آ گئی اور اب سوائے اس کے کوئی چاہہ نہیں کہ ہم جماد بول دیں۔ یہ سن کر شرکان چپ ہو گیا اور ضواء المکان نے پہاڑ پر سے اتر کر تکبیر کا نعرہ لگایا اور سب لوگوں نے اس میں اس کا ساتھ دیا اور اپنے اوپر جماد فرض کر لیا اور اپنی جانوں کو خدا کی عبادت کے لیے رہن کر دیا۔

وہ اسی حالت میں تھے کہ ان کو لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور رسول اللہ پر درود و سلام کی آوازیں سنائی دیں۔ جب وہ ان کی آوازوں کی طرف ملتفت ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی فوجیں اور موحدین کے لشکر آ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کے دل

مضبوط ہو گئے اور شرکان نے کفار پر حملہ کر دیا اور اس نے اور اس کے مسلمان ساتھیوں نے تکبیر اور تہلیل کے نعرے بلند کیے اور زمین اس کے زلزلے سے کانپ اٹھی اور کفار کا لشکر پہاڑ پر منتشر ہو گیا اور مسلمانوں نے تلواروں اور نیزوں سے ان کا پیچھا کیا اور ان کے سر بدنوں سے اڑا دیئے۔ ضواء المکان اور اس کے مسلمان بھائی برابر کفار کی گردنیں اڑا رہے تھے کہ دن ختم ہو گیا اور رات کا اندھیرا چھا گیا۔ اب مسلمان اکٹھا ہوئے اور رات بھر ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے رہے۔ جب صبح ہوئی اور روشنی پھیلی تو انہوں نے دیکھا کہ دیلمیوں کا سردار بہرام اور ترکوں کا سردار رستم بیس ہزار سواروں کے ساتھ جو شیروں کی طرح ہیں چلے آ رہے ہیں۔ جب ان کی نظر ضواء المکان پر پڑی تو سواروں نے پیادہ ہو کر اس کو سلام کیا اور اس کے آگے زمین بوس ہوئے۔ ضواء المکان نے ان سے کہا کہ خوش ہو کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور کفار ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے کو اپنی سلامتی اور قیامت کے دن کے ثواب پر مبارک باد دینے لگے۔

اسلامی لشکر کے اس جگہ پہنچنے کہ وجہ یہ ہوئی کہ جب امیر بہرام اور امیر رستم اور بڑا حاجب مسلمانوں کے لشکر کو لے کر جھنڈوں کو لہراتے ہوئے قسطنطنیہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ کفار نے شہر پناہ پر چڑھ کر برجوں اور قلعوں پر قبضہ کر لیا ہے اور جوں ہی انہوں نے سنا کہ اسلامی لشکر اور محمدی جھنڈے آ رہے ہیں تو ساری گڑھیاں لڑائی کے سامان سے آراستہ کر دیں اور جب انہوں نے ہتھیاروں کی جھنکاریں اور شور و غل سنا تو انہوں نے دیکھا کہ مسلمان آ رہے ہیں اور گرد کے نیچے سے گھوڑوں کی آواز آ رہی ہے کیونکہ وہ ٹڈیوں کی طرح منتشر اور بادلوں کی طرح برس رہے تھے اور انہوں نے مسلمانوں کو قرآن پڑھتے اور خدا کی تسبیح کرتے سنا۔ اور جو کچھ بڑھیا ذات الدواہی نے اپنے مکر اور فریب اور بہتان اور شرارت سے کیا تھا اس کی خبر کفار کو ہو گئی تھی۔ جب وہ کفار کے لشکر کے قریب آئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس میں اتنے پیادے اور سوار اور عورتیں اور لڑکے ہیں کہ وہ اہلتے ہوئے سمندر کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

یہ دیکھ کر ترکوں کے امیر نے دیلمیوں کے امیر سے کہا کہ اے امیر، ہمیں دشمن سے جو شہر پناہ کے اوپر ہے اندیشہ ہے۔ دیکھ ان برجوں کو اور ان لوگوں کو جو متلاطم سمندر کی طرح ہیں۔ ان کی تعداد ہم سے سو گنی ہے اور ہمیں اس طرف سے اطمینان نہیں ہے کہ کسی جاسوس نے ان کو یہ خبر نہ پہنچا دی ہو کہ بادشاہ ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ ہمیں دشمن سے یوں بھی اندیشہ ہے کیونکہ وہ بے شمار ہیں اور جن کو ہمیشہ مدد پہنچ سکتی ہے اور ہمارے ساتھ نہ بادشاہ ضوع المکان ہے اور نہ اس کا بھائی اور نہ عالی قدر وزیر دندان۔ اس وجہ سے وہ ان کی غیبت کا فائدہ اٹھا کر ہمارے مقابلے میں باہمت ہو جائیں گے اور تلوار سے ہمارا بالکل قلع قمع کر دیں گے اور ہم میں سے ایک بھی نہ بچے گا۔ میری رائے یہ ہے کہ تو موصل والوں اور ترکوں میں سے دس ہزار سوار لے کر ہمارے ساتھیوں کی تلاش میں مطروحنی کی خانقاہ اور ملوفا کے سبزہ زار کو جا۔ اگر تم نے میرا کہنا مان لیا اور روانہ ہو گئے تو اس میں بھلائی ہے ورنہ کفار ضرور ان کو دبا رہے ہوں گے اور تم ان کے چھٹکارے کا سبب ہو گے، اور اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو پھر مجھ پر ملامت نہ کرنا۔ اور اگر تم جاؤ تو جلد ہمارے پاس واپس آنا کیونکہ بدگمانی دانشمندی کی دلیل ہے۔ دیلمیوں کے سردار نے اس کی بات مان لی اور دونوں سرداروں نے بیس ہزار سوار منتخب کیے اور وہ راستوں کو طے کرتے اس سبزہ زار اور خانقاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ تھا ان کے آنے کا سبب۔

اب بڑھیا ذات الدواہی کا حال سنئے۔ جب وہ بادشاہ ضوع المکان اور اس کے بھائی شرکان اور وزیر دندان کو کفار کے حوالے کر چکی تو اس بیسوا نے ایک گھوڑا لیا اور اس پر سوار ہوئی اور کفار سے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ مسلمانوں کے لشکر میں جا کر ان کو تباہ کرنے کا کوئی حیلہ کروں کیونکہ وہ قسطنطنیہ پہنچ چکے ہیں اور ان سے کہوں کہ تمہارے ساتھی قتل ہو چکے ہیں۔ جب وہ مجھ سے یہ خبر سنیں گے تو وہ تتر بتر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میں قسطنطنیہ کے بادشاہ افریدوں اور اپنے بیٹے روم کے بادشاہ حردوب کے پاس جا کر یہ خبر پہنچاؤں گی اور وہ دونوں اپنے لشکر لے کر مسلمانوں پر حملہ کر

دیں گے اور ان کو ایسا تباہ کریں گے کہ ان میں سے ایک بھی نہ بچے گا۔ یہ کہہ کر وہ رات بھر گھوڑے پر چلتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو اسے بہرام اور رستم کا لشکر دکھائی دیا اور وہ ایک جھاڑی میں چھپ گئی اور اپنا گھوڑا بھی وہیں چھپا دیا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے نکل کر آہستہ آہستہ چلنے لگی اور اپنے دل میں کہتی جاتی تھی کہ شاید مسلمانوں کے لشکر قسطنطنیہ کی لڑائی سے بھاگ کر آ رہے ہیں۔ جب وہ ان کے قریب پہنچی اور انہیں دیکھا اور ان کے جھنڈوں پر غور کیا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ شکستہ نہیں ہیں اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ بغیر بھاگے اور بے ڈرے اپنے بادشاہ اور ساتھیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ ان کی طرف مردو شیطان کی طرح تیز تیز دوڑی اور ان کے پاس پہنچ کر ان سے کہنے لگی کہ اے خدائی لشکر والو، فوراً جاؤ اور شیطانی گروہ کے ساتھ جماد کرو۔ جب بہرام نے اسے دیکھا تو وہ اس کی طرف بڑھا اور گھوڑے سے اتر کر اس کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور اس سے کہا کہ ولی اللہ، تو انہیں کس حال میں چھوڑ کر آیا ہے؟ اس نے کہا کہ کچھ مت پوچھ کہ ان کا حال کیسا بدتر ہے اور وہ کس مصیبت میں گرفتار ہیں کیونکہ جب ہمارے ساتھیوں نے مطروحنی کی خانقاہ سے مال و دولت لے کر قسطنطنیہ کا رخ کیا تو ان کے اوپر کفار کا ایک زبردست لشکر ٹوٹ پڑا۔ اس کے بعد اس ملعونہ نے ان کے ڈرانے کو ان سے سارا قصہ بیان کر دیا اور کہا کہ اکثر ان میں سے مارے گئے ہیں اور سوائے پچیس آدمیوں کے اور کوئی نہیں بچا۔

بہرام نے کہا کہ اے زاہد، تو ان سے کب جدا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اسی رات۔ بہرام نے کہا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے تیرے لیے زمین کو لپیٹ دیا حالانکہ تو پیدل چل رہا ہے اور تیرے ساتھ ہاتھ میں محض کھجور کی ایک ٹہنی ہے، لیکن تو ضرور ان اولیاء میں سے ہے جو اڑتے ہیں اور جن پر وحی کا الہام ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور ان جھوٹ اور دغا بازی کی باتوں سے جو اس نے سنی تھیں حیران اور پریشان تھا اور کہنے لگا کہ لاحول ولا قوہ الا باللہ، ہماری دوڑ دھوپ

بیکار ہو گئی اور ہمارا دل بیٹھ گیا اور ہمارا بادشاہ پکڑا گیا اور اس کے ہمراہی گرفتار ہو گئے۔ اس کے بعد وہ دن رات مارا مار بھاگتے رہے اور صبح کے وقت وہ درے کے منہ پر پہنچ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ضواء المکان اور اس کا بھائی تکبیر اور تھلیل اور رسول اللہ پر درود اور سلام کے نعرے لگا رہے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی اس نے اور اس کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا اور کفار کو اس طرح گھیر لیا جیسے کہ سیلاب بیابان کو اور ان کے اوپر کڑکنے لگے جس سے بہادر ڈر گئے اور پہاڑ گونج اٹھے۔ جب سویرا ہوا اور روشنی پھیل گئی اور صبح کی نسیم نے ضواء المکان کی خوشبو ان تک پہنچائی اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو پہچانا تو جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے انہوں نے ضواء المکان اور اس کے بھائی شرکان کے آگے زمین کو بوسہ دیا۔ شرکان نے وہ تمام واقعہ بیان کیا جو ان کو غار میں پیش آیا تھا۔ جس پر انہیں تعجب ہوا اور انہوں نے کہا کہ اب ہمارے ساتھ جلد قسطنطنیہ چلو کیونکہ ہم اپنے ساتھیوں کو وہاں چھوڑ آئے ہیں اور ہمارا دل انہیں میں لگا ہوا ہے۔ لہذا وہ تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے اور خدا پر بھروسہ کیا اور ضواء المکان نے مسلمانوں کا دل مضبوط کیا اور اسے اس کے بھائی شرکان نے سلامتی پر مبارک باد دی اور اس کی کارگزاری کا شکریہ ادا کیا۔ اب وہ تیزی کے ساتھ چلنے لگے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو ایک ویں رات

جب ایک سو ایک ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- شرکان نے اپنے بھائی ضوء المکان کو سلامتی پر مبارک باد دی اور اس کی کارگزاری کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد وہ اپنے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ تو ان کا حال ہوا، اب بڑھیا ذات الدواہی کا قصہ سنئے۔ بہرام اور رستم کے لشکر سے ملنے کے بعد وہ اس جھاڑی میں واپس گئی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے تیزی سے دوڑایا یہاں تک کہ وہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گئی جو قسطنطنیہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ وہاں وہ اتر پڑی اور اپنے گھوڑے کی باگ تھام کر حاجب کے خیمے میں پہنچی۔ جب حاجب نے اسے دیکھا تو وہ کھڑا ہو گیا اور اشارے سے اسے مرحبا کہا اور پھر خبر پوچھی۔ اس نے جھوٹ اور دروغ آمیز خبر اسے بھی سنا دی اور کہنے لگی کہ مجھے امیر رستم اور امیر بہرام کی جان کا اندیشہ ہے کیونکہ میں ان سے راستے میں ملا تھا جب وہ لشکر کے ساتھ تھے اور ان کو بادشاہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس روانہ کر آیا ہوں۔ ان کے ساتھ بیس ہزار سوار ہیں مگر کفار کی تعداد ان سے زیادہ ہے لہذا اب میں یہ چاہتا ہوں کہ تو بہت جلد اپنا کل لشکر ان کے پاس بھیج دے ورنہ وہ سب کے سب مارے جائیں گے۔ آخر میں اس نے کہا کہ جلدی کر۔ جب حاجب دوسرے مسلمانوں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو ان کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ رونے لگے۔ لیکن ذات لدواہی نے ان سے کہا کہ خدا سے مدد مانگو اور اس مصیبت پر صبر کرو، تمہارے پاس محمدی امت کے بزرگوں کی مثالیں موجود ہیں، جو شہید ہو گا اس کے لیے خدا نے مخلوق والی جنت تیار کر رکھی ہے۔ مرنا تو ہر ایک کو ہے لیکن جہاد میں مرنا بہتر ہے۔ جب حاجب نے ملعونہ ذات الدواہی کی باتیں سنیں تو اس نے امیر بہرام کے بھائی کو بلوایا جو بڑا شہسوار تھا اور جس کا نام ترکاش تھا اور اس کے لیے دس ہزار بہادر شیر

دل سواروں کو منتخب کر کے کوچ کا حکم دے دیا اور وہ دن بھر اور رات بھر چلنے کے بعد مسلمانوں کے قریب پہنچ گئے۔ جب صبح نمودار ہوئی تو شرکان نے گرد اٹھتی ہوئی دیکھی تو اسے مسلمانوں کے متعلق اندیشہ ہوا اور وہ کہنے لگا کہ یہ لشکر ہماری طرف آ رہا ہے، اگر وہ مسلمانوں کا لشکر ہے تو یہ ہمارے لیے ضرور فتح کا باعث ہے اور اگر یہ کفار ہیں تو تقدیر سے چاہہ نہیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھائی ضوء المکان کے پاس آکر کہا کہ ڈریو مت کیونکہ میں اپنی جان قربان کر کے تجھے تباہی سے بچاؤں گا۔ اگر یہ لوگ اسلام کے لشکر والے ہیں تو نور علی نور اور اگر یہ ہمارے دشمن ہیں تو سوائے لڑائی کے چاہہ نہیں۔ لیکن میری یہ آرزو ہے کہ مرنے سے پہلے ایک بار میں اس عابد سے مل لوں تاکہ میں اس سے یہ درخواست کروں کہ وہ میرے لیے یہ دعا کرے کہ میں مروں تو شہید ہو کر مروں۔

وہ اسی گفتگو میں تھے کہ جھنڈے دکھائی دینے لگے جن پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ شرکان نے بلند آواز سے پوچھا کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ خیر و عافیت سے ہیں، اور ہم اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں ڈر تھا کہ کہیں تم کو تکلیف نہ پہنچے۔ اب لشکر کا سردار گھوڑے پر سے اتر پڑا اور اس کے سامنے زمین بوس ہو کر کہنے لگا کہ اے ہمارے آقا، بادشاہ اور وزیر دندان اور رستم اور میرے بھائی بہرام کا کیا حال ہے؟ کیا وہ سب بخیریت ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں، سب خیریت سے ہیں لیکن ہماری خبر تمہیں کس نے دی؟ انہوں نے جواب دیا کہ زاہد نے، اور یہ کہا کہ وہ میرے بھائی بہرام اور رستم سے ملا تھا اور اس نے ہم کو تمہارے پاس روانہ کیا ہے، اور اس نے ہم سے یہ کہا تھا کہ کفار نے تم کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور مجھے یہ الٹی بات نظر آتی ہے کیونکہ تم جیتے ہوئے ہو۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ وہ تمہارے پاس کسی طرح پہنچا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ پیدل، اور وہ ایک دن رات میں اتنا چلتا تھا جتنا کہ ایک تیز سوار دس دن میں۔ شرکان نے کہا کہ لاریب وہ ولی اللہ ہے۔ اور اب وہ کہاں

ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اسے اپنے اسلامی لشکر کے پاس چھوڑ کر آئے ہیں اور وہ انہیں کافروں اور نافرمانوں سے لڑنے کے لیے ابھار رہا ہے۔ یہ سن کر شرکان خوش ہو گیا اور ان کی اور زاہد کی سلامتی پر خدا کا شکر کیا اور مقتولوں پر خدا کے رحم کی دعا مانگی۔ وہ کہنے لگے کہ یہی قسمت میں لکھا ہوا تھا۔ یہ کہہ کر وہ تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

وہ چل ہی رہے تھے کہ انہیں گرد اٹھتی دکھائی دی جس سے چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور دن تاریک ہو گیا۔ شرکان نے اس گرد کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کافروں نے اسلامی لشکر کو زک نہ دے دی ہو کیونکہ یہ گرد مشرق سے مغرب تک چھا گئی ہے اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی ہے۔ پھر اس گرد کے نیچے تاریکی کا ایک مستول سا دکھائی دیا جو مصیبت کے دن سے زیادہ تاریک تھا اور یہ ستون ان کے قریب آتا چلا گیا جو قیامت کے خوف سے زیادہ خوف ناک تھا۔ یہ دیکھ کر سوار اور پیادے اس کی طرف تیز تیز بڑھے تاکہ اس بدحالی کا سبب دریافت کریں اور ان کی نظر اس زاہد پر پڑی اور وہ سب کے سب جمع ہو کر اس کے ہاتھ چومنے لگے اور وہ زاہد کہتا جاتا تھا کہ اے بہترین شخص کی امت کے لوگو اور تاریکی کے چراغ، کفار نے مسلمانوں کو دھوکا دے دیا ہے لہذا جلد موحدین کے لشکر کی مدد کو پہنچو اور ان کو ملعون کافروں کے ہاتھ سے چھڑاؤ، کیونکہ انہوں نے ان کے خیموں پر حملہ کر دیا ہے اور وہ سخت مصیبت میں گرفتار ہیں۔ اس سے پہلے وہ اپنی جگہ پر امن و امان میں تھے۔

جب شرکان نے یہ باتیں سنیں تو اس کا دل بے چین ہو گیا اور وہ حیران اور پریشان ہو کر گھوڑے سے کود پڑا اور زاہد کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔ اس کے بھائی ضوء المکان اور لشکر کے باقی سوار پیادوں نے بھی یہی کیا مگر وزیر دندان الگ رہا اور وہ اپنے گھوڑے سے نہ اترا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم، میرا دل اس زاہد سے متنفر ہے کیونکہ محض فساد ڈالنے والے دین کی بیاکاری کرتے ہیں۔ لہذا اس کو چھوڑو اور اپنے مسلمان ساتھیوں

کے پاس چلو۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو خدا کی بارگاہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ میں نے بادشاہ عمر بن النعمان کے ساتھ کئی جماد کیے ہیں اور اس جگہ سے گزرا ہوں۔ شرکان نے اس سے کہا کہ ایسا برا گمان مت کر۔ تجھے معلوم نہیں کہ یہ عابد مومنین کو لڑائی کے لیے ابھارتا ہے اور تلواروں اور تیروں کی پرواہ نہیں کرتا ہے۔ پیٹھ پیچھے اس کی برائی مت کر کیونکہ پیٹھ پیچھے برائی کرنا بری بات ہے اور نیک بندوں کا گوشت زہر آلود ہوتا ہے دیکھ کہ وہ ہمیں دشمن سے لڑنے کے لیے ابھارتا ہے۔ اگر خدا کو اس سے محبت نہ ہوتی تو بعد اس کے کہ وہ اسے سخت عذاب میں مبتلا رکھ چکا ہے اس کے لیے زمین کو لپیٹ نہ دیتا۔ اس کے بعد شرکان نے حکم دیا کہ زاہد کے لیے ایک نوبی خچر لایا جائے تاکہ وہ اس پر سوار ہو اور زاہد سے کہا کہ اے زاہد پارسا اور عابد سوار ہو۔ لیکن اس نے اسے منظور نہ کیا اور سوار ہونے سے انکار کر دیا اور بیاکاری سے زہد کا اظہار کیا تاکہ اس کی مراد حاصل ہو، اور ان کو اس بات کی خبر نہ تھی کہ یہ زاہد فریبی اور مکار ہے۔ اس کے بعد وہ زاہد سواروں اور پیادوں کے درمیان پیدل چلتا تھا جس طرح کہ مکار لومڑی کسی دغا بازی کی سوچ میں ہو، اور بلند آواز سے قرآن کی آیتیں پڑھتا تھا اور خدا کی تسبیح کرتا تھا۔ اب وہ لوگ چلتے چلتے اسلامی لشکر کے پاس پہنچ گئے اور شرکان نے دیکھا کہ وہ مغلوب ہو چکے ہیں اور حاجب بھاگنے کے لیے تیار ہے اور رومی تلواروں نے اچھوں اور بروں سب کا کام تمام کر دیا ہے۔ اب شر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو دو ویں رات

جب ایک سو دو ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- شرکان نے مسلمانوں کو ابتر حالت میں اور حجب کو بھاگنے کے لیے تیار دیکھا۔ تلوار نے نیکیوں اور بدوں کا کام تمام کر دیا تھا۔ اس شکست کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت دین کی دشمن ملعون ذات الدواہی نے دیکھا کہ بہرام اور رستم اپنے لشکر کے ساتھ شرکان اور اس کے بھائی ضوء المکان کی طرف روانہ ہو گئے تو وہ مسلمانوں کے لشکر کی طرف چل دی اور وہاں سے امیر ترکاش کو روانہ کر دیا جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اور اس کا مقصد اس سے یہ تھا کہ مسلمانوں کا لشکر متفرق ہو جائے تاکہ وہ کمزور ہو جائیں اس کے بعد وہ ان کو چھوڑ کر قسطنطنیہ چل دی اور وہاں پہنچ کر رومی سرداروں کو بلند آواز سے پکارا کہ ایک رسی لٹکا دو تاکہ میں یہ خط اس میں باندھ دوں اور تم اسے لے کر اپنے بادشاہ کو پہنچا دو تاکہ وہ اور میرا بیٹا اسے پڑھیں اور جو کچھ میں نے اس میں کرنے کے لیے کہا ہے وہ کریں اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے باز آئیں۔ انہوں نے ایک رسی لٹکا دی اور بڑھیا نے اس میں خط باندھ دیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا: یہ خط بڑی چالباز اور شیطانہ ذات الدواہی کی طرف سے بادشاہ افریدون کے نام ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے ایک ایسی چال چلی ہے جس سے تم مسلمانوں کو تباہ کر سکتے ہو۔ لہذا تم مطمئن رہو، میں نے ان کو اور ان کے بادشاہ اور وزیر کو قید کر لیا ہے اور ان کے لشکر میں جا کر ان کو خبر کر دی ہے اور ان کا زور ٹوٹ گیا ہے اور ان کی قوت کمزور ہو گئی اور جو لوگ قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں، میں نے ان کو دھوکا دے کر ان میں سے باہر ہزار سواروں کو امیر ترکاش کے ساتھ قیدی لشکر کی مدد کے لیے بھیج دیا ہے اور اب ان میں سے بہت تھوڑے یہاں باقی رہ گئے ہیں۔ اب میں یہ چاہتی ہوں کہ تم آج ہی اپنا تمام لشکر لے کر ان پر دھاوا

بول دو اور ان کے خیموں پر حملہ کر دو لیکن تم ایک ساتھ سب کے سب نکلنا اور ان میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑنا کیونکہ حضرت مسیح تم پر مہربان ہیں اور عذرا مریم کی توجہ تمہاری طرف ہے اور میں چاہتی ہوں کہ حضرت مسیح میری اس کارگزاری کو نہ بھولیں۔“

جب بڑھیا کا خط بادشاہ افریدون کے پاس پہنچا تو وہ خوشی کے پھولا نہ سمایا۔ وہ بھی خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ دیکھ، میری ماں نے کیسی چال چلی ہے جس کی وجہ سے تلواروں کی بالکل ضرورت نہ رہی، محض اس کی موجودگی خوفناک جنگ کا کام کرتی ہے۔ بادشاہ افریدون نے کہا کہ مسیح تیری ماں کو سلامت رکھے! یہ کہہ کر اس نے سرداروں کو حکم دیا کہ شہر کے باہر کوچ بول دیں۔ یہ خبر کل قسطنطنیہ میں مشہور ہو گئی اور جیسا کہ لشکر اور صلیب کے مددگار نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے تیر، تلواریں کھینچ لیں اور کفر اور الحاد کے کلموں کے نعرے لگانے اور خدا کی نافرمانی کرنے لگے۔ جب حاجب نے یہ دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ رومی ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں کیونکہ ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہمارا بادشاہ موجود نہیں ہے۔ اب وہ ہمارے اوپر دھاوا بول دیں گے اور ہمارے لشکر کا بڑا حصہ بادشاہ ضواء المکان کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ حاجب نے غصے میں آ کر کہا کہ مسلمانوں کے لشکر اور مضبوط دین کے حامیو! اگر تم بھاگے تو تباہ ہو جاؤ گے اور اگر ڈٹے رہے تو فتح پاؤ گے۔ جان لو کہ بہادری صبر کرنے کا نام ہے اور کوئی تنگی ایسی نہیں ہے جس کو خدا کشادہ نہ کر سکے۔ خدا تمہیں برکت دے اور تمہیں عنایت کی نظر سے دیکھے! یہ سنتے ہی مسلمانوں نے تکبیر کہنی شروع کر دی اور موحدین نعرے لگانے لگے اور نیزہ بازی اور شمشیر زنی ہونے لگی اور تیز تلواریں اور نیزے اپنا کام کرنے لگے اور خون کے ندی نالے بننے لگے اور پادریوں اور رہبانوں نے اپنے منتر پڑھنے شروع کر دیئے اور اپنی پیٹیاں کس لیں اور صلیبیں اٹھا لیں۔ ادھر مسلمانوں نے جزا و سزا کے مالک کے نعرے بلند کئے اور زور زور سے قرآن پڑھنے لگے اور رحمن اور شیطان کے

گروہوں میں مڈبھیڑ ہو گئی اور سر بدنوں سے اڑنے لگے اور خدا کے حبیب نبی کی امت پر نیک فرشتے آنے جانے لگے اور تلواریں چلتے چلتے دن ختم ہو گیا اور رات کا اندھیرا چھا گیا اور کفار نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کا خیال تھا کہ وہ عذاب سے بچ گئے اور مشرکوں کو ایمان والوں کی تباہی کا حوصلہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی اور روشنی پھیلی۔ اب حاجب اور اس کا لشکر سوار ہوا اور سب لوگ خدا سے فتح کے آرزو مند ہوئے اور ادھر والے ادھر والوں میں مل جل گئے اور جنگ برپا ہو گئی اور کھوپڑیاں اڑنے لگیں اور بہادر ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھے اور بزدل پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے اور موت کے قاضی نے فیصلے کرنے شروع کر دیئے یہاں تک کہ سورما نینوں سے گرنے لگے اور سبزہ زار مردوں سے بھر گئے۔ مسلمانوں کے قدم پیچھے ہٹنے لگے اور رومی ان کے بعض خیموں اور دوسری جگہوں پر قابض ہو گئے اور مسلمانوں نے میدان چھوڑ کر بھاگنے کا ارادہ کر لیا۔

وہ اسی حالت میں تھے کہ شرکان مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ آ پہنچا اور موحدین کے جھنڈے اڑنے لگے اور شرکان نے آگے بڑھ کر کفار پر حملہ کر دیا اور اس کے پیچھے ضوء المکان پہنچ گیا اور ان دونوں کے بعد وزیر دندان حملہ آور ہوا اور علی ہذا لقیاس دیلمیوں کا سردار بہرام اور رستم اور اس کا بھائی ترکاش۔ جب کافروں نے دیکھا تو ان کی عقل جاتی رہی اور ان کی تدبیریں سلب ہو گئیں اور گرد اٹھنے لگی اور چاروں طرف پھیل گئی اور نکو کردار مسلمان اپنے نیک بھائیوں سے آ ملے اور شرکان حاجب سے ملا اور اس کی ثابت قدمی کا شکر گزار ہوا اور اسے مدد اور فتح یابی کی خوش خبری سنائی۔ مسلمان خوش ہو گئے اور ان کے دل مضبوط ہو گئے اور انہوں نے اپنے دشمنوں پر دھاوا بول دیا اور خالصتاً اللہ جہاد میں مشغول ہو گئے۔ جب کافروں نے اسلامی جھنڈے دیکھے جن پر اسلامی خلوص کے الفاظ لکھے ہوئے تھے تو وہ واویلا کرنے اور خانقاہوں کے راہبوں سے مدد مانگنے لگے اور یوحنا اور مریم اور مردود صلیبوں کے نعرے لگانے لگے اور ان کے ہاتھ لڑائی سے رک گئے۔ اب بادشاہ افریدون روم کے بادشاہ کے پاس آیا اور ان

میں سے ایک میمنے کے ساتھ ہوا اور دوسرا میسرے کے ساتھ۔ ان کے ساتھ ایک مشہور سوار تھا جس کا نام لادیا تھا، وہ بیچ میں آیا اور انہوں نے لڑائی کے لیے صف بندی شروع کر دی حالانکہ وہ ڈر رہے اور کانپ رہے تھے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے صف بندی کی اور شرکان اپنے بھائی ضوء المکان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جہاں پناہ، وہ لوگ واقعی لڑنا چاہتے ہیں اور ہم بھی اس سے زیادہ کیا چاہتے ہیں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے لشکر میں سے سب سے زیادہ ثابت قدم لوگوں کو آگے بڑھاؤں کیونکہ تدبیر آدمی زندگی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اے صائب رائے والے، تیرا کیا مطلب ہے؟ شرکان نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں کفار کے لشکر کے قلب کی طرف ہوں اور وزیر دندان ان کے میسرے اور تو میمنے کی طرف ہو اور امیر بہرام داہنے اور امیر رستم بائیں بازو، یعنی تو، اے عظیم الشان بادشاہ، جھنڈوں اور علموں کے نیچے ہو کیونکہ تو ہماری پشت و پناہ ہے اور خدا کے بعد ہمارا بھروسہ تیرے اوپر ہے اور ہم سب تجھ پر قربان ہیں تاکہ تجھے کوئی اذیت نہ پہنچے۔ اس پر ضوء المکان نے اس کا شکریہ ادا کیا اور نعرے بلند ہونے لگے اور تلواریں کھینچ گئیں۔

وہ اسی حالت میں تھے کہ رومی لشکر سے ایک سوار برآمد ہوا۔ جب وہ قریب آیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک ست رو خنجر پر سوار ہے جو تلواروں کی زد سے ڈر کر اپنے سوار کو بھگائے لیے چلا آ رہا ہے اور اس کا چار جامہ سفید ریشم کا ہے اور اس پر ایک کشمیری قالین پڑا ہوا ہے اور اس کے اوپر ایک بوڑھا شخص سوار ہے جو خوش رو، ہے اور جس کے چہرے سے ہیبت ٹپکتی ہے اور وہ سفید اون کا لباس پہنے ہوئے ہے، اور وہ خنجر کو دوڑائے چلا آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مسلمانوں کے لشکر کے قریب آ گیا اور کہنے لگا کہ میں تم لوگوں کی طرف اپلی بن کر آیا ہوں اور اپلی کا کام محض پیغام پہنچانا ہے۔ لہذا اگر تم لوگ مجھے امان دو اور بات کرنے کی اجازت دو تو میں تمہیں پیغام پہنچاؤں۔ شرکان نے اس سے کہا کہ تجھے امان ہے، تجھے نہ تلوار کی ضرب کا ڈر ہے اور نہ نیزے کی زد کا۔ یہ سن کر وہ بوڑھا پیادہ ہو گیا اور اس نے صلیب کو گردن سے

اتار کر سلطان کے سامنے رکھ دیا اور اس طرح گڑگڑانے لگا جیسے کوئی انعام کا خواہش مند ہو، مسلمانوں نے پوچھا کہ تو کیا پیغام لایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں افریدون بادشاہ کا فرستادہ ہوں۔ میں نے اسے یہ رائے دی تھی کہ وہ انسانی صورتوں اور خدا کی بنائی ہوئی تصویروں کو تلف نہ کرے اور اس پر میں نے ثابت کر دیا کہ بہتر یہ ہے کہ خونریزی بند کر دی جائے اور محض دو سوار میدان میں آکر لڑیں۔ اس نے میری بات مان لی ہے اور تمہیں یہ پیغام بھیجا ہے کہ میں اپنی جان کو اپنے لشکر کے اوپر قربان کرنا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا بادشاہ بھی ایسا ہی کرے اور اپنی جان کو اپنے لشکر پر قربان کر دے۔ اگر وہ مجھے قتل کر دے گا تو کفار کے لشکر کو کوئی سہارا باقی نہ رہے گا اور اگر میں اسے قتل کر دوں گا تو اسلامی لشکر کا کوئی سہارا باقی نہ رہے گا۔

جب شرکان نے یہ باتیں سنیں تو اس نے کہا کہ اے راہب مجھے منظور ہے کیونکہ یہ انصاف کی بات ہے اور اس سے اختلاف نہیں کرتا۔ خود میں اس کے مقابلے میں آؤں گا اور اس سے جنگ کروں گا کیونکہ جس طرح وہ کافروں کا شہ سوار ہے، میں مسلمانوں کا شہ سوار ہوں۔ اگر اس نے مجھے قتل کر دیا تو وہ فاتح ٹھہرے گا اور مسلمان لشکر کے لیے سوائے بھاگنے کے اور کوئی چارہ نہ ہو گا۔ لہذا اے راہب اس کے پاس واپس جا اور کہہ کہ کل ہم دونوں میں مقابلہ ہو گا کیونکہ میں آج سفر کر کے آ رہا ہوں اور تھکا ہوا ہوں اور آرام کرنے کے بعد کسی ملامت کی گنجائش نہیں۔ راہب خوش خوش واپس گیا اور بادشاہ افریدون اور بادشاہ حردوب کے پاس پیغام لے گیا اور بادشاہ افریدون یہ سن کر بہت خوش ہوا اور اس کا درد و الم دور ہو گیا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں اس شرکان پر شمشیر کا وار اور نیزے کی زد کروں گا۔ اگر میں نے اسے مار لیا تو ان کی ہمت پست ہو جائے گی اور ان کا زور ٹوٹ جائے گا۔ دراصل یہ اس کو ذات الدواہی نے لکھا تھا اور خط میں یہ بھی ذکر کیا تھا کہ شرکان سورماؤں کا شہ سوار اور سورما ہے اور اس نے افریدون کو شرکان سے خبردار کیا تھا لیکن

افریدون بھی بڑا شہ سوار تھا کیونکہ اسے جنگ میں طرح طرح کے کرتب آتے تھے۔ اسے گوپھن پھینکنا اور تیر اندازی کرنا اور لوہے کی سلاخ سے لڑنا آتا تھا اور سخت سے سخت لڑائی سے وہ ڈرتا نہ تھا۔ اس لیے جب افریدون نے راہب کا پیغام سنا کہ شرکان نے اس سے جنگ کرنا منظور کر لیا ہے تو مارے خوشی کے اس کی باچھیں کھل گئیں کیونکہ اسے اپنے اوپر بھروسہ تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس کی طاقت کو کوئی نہیں پہنچتا۔ وہ رات کفار نے خوشی اور سرور اور شراب خوری میں گزاری۔

جب دوسرا دن ہوا تو سوار گندمی نیزے اور سفید تلواریں لے کر نکلے ہی تھے کہ اتنے میں ایک سوار میدان میں نکلا جو ایک اکیل گھوڑے پر سوار تھا اور جنگ اور مبارزے کے لیے بالکل تیار تھا اور اس کے اعضا مضبوط تھے۔ یہ سوار فولاد کی زہ پہنے ہوئے تھا اور سخت سے سخت مقابلے کے لیے تیار تھا۔ اس کے سینے پر جواہرات کا ایک آئینہ تھا اور ہاتھ میں ایک تیز تلوار اور ہلکا خولنجی نیزہ تھا جو عجیب و غریب فرنگی ساخت کا تھا۔ اب اس سوار نے اپنی نقاب اٹھا دی اور کہنے لگا کہ جو مجھے جانتا ہے اس کے لیے محض یہی کافی ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا تو وہ عنقریب جان لے گا کہ میں کون ہوں۔ میں ذات الدواہی کی برکتوں میں ڈوبا ہوا افریدون ہوں۔ ابھی وہ یہ جملہ ختم بھی نہ کر پایا تھا کہ مسلمانوں کا شہ سوار شرکان اس کے سامنے آ گیا۔ وہ ایک مشکلی گھوڑے پر سوار تھا جس کی قیمت ایک ہزار اشرفی تھی۔ شرکان کا لباس موتیوں اور جواہرات سے پرویا ہوا تھا اور اس کی کمر سے ہندی فولاد کی بجھی ہوئی تلوار بندھی تھی جو گردنوں کو کاٹتی اور مشکل امور کو آسان کر دیتی تھی۔ اس کی ہیبت سے وہ دونوں صفوں کے درمیان گھوڑا دوڑانے لگا اور سارے سوار اس کی طرف نظر اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ افریدون نے چلا کر کہا کہ اے ملعون، حیف ہو تجھ پر۔ کیا تو مجھے بھی ویسا ہی سمجھتا ہے جیسے کہ اور سواروں کو جن سے تو نے مقابلہ کیا ہے اور جو تیرے مقابلے میں بالکل نہ ٹھہر سکے۔

اب دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا دو پہاڑ ایک

دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں یا دو سمندر موجزن ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے قریب آتے اور دور ہٹتے اور ملتے اور جدا ہوتے تھے۔ دونوں کبھی آگے بڑھتے اور کبھی پیچھے ہٹتے، کبھی مذاق کرتے، کبھی سنجیدہ ہو جاتے، کبھی تلواریں چلاتے اور کبھی نیزے، اور دونوں لشکر ان کی طرف دیکھتے تو کوئی تو یہ کہتا کہ شرکان غالب ہے اور کئی افریدون کو غالب بتاتا۔ دونوں سوار اسی حالت میں تھے کہ چہ میگوئیاں بند ہو گئیں اور گردو غبار اٹھنے لگا اور دن ڈھل گیا اور سورج پیلا پڑنے لگا اور بادشاہ افریدون نے شرکان سے للکار کر کہا کہ مسیح کے دین اور سچے اعتقاد کی قسم، تو محض حملہ آور سوار اور خوب لڑنے والا ہے، مگر تو دھوکے باز ہے اور تیری فطرت نیکیوں کی سی نہیں ہے کیونکہ میں ترے افعال تعریف کے قابل نہیں پاتا اور نہ تیری جنگ شنراہوں کی سی جنگ پاتا ہوں اور تیری قوم تجھ کو غلام بچہ کہتی ہے اور وہ تیرے لیے ایک گھوڑا نکال کر لائے ہیں جو تیرا نہیں ہے تاکہ تو اس پر سوار ہو کر جنگ کرے۔ میں اپنے مذہب کی قسم کھاتا ہوں کہ تیری لڑائی سے میں عاجز آ گیا ہوں اور تیری شمشیر زنی اور نیزہ بازی سے تھک گیا ہوں اور اگر تو آج رات مجھ سے جنگ جاری رکھنا چاہتا ہے تو نہ اپنے ہتھیار بدل اور نہ اپنا گھوڑا تاکہ سواروں پر تیری شرافت اور جنگ ظاہر ہو جائے۔ جب شرکان نے اسے یہ کہتے سنا کہ خود اس کے لوگ اسے غلام بچہ کہتے ہیں تو اسے طیش آ گیا اور وہ پیچھے کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ ان سے اشارے سے کہے کہ وہ نہ اس کا گھوڑا بدلیں اور نہ ہتھیار کہ اتنے میں افریدون نے اپنے نیزے کو حرکت دی اور اسے شرکان کی طرف پھینک کر مارا۔ جب شرکان پیچھے پھرا تو اس نے دیکھا کہ وہاں کوئی نہیں اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ اس ملعون کا مکرو فریب ہے اور اس نے جلدی سے اپنا منہ پھیرا، مگر اتنے میں نیزہ اس کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو بچانا چاہا اور جھک کر کاٹھی کی کمان تک پہنچ گیا مگر نیزہ اس کے سینے میں آکر لگا، اور چونکہ شرکان کا سینہ ابھرا ہوا تھا نیزہ اس کے سینے کی کھال میں

چھ گیا۔ اس پر اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا۔ ملعون افریدون بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ اس نے اسے مار لیا ہے اور چلا کر اس نے کفار کے آگے خوشی کا اظہار کیا اور کافروں کے دل بڑھ گئے اور ایمان والے رونے لگے۔ جب ضوء المکان نے اپنے بھائی کو گھوڑے پر جھکتا ہوا دیکھا اور ڈرا کہ وہ کہیں گر نہ پڑے تو اس نے سواروں کو اس طرف دوڑایا اور وہ بڑھ کر اسے اس کے پاس لے آئے اور کافروں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور دونوں لشکر پل پڑے اور دونوں صفیں گڈمڈ ہو گئیں اور یمنی تلواریں موت برسانے لگیں، جو شخص سب سے پہلے شرکان کے پاس پہنچا، وہ

وزیر دندان تھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• ایک سو تین ویں رات

جب ایک سو تین ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب ضوء المکان نے دیکھا کہ اس لعین نے شرکان پر بھالا پھینک کر مارا تو اس کا خیال ہوا کہ وہ مر گیا اور اس نے فوراً سواروں کو دوڑایا اور سب سے آگے جو لوگ پہنچے، وہ وزیر دندان اور ترکوں کا سردار بہرام اور دیلمیوں کا سردار رستم تھے۔ جب وہ پہنچے تو شرکان کو جھکا ہوا پایا اور اسے سہارا دے کر وہ اس کے بھائی ضوء المکان کے پاس لے آئے اور اسے غلاموں کے سپرد کر کے خود لڑنے اور نیزہ اندازی کرنے چلے گئے۔ جنگ بڑی شدت کی ہوئی اور بھالوں کے پھل آپس میں ٹکرانے لگے اور چہ میگوئیاں بند ہو گئیں اور سوائے بہتے ہوئے خون اور جھکی ہوئی گردنوں کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا اور تلواریں گردنیں اڑا رہی تھیں اور لڑائی شدت سے ہو رہی تھی یہاں تک کہ رات زیادہ ہو گئی اور دنوں فریق لڑتے لڑتے تھک گئے اور انہوں نے جنگ بند کرنے کی منادی کی اور ہر فریق اپنے اپنے خیموں میں واپس گیا۔ کفار سارے کے سارے اپنے بادشاہ افریدون کے پاس گئے اور اس کے آگے زمین بوس ہوئے اور پادریوں اور راہبوں نے اسے شرکان کو زیر کرنے پر مبارک باد دی۔ اس کے بعد بادشاہ افریدون قسطنطنیہ میں داخل ہوا اور حکومت کی کرسی پر بیٹھا اور بادشاہ حردوب نے آکر کہا کہ مسیح تیری کلائی مضبوط کر دے اور ہمیشہ تیری مدد کرے اور جو کچھ میری نیک ماں تیرے حق میں دعا کرے، وہ اسے قبول کرے! اب شرکان کے بعد مسلمانوں کی کوئی ٹیک باقی نہیں رہی۔ افریدون نے کہا کہ کل فیصلہ ہے جب کہ میں لڑائی میں جاؤں گا اور ضوء المکان کو طلب کر کے اس کو قتل کر دوں گا تو ان کے لشکر پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

یہ تو کفار کا حال ہوا۔ اب اسلامی لشکر کا قصہ سنئے۔ جب ضوء المکان خیموں کی طرف لوٹا تو وہ اپنے بھائی کی دیکھ بھال میں مشغول ہوا کیونکہ اس نے دیکھا کہ اس کی بری

حالت ہے اور جان کا خوف ہے۔ لہذا اس نے وزیر دندان اور رستم اور بہرام کو مشورے کے لیے بلایا اور ان کی یہ رائے ہوئی کہ حکیموں کو علاج کے لیے بلایا جائے اور وہ رونے اور کہنے لگے کہ دنیا پھر ایسا شخص پیدا نہ کرے گی اور انہوں نے وہ رات جاگ کر گزاری۔ آخر رات میں وہ زاہد ان کے پاس روتا ہوا آیا۔ جب ضوء المکان نے اسے دیکھا تو وہ سرودھ کھڑا ہو گیا اور زاہد کا ہاتھ لے کر اپنے بھائی کے زخم پر پھیرا اور قرآن کی کچھ آیتیں پڑھیں اور پڑھ کر اس پر دم کیا اور صبح تک اس کے پاس جاگتا رہا۔ اب شرکان کو افاقہ ہوا اور اس نے آنکھیں کھول دیں اور اپنی زبان منہ کے اندر گھمانے اور باتیں کرنے لگا۔ بادشاہ ضوء المکان خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ زاہد کی برکت کا اثر ہے۔ شرکان نے کہا کہ میں اپنی صحت پر خدا کا شکر کرتا ہوں کیونکہ میں اب تندرست ہوں۔ اس معلون نے مجھے دھوکا دیا تھا اور اگر میں بجلی سے زیادہ تیزی کے ساتھ نہ گھوم جاتا تو بھلا میرے سینے میں اتر جاتا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے بچا لیا۔ کہہ کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ ضوء المکان نے جواب دیا کہ وہ تیری وجہ سے گریہ و زاری کر رہے ہیں۔ شرکان نے کہا کہ میں بخیر و عافیت ہوں اور زاہد کہاں ہے؟ وہ زاہد سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔ ضوء المکان نے کہا کہ وہ تیرے سرہانے ہے۔ یہ سن کر شرکان نے اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کے ہاتھ چومے اور زاہد کہنے لگا کہ اے بیٹے صبر کر، خدا تجھے بڑا اجر دے گا کیونکہ جتنی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی اجر بڑھتا ہے۔ شرکان نے کہا کہ میرے لیے دعا کر اور اس نے دعا کی۔

جب سویرا ہوا تو روشنی چمکی تو مسلمان لڑائی کے میدان میں نکلے اور کفار تلواریں اور بھالے ان پر چلانے پر تل گئے۔ مسلمانوں کے لشکر نے آگے بڑھ کر لڑنا چاہا اور ہتھیار کھینچ لیے اور بادشاہ ضوء المکان اور افریدون ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ جب ضوء المکان میدان میں نکلا تھا تو اس کے ساتھ وزیر دندان اور حاجب بھی نکلے تھے اور انہوں نے ضوء المکان سے کہا تھا کہ ہم تیرے اوپر قربان ہوتے ہیں لیکن اس نے جواب دیا کہ بیت اللہ اور زمزم اور مقام ابراہیم کی قسم، میں ان جنگلی گدھوں

پر حملہ کرنے سے نہ باز آؤں گا جب وہ میدان میں آیا تو تلوار اور بھالے کے کرتب دکھانے لگا جس سے سوار دنگ رہ گئے اور دونوں فریق حیران ہو گئے۔ اب اس نے میمنے پر حملہ کر کے ان کے دو سرداروں کو قتل کیا اور میسرے پر حملہ کر کے بھی دو سرداروں کو مار ڈالا اور بیچ میدان میں کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ افریدون کہاں ہے تا کہ میں اسے ذلت کی موت ماروں؟ اس ملعون نے ارادہ کیا کہ دھوکا دے کر اس پر پلٹ پڑے لیکن جب بادشاہ حردوب نے یہ حالت دیکھی تو اس نے اسے قسم دے کر کہا کہ تو نہ نکل اور کہنے لگا کہ اے بادشاہ، کل تیری جنگ تھی اور آج میری ہے۔ میں اس کی بہادری کو دھیان میں نہیں لاتا۔ یہ کہہ کر وہ نکل پڑا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تیز تلوار تھی اور ان کے نیچے ایک گھوڑا گویا وہ عنتر کا گھوڑا ابجر تھا اور مشکی تھا۔ اب دونوں ایک دوسرے پر حملہ کرنے اور ایک دوسرے کی ضرب سے بچنے لگے اور جو جو کرتب ان کو یاد تھے، دکھانے لگے اور کبھی آگے بڑھ کر اور کبھی پیچھے ہٹ کر حملہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دونوں تنگ آ گئے اور ان میں زیادہ صبر کرنے کی طاقت نہ رہی۔ اتنے میں ضوء المکان نے ایک نعرہ اور ارمیوں کے بادشاہ حردوب پر تلوار سے ایسا وار کیا کہ اس کا سر اڑا دیا اور اس کی جان نکال دی۔

جب کافروں نے یہ دیکھا تو سب کے سب اس پر ٹوٹ پڑے لیکن اس نے بیچ میدان میں سب کا مقابلہ کیا۔ اب تلواریں اور بھالے چلنے لگے یہاں تک کہ خون کے ندی نالے بننے لگے۔ مسلمان تکبیر اور تہلیل اور رسول اللہ پر درود کے نعرے لگاتے اور دل کھول کر لڑتے تھے اور خدا نے ان کو فتح اور کافروں کو شکست کی ذلت نصیب کی۔ وزیر دندان نے نعرہ لگایا کہ بادشاہ عمر بن النعمان اور اس کے بیٹے شرکان کا بدلہ لو۔ اس نے اپنا سر برہنہ کر لیا اور ترکوں کو للکار کر پکارا۔ چوبیس ہزار سے زیادہ اس کے ایک جانب میں تھے اور وہ سب کے سب ایک دم ٹوٹ پڑے اور کفار کے لیے سوائے بھاگنے کے اور چاہ نہ رہا۔ تیز تلواروں نے ان میں سے تقریباً پچاس ہزار سواروں کا خاتمہ کر دیا اور اس سے زیادہ گرفتار ہوئے تھے۔ جب وہ بھاگ کر دروازے میں

داخل ہونے لگے تو بھیڑ کی وجہ سے وہ کثیر تعداد میں مارے گئے۔ اس کے بعد رومیوں نے دروانہ بند کر لیا اور مارے ڈر کے شہر پناہ پر چڑھ گئے اور مسلمانوں کے جتنے فتح ہو کر اپنے خیموں میں آئے۔ بادشاہ ضوء المکان اپنے بھائی کے پاس آیا اور دیکھا کہ اس کی حالت بہت اچھی ہے اور اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے بھائی کے پاس آ کر اس کی سلامتی پر اسے مبارک باد دی۔ شرکان نے کہا کہ یہ اس پارسا زاہد کی برکت ہے، سوائے اس کی دعا کے جو ہمیشہ قبول ہوتی ہے، تم کبھی کامیاب نہ ہوتے کیونکہ وہ دن بھر بیٹھا مسلمانوں کی فتح یابی کی دعا مانگتا رہا ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو چارویں رات

جب ایک سو چارویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب ضوء المکان اپنے بھائی شرکان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ عابد کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ خوش ہو گیا اور آگے بڑھ کر اس کی سلامتی پر اس کو مبارک باد دی۔ شرکان نے کہا کہ ہم سب پر اس زاہد کی برکت کا اثر ہے۔ اگر وہ تمہارے لیے دعا نہ کرتا تو تمہیں کبھی فتح نہ ہوتی کیونکہ وہ دن بھر مسلمانوں کے لیے دعا کرتا رہا ہے اور جب میں تمہاری تکبیریں سنتا تھا تو میرا دل مضبوط ہو جاتا تھا اور مجھے یقین ہوتا تھا کہ تم اپنے دشمنوں پر غالب آ رہے ہو۔ اب اے بھائی، تو اپنا حال سنا۔ اس نے سارا واقعہ بیان کیا جو اسے معلون حردوب کے ساتھ پیش آیا تھا اور یہ کہا کہ میں نے اسے قتل کر دیا ہے اور خدا کی لعنت اسے لے گئی ہے۔ جب ذات لدواہی نے جو زاہد کے بھیس میں تھی، اپنے بیٹے بادشاہ حردوب کے قتل کی خبر سنی تو اس کا رنگ زرد پڑ گیا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے لیکن اس نے اسے پوشیدہ رکھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ مسیح کہ قسم، میری زندگی بے کار ہو گی اگر میں نے اس کا دل اس کے بھائی شرکان پر نہ جلایا ہو جس طرح کہ اس نے میرا دل عیسائی ملت اور صلیب کے پجاریوں کی پشت پناہ بادشاہ حردوب پر جلایا ہے لیکن یہ باتیں اس نے اپنے دل میں ہی رکھیں۔ وزیر دندان اور بادشاہ ضوء المکان اور حاجب شرکان کے پاس بیٹھے رہے اور اس کے لیے مرہم اور مالش بناتے رہے اور اس کو دوا پلائی یہاں تک کہ وہ بحال ہو گیا اور وہ خوش ہو گئے۔ اس کی خبر انہوں نے لشکر کو دی اور سب مسلمان اس پر خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ وہ کل ہمارے ساتھ محاصرے میں شریک ہو گا۔ اب شرکان نے ان سے کہا کہ تم آج لڑے ہو اور جنگ کرتے کرتے تھک گئے ہو اس لیے تمہیں چاہیے کہ زیادہ مت جاگو بلکہ اپنی اپنی جگہ جا کر سو رہو۔ انہوں

نے اس کا کہنا مان لیا اور اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے اور شرکان کے پاس سوائے چند غلاموں اور بڑھیا ذات الدواہی کے اور کوئی باقی نہ رہا۔ اس نے بڑھیا سے کچھ باتیں کیں اور پھر سونے کے لیے لیٹ گیا اور غلام بھی لیٹ گئے اور ان پر نیند غالب آ گئی اور وہ مردوں کی طرح بے ہوش ہو گئے۔

یہاں تک تو شرکان اور اس کے غلاموں کا قصہ ہوا مگر ان کے سو جانے کے بعد بڑھیا ذات الدواہی اکیلی جاگتی رہی اور جب دیکھا کہ شرکان نیند میں ڈوبا ہوا ہے تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ گنجی لچھنی یا چت کبرا سانپ ہے اور اس نے اپنی کمر سے زہر آلود خنجر نکالا جس کی زد سے پتھر بھی پکھل جاتا اور اسے کھینچ کر شرکان کے پاس پہنچی اور اس کی گردن پر چلا کر اسے ذبح کر ڈالا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد وہ دوڑ کر غلاموں کے پاس گئی جو سو رہے تھے اور ان کی گردنیں بھی کاٹ ڈالیں اس ڈر سے کہ کہیں وہ جاگ نہ پڑیں۔ پھر وہ وہاں سے نکل کر بادشاہ کے خیموں کے پاس گئی اور دیکھا کہ پہرے دار ابھی تک سوئے نہیں ہیں اور وہاں سے پھر کر وزیر دندان کے خیمے کے پاس پہنچی مگر دیکھا کہ وہ قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔ وزیر نے اسے دیکھ کر کہا کہ اے زاہد عابد مرحبا۔ جب اس نے وزیر کو یہ کہتے سنا تو اس کا دل کانپنے لگا اور اس نے کہا کہ اس وقت میرے اس جگہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک ولی اللہ کی آواز سنی ہے اور میں اس کے پاس جا رہا ہوں۔ وزیر نے اپنے دل میں کہا کہ واللہ، آج رات میں اس زاہد کا پیچھا کروں گا اور اٹھ کر پیچھے ہو لیا۔ جب اس معلومہ نے اس کے پاؤں کی آہٹ سنی اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ اس کے پیچھے آ رہا ہے تو وہ ڈری کہ کہیں اس کا راز نہ کھل جائے اور وہ اپنے دل میں کہنے لگی کہ اگر میں نے اس کو کوئی چکمہ دیا تو میری فضیحت ہو جائے گی۔ اس لیے وہ دور ہی سے اس کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ اے وزیر، میں اس ولی کے پیچھے جا رہی ہوں تاکہ یہ دیکھوں کہ وہ

کون ہے؟ جب مجھے یہ معلوم ہو جائے گا تو میں اس سے تیرے لیے اجازت مانگوں گی کہ تو بھی اس سے ملے اور تیرے پاس آ کر تجھے خبر دوں گی۔ اگر اس کی اجازت سے پہلے تو میرے ساتھ چلے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مجھ سے بیزار نہ ہو جائے۔ جب وزیر نے یہ سنا تو شرم کے مارے اسے کچھ جواب نہ دیا اور اسے چھوڑ کر اپنے خیمے کی طرف چلا گیا اور سونے کا ارادہ کیا مگر نیند نہ آئی اور ایسا معلوم ہوا کہ دنیا اس پر ٹوٹے پڑتی ہے۔ اب وہ اٹھ کر اپنے خیمے سے باہر آیا اور دل میں کہنے لگا کہ چلو شرکان کے پاس چل کر صبح تک اس سے باتیں کریں۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا اور شرکان کے خیمے میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ خون کے نالے بہہ رہے ہیں اور تمام غلام ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے ایسی زور دار چیخ ماری کہ سب لوگ جاگ پڑے اور اس کی طرف دوڑے اور دیکھا کہ خون بہہ رہا ہے اور وہ واویلا کرنے لگے۔

اب بادشاہ ضوع المکان کی آنکھ کھل گئی اور اس نے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ لوگوں نے بیان کیا کہ تیرا بھائی اور اس کے غلام قتل ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے خیمے میں گیا اور دیکھا کہ وزیر دندان رو پیٹ رہا ہے اور اس کے بھائی کا جسم بے سر کے پڑا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بے ہوش ہو گیا اور سارا لشکر رونے پینے اور ضوع المکان کے گرد چکر لگانے لگے۔ جب اسے ذرا ہوش آیا تو وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور علیٰ ہذا القیاس وزیر رستم اور بہرام بھی۔ اور حاجب تو چلانے اور واویلا کرنے لگا اور اسے اتنا صدمہ پہنچا کہ اس نے وہاں سے جانے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آخر میرے بھائی کو کس نے قتل کیا؟ اور وہ زاہد کہاں ہے جو دنیا سے دست بردار ہو چکا ہے؟ وزیر نے کہا کہ یہ آفت اسی شیطان زاہد کی برپا کی ہوئی ہے۔ خدا کی قسم، میرا دل اس سے شروع سے لے کر آخر تک متنفر تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ بیاکاری کرنے والے مکار اور خبیث ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے بادشاہ سے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ کہ وہ اس کا پیچھا کرنا چاہتا تھا مگر اس نے اجازت

نہ دی۔ اب تمام لوگ رونے پینے لگے اور خدا سے دعا مانگی کہ وہ زاہد ان کے ہاتھ لگ جائے جو منافق اور ناہنجار ہے۔ انہوں نے شرکان کی تجہیز و تکفین کر کے اسے اسی پہاڑی پر دفن کر دی اور اس کی خوبیاں یاد کر کر کے رونے لگے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو پانچویں رات

جب ایک سو پانچویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- انہوں نے شرکان کی تجہیز و تکفین کر کے اسی پہاڑ پر دفن کر دیا اور اس کی خوبیاں یاد کر کے رونے لگے اب وہ لوگ شہر کے دروازے کے کھلنے کا انتظار کرنے لگے لیکن نہ تو دروازہ کھلا اور نہ شہر پناہ پر کوئی دکھائی دیا۔ اس پر سب کو تعجب ہوا اور ضوع المکان کہنے لگا، جب تک میں اپنے بھائی شرکان کا بدلہ نہ لے لوں اور قسطنطنیہ کو تباہ نہ کر ڈالوں اور عیسائی بادشاہوں کو قتل نہ کر لوں اس وقت تک میں یہاں سے نہ ٹلوں گا خواہ اس میں کئی سال لگ جائیں اور میں اس رذیل دنیا سے کوچ کر جاؤں۔ اب اس نے وہ مال منگوایا جو انہوں نے مطروحنی کی خانقاہ سے لوٹا تھا اور لشکریوں کو بلا کر ان میں تقسیم کر دیا اور کسی کو بھی محروم نہ کیا۔ اس نے ہر گروہ میں سے تین تین سو سوار بلوائے اور ان سے کہا کہ یہ خرچ تم اپنے اپنے لوگوں کے گھر پہنچا دوں کیونکہ جب تک میں اپنے بھائی شرکان کا بدلہ نہ لے لوں، یہاں سے نہیں ہٹنے کا۔ خواہ اس میں کئی سال لگ جائیں اور میں یہیں مر مٹوں۔ جب لشکریوں نے یہ سنا تو انہوں نے وہ مال لیا جو اس نے ان کو عطا کیا تھا اور کہنے لگے کہ بسر و چشم۔ ضوع المکان نے قاصدوں کو طلب کر کے انہیں خطوط دیئے اور کہا کہ ان خطوں اور مال کو لشکریوں کے گھر پہنچا دو، ان سے کہنا کہ ہم صحیح و سلامت ہیں اور قسطنطنیہ کا محاصرہ کر رہے ہیں اور یا تو ہم اس کو تباہ کر کے چھوڑیں گے اور یا مر جائیں گے، خواہ اس میں مہینے اور سال کیوں نہ لگ جائیں۔ بغیر اسے فتح کئے ہم یہاں سے نہ جائیں گے۔ اس کے بعد اس نے وزیر دندان سے کہا کہ ایک خط میری بہن زہت الزماں کو لکھ اور اس میں ہمارا حال اور جو کچھ ہم پر گزری ہے، بیان کر اور یہ لکھ

کہ وہ میرے بیٹے کی اچھی طرح خبر گیری کرے، کیونکہ جب میں روانہ ہوا تھا تو بچہ ہونے والا تھا اور اب ہو چکا ہو گا۔ اگر لڑکا پیدا ہوا ہو جیسا کہ میں نے سنا ہے تو قاصد فوراً واپس آکر مجھے خبر دیں۔ یہ کہہ کر اس نے ان کو کچھ مال دے کر روانہ کیا اور وہ فوراً چل دیئے۔ لوگ ان کو رخصت کرنے کے لیے گئے اور اپنا مال بھی ان کے ہاتھ بھیج دیا۔ جب وہ چلے گئے تو بادشاہ نے وزیر دندان سے کہا کہ لوگوں کو حکم دے کہ وہ شہر پناہ کے قریب جمع ہوں۔ جب وہ جمع ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ شہر پناہ کے اوپر کوئی بھی نہیں ہے۔ اس پر ان کو بڑا تعجب ہوا اور بادشاہ غمگین ہوا اور وہ اپنے بھائی شرکان پر مغموم تھا اور خائن زاہد پر حیران و پریشان۔ تین دن تک وہ اسی حالت میں رہے لیکن انہیں کوئی نظر نہ آیا۔

یہ تو مسلمانوں کا حال تھا۔ اب رومیوں اور ان تین دن تک ان کے جنگ سے غائب ہونے کا حال سنئے۔ جب ذات الدواہی شرکان کو قتل کر چکی تو وہ تیزی کے ساتھ شہر پناہ پر پہنچی اور رومی زبان میں پھرے داروں سے کہا کہ میرے لیے ایک رسی لٹکا دو۔ انہوں نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں ذات الدواہی ہوں۔ وہ اسے پہچان گئے اور انہوں نے اس کے لیے رسی لٹکا دی۔ اس نے وہ رسی اپنے باندھ لی اور انہوں نے اسے اوپر کھینچ لیا۔ جب وہ ان کے پاس پہنچی تو بادشاہ افریدون نے اس کے پاس جا کر اس نے کہا کہ یہ کیا خبر ہے جو میں نے مسلمانوں سے سنی ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ میرا بیٹا حردوب مارا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس پر وہ رونے چلانے لگی اور اتنا روئی کہ افریدون اور سارے حاضرین رو پڑے۔ اب اس نے افریدون سے کہا کہ میں شرکان اور اس کے تمیں غلاموں کو ذبح کر آئی ہوں۔ اس پر افریدون خوش ہو گیا اور اس نے اس کے ہاتھ چومے اور اس کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی کہ خدا اسے اس کے بیٹے پر صبر عطا کرے۔ اس نے جواب دیا کہ مسیح کی قسم، میں اس سے خوش نہیں ہوں کہ ایک عالی شان بادشاہ کے بدلے مسلمان کتوں میں سے ایک کتا مارا جائے۔ میں ضرور کوئی نہ کوئی ایسی چال چلوں گی اور ایسی ترکیب لڑاؤں گی کہ

بادشاہ ضوء المکان اور وزیر دندان اور حاجب اور رستم اور بہرام اور اس کے لشکر میں سے دس ہزار سواروں کو قتل کر ڈالوں۔ میرے بیٹے کے سر کا بدلہ شرکان نہیں ہو سکتا۔ یہ ہرگز ممکن نہیں۔ اس کے بعد اس نے بادشاہ افریدون سے کہا کہ جہاں پناہ میں چاہتی ہوں کہ اپنے بیٹے کا سوگ کروں اور پیٹی کو کاٹ پھینک دوں اور صلیبوں کو توڑ ڈالوں۔ افریدون نے کہا کہ جو تیرا جی چاہے کر، میں تیری کسی بات کی مخالفت نہ کروں گا اور تیرا سوگ کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہو میرے نزدیک کم ہے کیونکہ وہ خواہ کتنے ہی سال تک ہمارا محاصرہ کیوں نہ کریں، ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور انہیں سوائے تکلیف اور تکان کے کچھ نہ ملے گا۔

جب وہ ملعونہ آفت پھا کر چکی اور مکر و فریب سے فارغ ہو چکی تو اس نے دوات اور کانڈ لیا اور یہ خط لکھا: یہ خط ذات الدواہی کا مسلمانوں کے نام ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے تمہارے ملک میں آکر تمہارے بڑے لوگوں کو دھوکا دیا اور پہلے تمہارے بادشاہ عمر بن النعمان کو اس کے محل کے اندر قتل کیا اور درے اور غار کی لڑائی میں بہت سے لوگوں کو مارا اور آخر میں شرکان اور اس کے غلاموں کو ذبح کیا۔ اگر خدا نے میرے ساتھ موافقت کی اور شیطان نے میرا کہنا مانا تو میں بادشاہ اور وزیر دندان کو بھی قتل کر کے چھوڑوں گی۔ میں وہی ہوں جو زاہد کے بھیس میں آئی تھی اور تمہارے ساتھ فریب اور حیلے کئے تھے۔ اگر اس کے بعد تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ اور اگر تم اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہتے ہو تو ٹھہرے رہو۔ اگر تم کئی سال بھی یہاں رہو گے، تب بھی اپنی مراد نہ پاؤ گے والسلام۔ اس خط کے لکھنے کے بعد اس نے تین دن تک بادشاہ حردوب کا سوگ کیا۔ چوتھے دن اس نے ایک سردار کو بلوایا اور کہا کہ اس خط کو تیر میں باندھ کر مسلمانوں کی طرف پھینک دے۔ اس کے بعد وہ کلیسا میں جا کر اپنے بیٹے کے مرنے پر گریہ و زاری کرنے لگی اور اس کے جانشین سے کہا کہ میں ضوء المکان اور اسلام کے باقی سرداروں کو مار کر چھوڑوں گی۔

یہ تو اس کا بیان ہوا۔ اب مسلمانوں کا حال سنئے۔ تین دن انہوں نے رنج و غم میں گزارے

اور جب چوتھا دن ہوا تو انہوں نے شہر پناہ کی طرف ایک سردار کو دیکھا جس کے پاس ایک تیر تھا اور تیر میں خط بندھا ہوا تھا۔ انہوں نے اس تیرے کے پھینکنے کا انتظار کیا اور جب تیر آیا تو بادشاہ نے وزیر دندان سے کہا کہ اس کو پڑھ۔ جب اس نے وہ خط پڑھا اور ضوع المکان نے سنا اور اس کا مطلب اس کی سمجھ میں آیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور اس کے فریب پر وہ چلانے اور پیٹنے لگا۔ وزیر نے کہا کہ میرا دل اس سے ہمیشہ متنفر تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس پتیا نے ہمیں کس طرح دو بار دھوکا دیا! لیکن خدا کی قسم، جب تک میں اسے چڑیا کی طرح پنجرے میں نہ بند کر دوں اور اس کو خود اس کے بالوں سے باندھ کر قسطنطنیہ کے دروازے پر سولی نہ چڑھا دوں، یہاں سے نہیں ٹلنے کا۔ اس کے بعد وہ اپنے بھائی کو یاد کر کے رونے لگا۔ ادھر جب ذات الدواہی کفار کے پاس گئی اور انہیں اپنی کارگزاری سنائی تو وہ شرکان کے مارے جانے اور ذات الدواہی کی سلامتی سے بڑے خوش ہوئے۔ اس کے بعد مسلمان قسطنطنیہ کے دروازے کی طرف بڑھے اور بادشاہ نے ان سے یہ وعدہ کیا کہ اگر میں نے یہ شہر فتح کر لیا تو میں سارا غنیمت کا مال تم لوگوں میں برابر تقسیم کر دوں گا۔ اس کے ساتھ اس کے بھائی کے غم میں اس کے آنسو نہ تھمتے تھے اور اس کا جسم سوکھ کر کاٹا ہو گیا تھا۔ وزیر دندان نے اس کے پاس آ کر کہا کہ غمگین مت ہو کیونکہ تیرا بھائی محض اپنی قضا سے مرا ہے اور رنج و غم کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ رونا پیٹنا بند کر اور ہتھیار اٹھانے کے لیے اپنے دل کو مضبوط کر۔ اس نے کہا کہ اے وزیر، میرا دل باپ اور بھائی کے مرنے کی وجہ سے غم زدہ ہے اور اس وجہ سے بھی کہ ہم اپنے وطن سے دور ہیں۔ میرا دل رعیت میں لگا ہوا ہے۔ یہ سن کر وزیر اور تمام حاضرین رونے لگے اور انہوں نے مدت تک قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ اسی اثناء میں ایک امیر بغداد سے خبر لے کر پہنچا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ بادشاہ ضوع المکان کی بیوی کے لڑکا بڑا ہو کر بڑا ہونماہ نکلے گا کیونکہ ابھی سے اس سے عجیب و غریب باتیں سرزد ہوتی ہیں۔ نہت الزماں نے عالموں اور واعظوں کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ تمہارے

لیے منبروں پر دعا کریں اور نمازوں میں بھی اس کا انتظام کر دیا ہے۔ ہم سب بخیریت ہیں اور بارش خوب ہوئی اور تیرا دوست بھٹی والا نہایت آرام و آسائش سے ہے اور اس کے پاس بہت سے خادم اور غلام ہیں لیکن اسے اب تک تمہاری خیریت معلوم نہیں ہوئی۔ والسلام۔ ضوء المکان نے کہا کہ اب میری پیٹھ مضبوط ہو گئی ہے کیونکہ خدا نے مجھے بیٹا عطا کیا ہے اور اس کا نام کان ماکان ہے۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• ایک سو چھویں رات

جب ایک سو چھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب بادشاہ ضوء المکان کو خبر ملی کہ اس کی بیوی کے لڑکا پیدا ہوا ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اب میری پیٹھ مضبوط ہو گئی ہے کیونکہ میرے ایک بیٹا ہوا ہے اور اس کا نام کان ماکان ہے۔ اس نے وزیر دندان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس سوگ کو ختم کر دوں اور اپنے بھائی کے لیے قرآن ختم کراؤں اور خیرات کروں۔ وزیر نے جواب دیا کہ تیرا خیال بہت ٹھیک ہے۔ اس لیے اس نے اپنے بھائی کی قبر پر خیمے گڑوائے اور لشکر میں سے ان لوگوں کو اکٹھا کیا جو قرآن پڑھنا جانتے تھے اور ان میں سے بعض تو قرآن پڑھتے اور بعض صبح تک خدا کے ذکر میں مشغول رہتے تھے اور بادشاہ ضوء المکان قبر پر آتا اور آنسو بہاتا اور اس کے ساتھ سب رونے لگتے۔ ایک بار وہ قبر پر آیا اور مارے غم و الم کے قبر پر گر پڑا اور وزیر شعر پڑھ پڑھ کر رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے جیسے کہ پروئے ہوئے موتی ہوتے ہیں۔ اس کے بعد شرکان کے ندیموں میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور ایسا رونے لگا جس سے اس کے اندرونی غم کا پتہ چلتا تھا اور شرکان کے احسانوں کا ذکر کرتا جاتا تھا۔ اس کے بعد ضوء المکان اور وزیر دندان وادیا کرنے لگے اور سارے لشکری رونے پینے لگے پھر وہ لوگ اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے اور بادشاہ وزیر دندان کی طرف مخاطب ہو کر جنگ کے بارے میں مشورہ کرنے لگا۔ یہ حالت کئی دن تک جاری رہی اور ضوء المکان رنج و غم کے مارے روتا پینتا رہا۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ میں لوگوں کے حالات اور بادشاہوں کے قصے اور عاشقوں کی حکایتیں سننا چاہتا ہوں تا کہ میرے دل کا درد دور ہو جائے اور رونا پیننا جاتا رہے۔ وزیر نے کہا کہ اگر تیری طبیعت محض اس بات سے بہل سکتی ہے تو بادشاہوں کے عجیب و غریب قصے اور گزشتہ عاشقوں کے حالات سن

تو کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ تیرے مرحوم والد کے زمانے میں سوائے قصہ گوئی اور شعر خوانی کے میرا اور کوئی کام نہ تھا۔ آج رات میں تجھ سے ایک عاشق و معشوق کی کہانی کہوں گا کہ تیرے دل کی تسکین ہو۔ جب ضوء المکان نے وزیر سے یہ سنا اس کا دل اس کے وعدے میں لگا رہا اور رات ہونے کا انتظار کرتا رہا تا کہ سنے کہ وزیر دندان پرانے بادشاہوں اور عاشقوں کی کیا کہانیاں بیان کرتا ہے۔ ابھی پوری طور سے رات بھی نہ ہونے پائی تھی کہ اس نے موم بتیاں اور قندیلیں جلانے کا حکم دے دیا اور کہا کہ کھانے پینے کی چیزیں اور خوشبو کے آلات لاؤ۔ جب وہ لوگ یہ سب چیزیں لے آئے تو اس نے وزیر کو بلوایا اور وہ حاضر ہوا۔ اس کے بعد اس نے بہرام اور رستم اور ترکاش اور حاجب کو بلوایا اور وہ حاضر ہوئے۔ جب وہ سب حاضر ہو چکے تو اس نے وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے وزیر رات ہو چکی ہے اور اس نے اپنے پردے ہمارے اوپر ڈال دیئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جن کہانیوں کا تو نے وعدہ کیا تھا وہ سنا۔ وزیر نے جواب دیا کہ بسر و چشم۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو ساتویں رات

جب ایک سو ساتویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب وزیر اور حاجب اور رستم اور بہرام 'ضوء المکان' کے پاس حاضر ہوئے تو اس نے وزیر دندان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے وزیر، رات ہو چکی ہے اور اس نے اپنے پردے ہمارے اوپر ڈال دیئے ہیں، اب ہم چاہتے ہیں کہ جن کہانیوں کا تو نے وعدہ کیا ہے، وہ سن۔ وزیر نے جواب دیا کہ بسر و چشم۔

○ تاج الملوک اور شہزادی دینا کی کہانی

اے نیک بخت بادشاہ ----- سن ایک کہانی عاشق و معشوق اور ان کے پیغام بر کی اور وہ عجیب و غریب باتیں جو ان کے درمیان پیش آئی ہیں، جن کے سننے سے غم غلط ہوتا ہے اور اگر حضرت یعقوب کی طرح بھی رنج ہو تو وہ دور ہو جاتا ہے۔ وہ قصہ یہ ہے کہ پرانے زمانے میں اصفہان کے پہاڑوں کے اس طرف ایک شہر تھا جس کا نام مدینہ خضرا تھا اور اس میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا، جس کا نام سلیمان شاہ تھا۔ وہ بڑا بخشش والا اور محسن اور عادل اور امن پسند اور فاضل اور داد گر تھا۔ ہر ملک سے مسافر اس کے پاس آتے اور اس کا ذکر ہر ملک اور ہر شہر میں لوگوں کی زبان پر تھا، اس نے ایک مدت تک عزت اور امن و امان کے ساتھ حکومت کی۔ لیکن اس کے نہ کوئی بیوی تھی اور نہ اولاد۔ اس کا ایک وزیر تھا جو عطا و بخشش میں اس سے کم نہ تھا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے وزیر کو اپنے پاس بلوایا اور کہنے لگا کہ اے میرے وزیر، بیوی بچے نہ ہونے کی وجہ سے میرا دل تنگ ہے اور میری ہمت ٹوٹ گئی اور میرا جسم کمزور ہو گیا ہے۔ یہ کسی بادشاہ کا دستور نہیں رہا ہے جس کی رعایا میں

امیر اور غریب سب ہوں۔ ان کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ ان کے بعد ان کی اولاد رہے گی اور وہ روز افزوں ترقی کرتی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ ”نکاح کرو اور اپنی نسل کی تعداد بڑھاؤ کیونکہ تمہاری وجہ سے میں قیامت کے دن دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔“ اے وزیر! اس میں تیری کیا رائے ہے؟ جو مناسب مشورہ ہو، وہ مجھے دے۔ جب وزیر نے یہ بات سنی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے کہا کہ جہاں پناہ، خدا ایسا نہ کرے کہ میں خدائی باتوں میں دخل انداز ہوں۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں خدا کے غضب میں مبتلا ہوں؟ میری رائے میں تو ایک کنیز خرید لے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ اے وزیر! سن۔ اگر بادشاہ ایک کنیز خریدتا ہے تو اسے اس کا حسب نسب معلوم نہیں ہوتا، اور نہ اس کی طبیعت کی برائیوں کی خبر ہوتی ہے، کہ وہ ان سے بچ سکے اور نہ اچھائیوں کی تا کہ وہ ان سے مانوس ہو۔ اگر اس نے اس کے ساتھ ہم بستری کی اور وہ حاملہ ہو گئی تو اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ لڑکا منافق، ظالم اور خونریزی پیدا کرتا ہے۔ ایسی عورت کی مثال شور زمین کی سی ہوتی ہے! اگر اس میں کوئی چیز بوئی جائے تو وہ اچھی طرح سے پیدا نہیں ہوتی اور جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ دیر تک نہیں رہتی۔ ایسی اولاد پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اور وہ خدا کے اوامرو نواہی کی پرواہ نہیں کرتی۔ اس لیے میں کنیز خرید کر ہرگز اس کا سبب نہیں ہونا چاہتا بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تو کسی بادشاہ کی بیٹی سے میری نسبت کرائے جس کا حسب نسب سب جانتے ہوں اور جس کے حسن و جمال کی سب تعریف کرتے ہوں۔ اگر تو میرے لیے کوئی ایسی لڑکی پیدا کرے جو حسب و نسب والی اور کسی مسلمان بادشاہ کی بیٹی ہو تو میں اس کے پاس پیغام بھیجوں گا اور گواہوں کی شہادت کے ساتھ اس سے نکاح کروں گا تا کہ خدا مجھ سے راضی ہو۔

وزیر نے جواب دیا کہ خدا نے تیری آرزو پوری کر دی اور تیری مراد حاصل ہو گئی۔ میں نے سنا ہے کہ ارض بیضا کے بادشاہ زہر شاہ کی ایک بیٹی ہے جو حسن و جمال میں یکتا ہے اور جس کی تعریف سے زبان قاصر ہے اور جس کی نظیر اس زمانے میں موجود

نہیں کیونکہ وہ خوبرویٰ میں مکمل ہے اور قد میں متعل۔ اس کی آنکھیں کالی کالی اور بال لمبے لمبے اور کمر پتلی اور کولمے بھاری۔ جب وہ سامنے آتی ہے تو فتنہ پیا کرتی ہے اور جب پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو قتل کرتی ہے اور دلوں اور آنکھوں دونوں پر برابر جادو کرتی ہے۔ جب وزیر اس لڑکی کی تعریف کر چکا تو وہ سلیمان شاہ سے کہنے لگا کہ میری رائے یہ ہے کہ تو اس کے باپ کے پاس ایک ایسا ایلچی بھیجے جو ہوش مند اور باخبر اور تجربہ کار ہو تاکہ وہ تیری نسبت کا پیغام اس کے باپ کو نہایت سلیقے سے دے کیونکہ اس کی مثال نہ قریب کے ملکوں میں پائی جاتی ہے اور نہ دور کے اور تجھے اس سے بڑا خط حاصل ہو گا اور خدا تجھ سے خوش ہو گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے ”اسلام میں رہبانیت نہیں۔“

یہ سن کر بادشاہ بے حد مسرور ہوا اور اس کا دل باغ باغ ہو گیا اور اس کا رنج مٹ گیا اور وہ وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے وزیر! یہ کام سوائے تیرے اور کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ تو عقل و شعور میں کمال رکھتا ہے۔ اب تو گھر جا کر خانہ داری کے امور طے کر اور تیار ہو کر کل روانہ ہو جا اور اس لڑکی کے لیے پیغام لے جا کیونکہ تیرے بیان کی وجہ سے اس کی جگہ میرے دل میں ہو گئی ہے اور بغیر اس کے مت لوٹیو۔ وزیر نے کہا کہ بسر و چشم اور گھر جا کر جواہرات اور نفیس چیزیں منگوائیں جو بادشاہوں کو ہدیئے میں دی جا سکتی ہیں اور جو وزن میں کم اور قیمت میں زیادہ ہوں۔ ان کے علاوہ اس نے عربی گھوڑے اور داؤدی زرہیں اور مال و دولت کے صندوق لیے جن کی تعریف زبان سے نہیں ہو سکتی۔ ان سامانوں کو اس نے خچروں اور اونٹوں پر لادا اور سو فیصد حبشی غلام اور سو کنیریں لے کر وزیر جھنڈوں اور علموں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے اسے بادشاہ کا یہ حکم ملا تھا کہ بہت جلد واپس آؤ۔

جب وہ روانہ ہو گیا تو سلیمان شاہ کے دن نہایت بے چینی سے گزرے اور وہ دن رات اسی لڑکی کی محبت میں گرفتار رہتا تھا۔ ادھر وزیر دن رات میدانوں اور بیابانوں کو طے

کرتا چلا جاتا تھا، یہاں تک کہ اس کے اور اس شہر کے درمیان جہاں وہ جا رہا تھا محض ایک دن کی راہ باقی نہ گئی۔ یہاں وہ ایک دیا کے کنارے اتر پڑا اور اپنے ایک خاص شخص کو بلا کر حکم دیا کہ تو زہر شاہ کے پاس فوراً جا کر میرے آنے کی خبر دے۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم اور فوراً اس شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو یہ اتفاق ہوا کہ اسی وقت بادشاہ زہر شاہ کے دروازے کے سامنے اپنے ایک ”محل“ میں بیٹھا ہوا تھا اور اسے آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہ کوئی پردیسی ہے تو اس نے حکم دیا کہ اسے یہاں لاؤ۔ ایلچی آیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ ارض خصرا اور جبال اصفہان کے بادشاہ سلیمان شاہ کا وزیر آ رہا ہے۔ اس پر بادشاہ زہر شاہ خوش ہو گیا اور ایلچی کا بہت اچھی طرح سے خیر مقدم کیا اور اسے اپنے ساتھ لے کر محل گیا اور اس سے پوچھا کہ تو نے وزیر کو کس جگہ چھوڑا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے اسے آج صبح فلاں دیا کے کنارے چھوڑا ہے اور وہ کل تیری خدمت میں پہنچ جائے گا، خدا تجھے اپنی نعمتیں ہمیشہ دے اور تیرے والدین پر رحم کرے! زہر شاہ نے اپنے ایک وزیر کو حکم دیا کہ سلیمان شاہ کی تعظیم کی خاطر تو بڑے بڑے خواصوں اور حاجبوں اور نوابوں اور حکومت کے اراکین کو لے کر وزیر کو خیر مقدم کے لیے جا کیونکہ اس کا حکم تمام دنیا پر چلتا ہے۔

یہ تو زہر شاہ کا قصہ ہوا۔ اب وزیر کا حال سنئے۔ وہ آدھی رات تک اس جگہ ٹھہرا رہا اور اس کے بعد وہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب صبح نمودار ہوئی اور پہاڑوں اور وادیوں میں سورج چکا تو اس کو خبر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ زہر شاہ کا وزیر حاجب اور ملک کے دوسرے اراکین اور حکومت کے خاص خاص لوگ اس کے پاس پہنچ گئے اور ابھی شہر تک پہنچنے میں کئی فرسخ باقی تھے۔ وزیر کو یقین آ گیا کہ اب میری مراد بر آئی ہے اور ان لوگوں کو سلام کیا جو اس سے ملنے آئے تھے۔ اب وہ لوگ برابر اس کے آگے آگے چلتے رہے یہاں تک کہ وہ بادشاہ کے محل میں پہنچ گئے اور محل

کے دروازے کی ساتویں دہلیز پر اترے جہاں کوئی شخص سواری پر نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ وہ جگہ بادشاہ کے قریب تھی، لہذا وزیر گھوڑے پر سے اتر کر پیادہ پا ہو لیا اور چلتے چلتے ایک اونچے ایوان میں پہنچا جس کے صدر میں مرمر کا ایک تخت پڑا ہوا تھا، جس میں موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے اور جس کے چاروں پائے ہاتھی دانت کے تھے۔ اس تخت پر سبز اطلس کا فرش تھا اور اس پر سرخ سونے کے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ تخت کے اوپر ایک شامیانہ تھا جو موتیوں اور جواہرات سے جڑا ہوا تھا۔ اس تخت پر زہر شاہ جلوہ افروز تھا اور حکومت کے اراکین اس کے آگے ہاتھ باندھے کھڑے تھے جب وزیر اس کے پاس پہنچا اور اس کے روبرو کھڑا ہوا تو اس کا دل مطمئن ہو گیا اور اس کی زبان کھل گئی اور اس نے وزیرانہ فصاحت اور بلیغانہ لسانیت سے گفتگو شروع کی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو آٹھویں رات

جب ایک سو آٹھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب بادشاہ سلیمان کا وزیر بادشاہ زہر شاہ کے پاس پہنچا اور اس کا دل مطمئن ہو گیا اور اس کی زبان کھل گئی اور اس نے وزیرانہ فصاحت اور بلیغانہ لسانیت سے گفتگو شروع کی اور نہایت ادب سے اس کو مخاطب کیا۔ بادشاہ زہر شاہ نے اسے اپنے قریب بلایا اور نہایت عزت و احترام سے اپنے پہلو میں جگہ دی اور ہنس مکھ چہرہ بنا کر اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگا۔ صبح تک یہی عالم رہا۔ اب اس ایوان میں کھانا لایا گیا۔ جب سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے تو دسترخوان بڑھایا گیا اور تمام حاضرین رخصت ہو گئے اور سوائے خاص درباریوں کے اور کوئی باقی نہ رہا۔ جب وزیر نے دیکھا کہ اب خلوت ہے تو وہ اٹھا اور اس نے بادشاہ کی تعریف کی اور اس کے آگے زمین بوس ہوا اور کہنے لگا کہ اے عالی شان بادشاہ اور زبردست آقا میں جو تیرے پاس تیزی کے ساتھ آیا تیری خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ وہ ایک کام سے ہے جس میں تیرے لیے بھلائی اور فلاح اور فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نکاح کا پیغام لے کر تیرے پاس آیا ہوں اور تیری باحسب و نسب بیٹی کی نسبت بادشاہ سلیمان شاہ سے کرانا چاہتا ہوں جو بڑا عادل اور صلح پسند اور فاضل اور داد گر ہے اور جس کی حکومت ارض خضرا اور جبل اصفہان پر ہے۔ اس نے تیرے لیے بہت سے ہدیے اور طرح طرح کے تحفے بھیجے ہیں اور وہ تجھ سے رشتہ چاہتا ہے۔ کیا تجھے یہ رشتہ منظور ہے؟ یہ کہ کر وزیر چپ ہو گیا اور اس کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

جب بادشاہ زہر شاہ نے یہ باتیں سنیں تو وہ سرودھ کھڑا ہو گیا اور تعظیماً زمین کو بوسہ دیا۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ بادشاہ ایلچی کے آگے ایسی انکساری کا اظہار کرتا ہے اور ان کی عقلیں دنگ رہ گئیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے خدا کی حمد و ثناء کی اور کھڑے

کھڑے کہنے لگا کہ اے بزرگ وزیر اور محترم آقا، میری گفتگو سن۔ میں اپنے آپ کو بادشاہ سلیمان شاہ کی رعیت سمجھتا ہوں اور اس کے ساتھ نسبت کرنا ہمارے لیے شرف کا باعث ہے اور میں خود اس نسبت کی دل سے آرزو رکھتا ہوں اور میری بیٹی اس کی کنیز ہے اور اس سے بڑھ کر میری کیا آرزو ہو سکتی ہے کہ وہ میرا سہارا اور پشت پناہ ہو۔ یہ کہہ کر اس نے قاضیوں اور گواہوں کو طلب کیا اور انہوں نے گواہی دی کہ بادشاہ سلیمان شاہ نے اپنے وزیر کو نکاح کا وکیل بنا کر بھیجا ہے اور بادشاہ زہر شاہ بخوشی اپنی بیٹی کی وکالت کرتا ہے۔ قاضیوں اور گواہوں نے نکاح باندھ دیا اور دونوں کے لیے کامیابی کی دعا کی۔

اب وزیر نے کھڑے ہو کر تمام ہدیے اور نفیس تحفے بادشاہ زہر شاہ کے پیش کش کئے۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنی بیٹی کا جہیز تیار کرانا شروع کیا اور وزیر کا بہت احترام کیا اور ہر چھوٹے بڑے کو ولیمے کی دعوت دی اور دو مہینے تک خوشیاں رچاتا رہا اور کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی جس سے دل اور آنکھ کو فرحت حاصل نہ ہو سکتی ہو۔ جب دہن کی ساری ضروریات پوری ہو چکیں تو بادشاہ نے خیمے نکلوائے اور ان کو شہر کے باہر لگوا دیا اور کپڑوں کو صندوق کے اندر بند کیا اور رومی اور ترکی کنیزوں کو آراستہ و پیراستہ کیا اور دہن کے ہمراہ نفیس نفیس چیزیں اور قیمتی جواہرات کئے۔ اس کے لیے سرخ سونے کا محل بنوایا گیا تھا اور اس میں موتی اور جواہرات جڑے گئے تھے جہیز بیس خچروں پر لادا گیا تھا اور محل ایسا تھا جیسا کہ محل کا کمرہ اور محل والی خوبصورت حوروں میں سے ایک حور تھی اور اس کی قیام گاہ گویا جنت کا ایک محل تھا۔ اب سارا جہیز اور مال لاد کر جمع کیا گیا اور انہوں نے اسے خچروں اور اونٹوں پر لادا۔ بادشاہ زہر شاہ تین فرسخ تک ان کے ہمراہ گیا اور وہاں وزیر اور اس کے ہمراہیوں کو رخصت کر کے خوش و خرم اپنے گھر واپس آیا۔

ادھر وزیر شاہزادی کو لے کر روانہ ہو گیا اور جنگل اور بیابان طے کرتا ہوا۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• ایک سو نویں رات

جب ایک سو نویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- وزیر شہزادی کو لے کر روانہ ہو گیا۔ جنگل اور بیابان طے کرتا اور دن رات تیز رفتاری سے چلتا ہوا اپنے شہر سے تین روز کی راہ پر پہنچ گیا۔ وہاں اس نے بادشاہ سلیمان شاہ کو دہن کے آنے کی خبر بھیجی اور اپنی تیزی کے ساتھ جا کر بادشاہ کو خبر کی کہ دہن آ رہی ہے۔ بادشاہ سلیمان شاہ خوش ہو گیا اور اس نے اپنی کو خلعت عطا کی اور لشکر کو حکم دیا کہ بڑے جلوس کے ساتھ روانہ ہوں اور دہن اور اس کے ساتھیوں کا بڑے احترام کے ساتھ خیر مقدم کریں اور اپنی بہترین وردیاں پہن کر اور سر پر جھنڈے اڑاتے ہوئے جائیں۔ ادھر انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور روانہ ہو گئے اور ادھر شہر میں ڈھنڈورا پڑا دیا گیا کہ کوئی کنواری پردہ نشین یا محترم آزاد عورت یا ضعیف بڑھیا ایسی نہ ہونا چاہیے جو دہن کو دیکھنے نہ آئے۔ اس لیے سب کی سب اسے دیکھنے اور بڑی سے بڑی بیگمیں اس کی خدمت کرنے کے لیے ادھر ادھر دوڑتی تھیں۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دہن کو رات کے وقت بادشاہ کے محل میں لائیں اور حکومت کے اراکین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ راستوں کو سجائیں اور وہاں ٹھہرے رہیں۔ جب تک کہ دہن غلاموں اور کنیزوں کے ہمراہ اور اپنے باپ کی دی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے وہاں سے گزر نہ جائے۔ دہن وہاں پہنچی تو لشکر اس کے داہنے بائیں ہو لیا اور محل چلتے چلتے محل کے قریب پہنچ گیا۔ کوئی ایسا نہ تھا جو اس کا تماشا دیکھنے نہ نکلا ہو۔ ڈھول بجتے جاتے تھے اور نیزوں کے کرتب ہوتے جاتے تھے اور بگل شور مچاتے جاتے تھے اور خوشبوئیں مہک رہی تھیں اور جھنڈے لہلہا رہے تھے اور گھوڑے ایک دوسرے سے سبقت کر رہے تھے اور یہاں تک کہ وہ محل کے دروازے پر پہنچ گئے اور غلام

محمل کو لے کر پردہ سرا میں داخل ہوئے اور اس کے حسن سے سارا محل چکا چوند ہو گیا اور اس کی زیب و زینت سے چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔

جب رات ہوئی تو غلاموں نے پردہ سرا کے پردے اٹھا دیئے اور احتیاط کے ساتھ دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں دلہن نکلی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا تاروں کے درمیان چاند ہے یا موتیوں کے ہار میں ایک بے بہا موتی۔ وہاں سے نکل کر وہ خلوت خانے میں داخل ہوئی جہاں اس کے لیے ایک مرمر کا تخت بچھایا گیا تھا جس میں موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس تخت پر وہ جلوہ افروز ہوئی اور بادشاہ اس کے پاس آیا اور خدا نے اس کی محبت اس کے دل میں ڈال دی اور بادشاہ ایک مہینے تک اس کے ساتھ رہا مگر وہ پہلی رات ہی حاملہ ہو چکی تھی۔ جب مہینہ پورا ہوا تو وہ نکل کر حکومت کے تخت پر بیٹھا اور اپنی رعیت کے ساتھ عدل و انصاف کرنے میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ اس کی بیوی کے حمل کے ایام پورے ہو گئے اور نویں مہینے کے آخری دن صبح کو اسے زچہ کا درد محسوس ہوا اور وہ ولادت کی کرسی پر بیٹھی۔ خدا نے اس کی ولادت آسان کر دی اور اس کے لڑکا پیدا ہوا جس کے چہرے سے نیک بختی کے آثار نمودار تھے۔ جب بادشاہ کو بیٹے کے پیدا ہونے کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا اور قاصد کو بہت کچھ انعام دیا۔ مارے خوشی کے وہ بیٹے کے پاس آیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان اسے بوسہ دیا اور اس کی خوبصورتی پر اسے تعجب ہوا۔ دایوں نے بچے کو لے کر اس کی نال کٹی اور اس کی آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ اس کا نام تاج الملوک فاران رکھا گیا اور اسے محبت کا دودھ پلایا گیا اور اقبال کی گود میں اس نے پرورش پائی۔ اسی طرح دن اور سال گزرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کی عمر سات سال ہو گئی۔ اب بادشاہ سلیمان نے علماء اور حکما کو طلب کیا اور حکم دیا کہ وہ اسے خوش خطی اور حکمت اور آداب کی تعلیم دیں۔ چند سال کے بعد وہ تمام چیزیں پڑھ کر فارغ ہو گیا۔ جب وہ ان تمام علوم میں ماہر ہو چکا جو بادشاہ چاہتا تھا تو اس نے اسے معلموں اور فقہاء سے اٹھا کر ایک استاد کے سپرد کیا جو اس کو شہ سواری سکھائے استاد اس کو شہ سواری

کی تعلیم دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی عمر چودہ سال ہو گئی۔ جب وہ کسی کام کے لیے باہر جاتا تو جو اس کو دیکھتا، اس پر فریفتہ ہو جاتا۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو دسویں رات

جب ایک سو دسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ جب سلیمان شاہ کا بیٹا تاج الملوک فاران شہ سواری میں ماہر ہو گیا اور اس فن میں کوئی اس کا ہم پلہ نہ رہا تو جب کبھی وہ کسی کام کے لیے باہر جاتا تو اس کے انتہائی حسن کی وجہ سے جو سے دیکھتا، اس پر فریفتہ ہو جاتا، یہاں تک کہ لوگ اس کی تعریف میں اشعار نظم کرتے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے بڑے شرفا اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتے۔ جب وہ اٹھارہ سال کا ہوا تو اس کے سرخ و سفید رخساروں پر سبزہ کا آغاز ہوا اور ایک تل نے جو عنبر کے دانے کی طرح تھا، سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ لوگوں کی عقلیں اور نظریں اس پر محو ہونے لگیں۔ جب وہ اس طرح جوان ہو گیا اور اس کی خوبصورتی اور بھی نکھر آئی تو اس کے دوست احباب سب کی یہی تمنا تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد وہی بادشاہ ہو اور وہ لوگ اس کے امرا بنیں۔ شہزادے کو سیر و شکار سے بہت شوق پیدا ہو گیا اور وہ ایک پہر کے لیے بھی اس سے دست بردار نہ ہوتا چاہتا تھا مگر اس کا باپ سلیمان شاہ اسے ہمیشہ اس سے منع کرتا تھا۔ اس ڈر سے کہ کہیں جنگل کے وحشی جانوروں سے اسے نقصان نہ پہنچے لیکن شہزادہ اس سے باز نہ آتا تھا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے خادموں سے کہا کہ دس دن کا کھانا پینا اور چارہ دانہ ساتھ لے لو، اور انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سیر و شکار کے لیے روانہ ہوا تو چار دن تک جنگل میں چلتے چلتے وہ لوگ ایک سبزہ زار میں پہنچے اور دیکھا کہ وہاں جنگلی جانور چر رہے ہیں اور درخت پھلوں سے لدے ہوئے ہیں اور چشمے بہہ رہے ہیں۔ تاج الملوک نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ایک بڑے حلقے میں یہاں جال ڈال دو اور فلاں جگہ پر حلقے کے پاس ہم سب ملیں گے۔ انہوں

نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور اس جگہ ایک بڑے حلقے میں جال بچھا دیئے۔ طرح طرح کے ہرن اور دوسرے وحشی جانور وہاں آکر جمع ہوئے اور لوگوں کو دیکھ کر شور مچانے لگے اور گھوڑوں کو دیکھ کر بھاگنے لگے۔ لہذا انہوں نے شکاری کتے اور تیندوے شکرے ان پر چھوڑ دیئے۔ اور ان کی طرف تیر چلانے اور ان کو مار کر گرانے لگے۔ ابھی وہ حلقے کے آخر تک نہ پہنچے تھے کہ بے شمار جنگلی جانور ان کے ہاتھ لگے اور جو وہ گئے تھے، بھاگ گئے۔ اس کے بعد تاج الملوک چشمے کے کنارے اترا اور شکار منگوا کر انہیں تقسیم کیا اور خاص خاص جنگلی جانور اپنے باپ سلیمان شاہ کے لیے علیحدہ رکھے اور انہیں بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ باقی جانور اس نے اپنے اراکین میں تقسیم کئے اور رات اسی جگہ بسر کی۔

جب صبح ہوئی تو ایک بڑا قافلہ وہاں پہنچا جس کے ساتھ بہت سے تاجر اور سفید اور کالے غلام تھے۔ اس قافلے نے بھی اس چشمے اور سبزہ زار پر ڈیرے ڈنڈے ڈال دیئے۔ جب تاج الملوک نے انہیں دیکھا تو اس نے اپنے ایک درباری سے کہا کہ ان لوگوں کا حال دریافت کر کے مجھے بتا کہ وہ یہاں کیوں اترے ہیں؟ جب فرستادہ ان کے پاس پہنچا تو ان سے کہنے لگا کہ جلد بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تاجر ہیں اور یہاں آرام کرنے کے لیے اترے ہیں کیونکہ ہم دور سے چل کر آئے ہیں۔ یہاں ہم نے اس لیے منزل کی ہے کہ ہمیں بادشاہ سلیمان شاہ اور اس کے بیٹے کی طرف سے اطمینان ہے اور جو کوئی بھی اس کی حکومت میں اترتا ہے وہ امن میں رہتا ہے۔ ہم شنزادے تاج الملوک کے لیے نفیس کپڑے لے کر آئے ہیں۔ یہ سن کر فرستادہ شنزادے کے پاس واپس آیا اور جو کچھ اس نے تاجروں سے سنا تھا، وہ بیان کیا۔ شنزادے نے کہا کہ چوں کہ وہ میرے لیے کچھ چیزیں لائے ہیں لہذا میں جب تک ان سے نہ مل لوں یہاں سے نہ ٹلوں گا اور شہر نہ جاؤں گا یہ کہہ کر وہ سوار ہو گیا اور اس کے غلام اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے یہاں تک کہ وہ قافلے کے پاس پہنچ گیا۔ تاجر اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور اس کے لیے نصرت اور اقبال اور

عزت کے دوام اور بزرگیوں کی دعا مانگی اور سرخ اطلس کا خیمہ اس کے لیے نصب کیا جس میں موتیوں اور جواہرات کے بتل بوٹے بنے ہوئے تھے اور اس کے لیے انہوں نے ریشمی فرش پر شاہی گدے لگائے جس کا سرہانہ زمرد سے کڑھا ہوا تھا۔

تاج الملوک بیٹھ گیا اور غلام ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور تاجروں کو بلوا کر اس نے کہا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے، لا کر دکھاؤ۔ تاجر اپنا اپنا مال اس کے پاس لائے اور اس نے دیکھ کر جو چیزیں اس کے قابل تھیں لے لیں اور ان کی پوری قیمت ادا کر دی۔ اس کے بعد وہ سوار ہو کر روانہ ہو ہی رہا تھا کہ اس کی نظر قافلے پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ ان میں ایک خوبصورت نوجوان ہے جس کی پوشاک نفیس اور چہرہ خوبصورت ہے، پیشانی آب و تاب والی اور منہ چاند کا سا، لیکن اس جوان کا حلیہ بدلا ہوا اور رنگ زرد پڑ گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ احباب کا فراق اسے غم زدہ کئے ہوئے ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو گیارہویں رات

جب ایک سو گیارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- تاج الملوک کی نظر قافلے پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ ان کے درمیان ایک خوبصورت نوجوان ہے جس کی پوشاک نفیس ہے اور چہرہ خوبصورت، پیشانی آب و تاب والی اور منہ چاند سا۔ لیکن اس جوان کا حلیہ بدلا ہوا ہے اور رنگ زرد پڑ گیا ہے۔ گویا وہ احباب کی جدائی کے صدمے اٹھا رہا ہے اور بہت رو پیٹ رہا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور وہ درد آمیز اشعار پڑھ رہا ہے۔ جب وہ اشعار پڑھ چکا تو رونے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد بے ہوش ہو گیا۔ تاج الملوک اس کو دیکھ رہا تھا اور اس کے حال پر حیران تھا۔ جب اسے ذرا افاقہ ہوا تو وہ کھوکھلی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے اور پھر اشعار پڑھنے لگا۔ اس کے بعد اس نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور بے ہوش ہو گیا۔ جب تاج الملوک نے اسے اس حالت میں دیکھا تو وہ حیران ہو گیا اور چل کر اس کے پاس گیا۔ جب اس کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ شہزادہ اس کے پاس کھڑا ہے اور وہ فوراً اٹھ کر اس کے آگے زمیں بوس ہوا۔ تاج الملوک نے کہا کہ تو اپنا مال ہمارے سامنے کیوں نہیں لایا؟ اس نے جواب دیا کہ اے میرے مالک، میرے سامان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تیرے قابل ہو۔ تاج الملوک نے کہا کہ اپنا سامان ضرور مجھے دکھا اور اپنا حال سنا کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو رو رہا ہے اور غم زدہ ہے۔ اگر تو مظلوم ہے تو میں ظلم کی تلافی کر دوں گا اور اگر مقروض ہے تو تیرا قرضہ ادا کر دوں گا۔ جب سے میں نے تجھے دیکھا ہے میرے دل میں آگ لگی ہوئی ہے۔

اب تاج الملوک نے دو کرسیاں منگوائیں اور انہوں نے ایک کرسی لا کر رکھی جو ہاتھی دانت اور آبنوس کی تھیں اور جس کی جالی سونے اور ریشم کی تھی اور اس جوان کے

لیے انہوں نے ریشمی فرش بچھایا۔ تاج الملوک کرسی پر بیٹھ گیا اور جوان کو فرش پر بٹھایا اور اس سے کہنے لگا کہ اب سامان دکھا۔ جوان نے کہا کہ اس کا ذکر مت کر کیونکہ میرا مال تیرے شان کے قابل نہیں۔ تاج الملوک نے کہا کہ تجھے دکھانا ہو گا اور ایک غلام کو حکم دیا کہ اس کا مال لے آئے اور وہ زبردستی لے آیا۔ جب جوان نے اپنا سامان دیکھا تو اس کے آنسو بہنے لگے اور وہ رونے اور آہیں بھرنے اور شکوہ شکایت کرنے لگا اور اس کی ہچکی بندھ گئی اور وہ اشعار پڑھ کر گانے لگا اس کے بعد اس نے اپنا سامان کھولا اور ایک ایک کر کے تاج الملوک کو دکھانے لگا۔ منجملہ اور چیزوں کے ایک اطلس کی پوشاک تھی جس میں سونے کا کام تھا جس کی قیمت دو ہزار دینار تھی۔ جب تاج الملوک نے اسے کھولا تو اس کے بیچ میں سے ایک ٹکڑا کپڑے کا نکل پڑا۔ جوان نے جلدی سے اسے لے کر اپنی ران کے نیچے دبا لیا اور بے ہوش ہو گیا اور اسی حالت میں اشعار گانے لگا۔ تاج الملوک کو اس کی شعر خوانی پر بڑا تعجب ہوا مگر اسے اس کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ جب اس نے وہ ٹکڑا لے کر اپنی ران کے نیچے دبا لیا تو تاج الملوک نے پوچھا کہ یہ کیا کپڑا ہے؟ اس نے کہا کہ اے میرے مالک تجھے اس ٹکڑے کی کوئی ضرورت نہیں۔ شنراوے نے کہا کہ دکھا تو سہی، اس نے کہا کہ اسی کپڑے کی وجہ سے تو میں اپنا مال تجھے نہیں دکھاتا تھا کیونکہ میرے لیے ممکن نہیں کہ وہ میں تجھے دکھاؤں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو بارہویں رات

جب ایک سو بارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ اس جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ اس کپڑے کی وجہ سے تو میں اپنا مال تجھے نہ دکھاتا تھا کیونکہ میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں وہ کپڑا تجھے دکھاؤں۔ تاج الملوک نے کہا کہ میں ضرور دیکھوں گا اور اصرار کیا اور ناراض ہوا۔ اس پر جوان نے اس کپڑے کو ران کے نیچے سے نکالا اور رونے اور آہیں بھرنے اور شکوہ شکایت کرنے لگا اور بہت سی آہیں بھر کر اشعار گا کر پڑھنے لگا۔ جب وہ اشعار گا چکا تو تاج الملوک نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تیری حالت ابتر ہے۔ بتا کہ تو اس کپڑے کو دیکھ کر کیوں روتا ہے؟ جب جوان نے کپڑے کا نام سنا تو وہ آہیں بھرنے لگا اور کہا کہ اے میرے مالک میرا قصہ اور میری حالت عجیب و غریب ہے جو اس کپڑے کے نکلنے اور اس کی مالکہ اور ان تصویروں کے بنانے والی کے ساتھ پیش آئی۔ یہ کہہ کر اس نے وہ کپڑا کھول کر پھیلا دیا اور تاج الملوک نے دیکھا کہ اس میں ایک ہرن کی تصویر، ریشم اور سنہری کلابتوں سے بنی ہوئی ہے۔ اس ہرن کے سامنے ایک اور ہرن کی تصویر ہے جو روپلے کلابتوں سے کڑھی ہوئی ہے۔ اس ہرن کے گلے میں سرخ سونے کا ایک طوق پڑا ہوا ہے جس میں زرجد کے تین بکسے ہیں۔ جب تاج الملوک نے اس زردوزی کی خوبصورتی کو ملاحظہ کیا تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکل پڑا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے انسان کو وہ چیز سکھائی جو اسے نہ آتی تھی۔ تاج الملوک کا دل اس کے قصے میں لگا ہوا تھا۔ اس نے جواب سے کہا کہ اپنا قصہ سنا جو تجھے اس ہرن والی کے ساتھ پیش آیا۔

جوان نے کہا کہ اے میرے آقا سن۔ میرے باپ کا شمار بڑے تاجروں میں تھا لیکن میرے سوا اس کی کوئی اور اولاد نہ تھی اور میرے ایک چچیری بہن تھی جس کی تربیت میرے ساتھ میرے باپ کے گھر میں ہوئی تھی کیونکہ اس کا باپ مر چکا تھا اور مرنے سے پہلے اس نے میرے باپ سے یہ شرط لے لی تھی کہ وہ میری شادی اس کے ساتھ کرے۔ جب میں بالغ ہو گیا اور وہ بالغہ تو انہوں نے نہ اس کا پردہ مجھ سے کرایا اور نہ میرا اس سے۔ میرے باپ نے میری ماں سے اس کے متعلق گفتگو کی اور کہا کہ اسی سال ہم عزیز کا عقد عزینہ سے کر دیں گے اور دونوں والدین اس پر رضا مند ہو گئے اور میرے باپ نے ولیمہ کا سامان کرنا شروع کر دیا۔ ادھر تو یہ ہو رہا تھا اور ادھر میں اور میری چچیری بہن باہم ایک ہی فرش پر سوتے تھے اور ہمیں کچھ خبر نہ تھی لیکن وہ مجھ سے زیادہ باعقل و شعور تھی۔ جب میرے باپ نے شادی کا سامان تیار کر لیا اور سوائے اس کے اور کچھ باقی نہ رہا کہ نکاح نامہ لکھوا لیا جائے اور میں اس کے ساتھ ہم بستر ہوں تو میرے باپ نے ارادہ کیا کہ جمعہ کے روز نماز کے بعد نکاح نامہ مرتب ہو۔ اس کے بعد میرا باپ اپنے تاجر دوستوں کے پاس گیا اور انہیں اس کی خبر کی اور میری ماں اپنی سہیلیوں اور اپنے رشتے داروں کے پاس گئی اور اس کو دعوت دے آئی۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو براتیوں کے بیٹھنے کا کمرہ دھلویا گیا اور اس کا مرمر خوب صاف کیا گیا اور سارے مکان میں فرش بچھوایا گیا اور ہر ضرورت کی چیز مہیا کی گئی اور دیواروں پر سنہری پردے ڈالے گئے اور لوگ تیار ہو گئے کہ جمعہ کی نماز کے بعد ہمارے گھر آئیں۔ میرے باپ نے جا کر حلوے اور مٹھائیوں کی سینیاں تیار کیں اور سوائے نکاح نامے کے اور کوئی چیز باقی نہ رہی۔

اب میری ماں نے مجھے حمام بھیجا اور میرے پیچھے بہترین لباس کا ایک جوڑا بچھوایا۔ حمام سے نکل کر میں نے اس جوڑے کو پہن لیا اور وہ عطر میں بسا ہوا تھا۔ جب میں اسے پہن کر چلا تو اس کی خوشبو سے تمام راستے مکھ اٹھے۔ اب میں جامع مسجد جانے کا

ارادہ کر ہی رہا تھا کہ مجھے اپنا ایک دوست یاد آیا اور میں اس کی تلاش میں لوٹ پڑا تاکہ نکاح نامے کے لکھے جانے کے وقت وہ بھی موجود ہو اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں نماز کے وقت تک اس سے فارغ ہو جاؤں گا۔ یہ کہہ کر میں ایک گلی میں داخل ہوا جہاں پہلے کبھی نہ گیا تھا اور حمام اور نئی پوشاک کی وجہ سے جو میں پہنے ہوئے تھا، پسینے پینے ہو رہا تھا۔ پسینہ بہہ رہا تھا اور خوشبو پھیل رہی تھی۔ اس لیے میں گلی کے کنارے ایک چوکی پر ذرا آرام کرنے بیٹھ گیا اور ایک کڑھا ہوا رومال جو میرے پاس تھا، نیچے بچھا لیا۔ اب مجھے اور زیادہ گرمی معلوم ہونے لگی اور پسینہ پیشانی سے بہہ بہہ کر چہرے پر آنے لگا مگر میں رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ نہ پونچھ سکتا تھا کیونکہ وہ میرے نیچے بچھا ہوا تھا۔ اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ اپنا دامن لے کر اپنے رخساروں سے پسینہ پونچھوں کہ اتنے میں اوپر سے ایک سفید رومال میرے پاس آگرا جو نسیم سے زیادہ ہلکا تھا اور جس کی شکل بیمار کی صحت سے زیادہ لطیف تھی۔ میں نے اس رومال کو اٹھا لیا اور سر اٹھا کر دیکھنے لگا کہ وہ رومال کہاں سے گرا ہے کہ اتنے میں میری اس ہرن والی سے چار آنکھیں ہو گئیں۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو تیرہویں رات

جب ایک سو تیرہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ میں سر اٹھا کر دیکھنے لگا کہ رومال کہاں سے گرا ہے؟ کہ اتنے میں اس ہرن والی سے میری آنکھیں چار ہو گئیں اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک چھجے پر پیتل کے جھروکے کے پاس کھڑی ہے۔ اس جیسا حسین میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اور بالکل اس کی تعریف کرنے سے میری زبان قاصر ہے۔ جب اس نے مجھے اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا تو اس نے ایک انگلی اپنے منہ میں لی اور بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے ملا کر اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان اپنے سینے پر رکھا۔ پھر اس نے اپنا سر چھجے کے اندر کر کے اس کا دروانہ بند کر دیا اور چلی گئی۔ یہ دیکھ کر میرے سینے میں اک آگ سی لگ گئی اور اسے دیکھنے کے ساتھ ہی ہزاروں آرزوئیں جوش مارنے لگیں اور میں حیران ہو کر رہ گیا لیکن نہ میں نے اس کی کوئی بات سمجھی اور نہ اس کے اشارے میری سمجھ میں آئے۔ میں نے دوبارہ چھجے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا مگر اس کو بند پایا اور میں مغرب تک بیٹھا انتظار کرتا رہا لیکن نہ میں نے کوئی آواز سنی اور نہ کسی کو دیکھا۔ جب میں اس کے دیدار سے ناامید ہو گیا تو اس رومال کو لے کر وہاں سے اٹھا اور اسے کھولا تو اس میں سے مشک کی خوشبو نکل رہی تھی۔ اس خوشبو سے مجھے اتنی فرحت ہوئی کہ گویا میں جنت میں ہوں۔ اب میں نے اس رومال کو اپنے ہاتھ میں لے کر کھولا تو اس میں سے ایک مہین کاغذ کا پرہہ گرا۔ جب میں نے اس پرزے کو کھولا تو دیکھا کہ وہ نہایت لطیف خوشبوؤں میں بسا ہوا ہے اور اس کے بیچ میں تین اشعار لکھے ہوئے ہیں اور دو حاشیوں پر دو دو شعر۔ جب میں نے وہ اشعار پڑھے جو رومال پر لکھے ہوئے تھے تو میرے دل میں آگ بھڑک اٹھی اور آرزوؤں اور پریشانیوں کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں وہ رومال اور کاغذ لے کر گھر آیا

اور کوئی تدبیر وصل کی سمجھ میں نہ آتی تھی اور نہ اپنے عشق کی حالت کسی سے تفصیل کے ساتھ بیان کر سکتا تھا۔ جب میں گھر پہنچا تو بہت رات گزر چکی تھی اور میں نے دیکھا میری چچیری بہن بیٹھی رو رہی ہے۔

جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ آنکھوں سے آنسو پونچھ کر میرے سامنے آئی اور اس نے میرے کپڑے اتارے اور میرے غائب ہو جانے کا سبب پوچھا اور کہا کہ سارے امیر و کبیر اور تجار وغیرہ یہاں آئے تھے اور قاضی اور گواہ بھی موجود تھے۔ ان سب نے کھانا کھایا اور دیر تک بیٹھے تیرے آنے کا انتظار کرتے رہے تاکہ نکاح نامہ مرتب کریں۔ جب انہیں تیری طرف سے ناامیدی ہو گئی تو ایک ایک کر کے چلے گئے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ تیرا باپ اس وجہ سے سخت ناراض ہے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ

ایک سال سے پہلے پھر نکاح نامہ نہ لکھوائے گا کیونکہ اس شادی کی تیاری کی وجہ سے وہ مقروض ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ آخر آج تجھ پر کیا گزری جو اب تک گھر نہ آیا اور تیری غیر موجودگی کی وجہ سے یہ ساری باتیں پیش آئیں؟ میں نے کہا کہ اے بہن، کچھ مت پوچھ کر مجھ پر کیا گزری، اور میں نے اس سے رومال کا قصہ اور ساری سرگزشت اول سے آخر تک بیان کر دی۔ اس نے کانفذ اور رومال لے کر پڑھا کہ اس میں کیا لکھا ہے اور اس کے رخساروں پر آنسو بننے لگے۔ اس کے بعد اس نے پوچھا کہ اس لڑکی نے تجھ سے کیا کہا اور کیا اشاہ کیا؟ میں نے جواب دیا کہ بات تو اس نے کچھ نہیں کی مگر اپنی ایک انگلی منہ میں لی۔ پھر اس کو بیچ کی انگلی سے ملا کر دونوں کو اپنے سینے پر رکھا اور زمین کی طرف اشاہ کیا۔ اس کے بعد وہ اپنا سر اندر لے گئی اور جھجے کو بند کر دیا اور میں نے پھر اس کو نہ دیکھا اور میرا دل اس کے ساتھ چلتا ہوا، سورج ڈوبتے تک میں نے انتظار کیا کہ شاید وہ پھر جھجے پر آئے، لیکن وہ نہ آئی اور میں ناامید ہو کر وہاں سے اٹھا اور یہاں آیا۔ یہ ہے میری ساری داستان اور اب چاہتا ہوں کہ تو میری اس مصیبت میں مدد کرے۔

یہ سن کر اس نے اپنا سر اٹھایا اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگی کہ بھائی، اگر تو میری آنکھوں کا بھی خواہش مند ہو تو میں تیرے آگے رکھ دوں گی اور تیری آرزو پوری کرنے میں تیری مدد کروں گی اور اس کی آرزو پوری کرنے میں اس کی مدد کروں گی کیونکہ جس طرح تو اس کی محبت میں گرفتار ہے وہ بھی تیرے عشق میں سرگشتہ و پریشان ہے۔ میں نے کہا کہ اس کے اشاروں کے کیا معنی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ منہ میں انگلی رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ تو اس کے لیے ایسا ہے جیسا کہ بدن کے لیے روح اور وہ تیرے وصال کی مشتاق ہے۔ رومال کے معنی ہمیشہ یہ ہوتے ہیں کہ دوست دوست کو سلام بھیجتا ہے۔ کلغذ کے ورق کے یہ معنی ہیں کہ اس کی روح بچھی میں لگی ہوئی ہے اور اس کا دونوں انگلیوں کا چھاتیوں کے درمیان سینے پر رکھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ چاہتی ہے کہ تو دو روز کے بعد وہاں جاتا کہ اس کا رنج و الم دور ہو جائے۔ اے بھائی، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تجھ پر دل و جان سے عاشق ہے۔ یہ ہے میرے خیال میں اس کے اشاروں کی تفسیر۔ اگر میں باہر آتی جاتی ہوتی تو میں تم دونوں کو بہت جلد ملا دیتی اور تمہاری پردہ پوشی کرتی۔ جوان نے کہا، جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں دو دن صبر کروں گا اور میں واقعی دو دن تک گھر کے اندر بیٹھا رہا اور باہر آنا جانا بند کر دیا اور نہ کھاتا تھا اور نہ پیتا۔ بلکہ اپنی چھیری بہن کی گود میں سر رکھے پڑا رہتا تھا۔ وہ مجھے تسلی دیتی اور کہتی تھی کہ دل کو مضبوط کر اور بے چین مت ہو۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو چودھویں رات

جب ایک سو چودھویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ جب دو دن گزر چکے تو میری چچا زاد بہن نے مجھ سے کہا کہ خوش ہو اور دل شاد ہو اور دل مضبوط کر اور کپڑے بدل اور وعدے کے مطابق اس کے پاس جا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھی اور اس نے میرے کپڑے بدلوائے اور خوشبو لگائی۔ اب میں اٹھا اور دل کو مضبوط کر کے نکل کھڑا ہوا اور چلتے چلتے اس گلی میں پہنچ گیا اور اسی چوکی پر جا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں بیٹھا ہوں گا کہ چھپا کھلا اور میں نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور دیکھتے ہی غش کھا کر گر پڑا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دل مضبوط کر کے اور پختہ ارادہ کر کے دوبارہ اسکی طرف دیکھا اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک آئینہ اور ایک سرخ رومال ہے۔ جوں ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی تو اس نے اپنی کلائی برہنہ کر کے پانچوں انگلیاں کھول دیں اور ان پانچ انگلیوں اور ہتھیلی سے اپنا سینہ ٹھونکا۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر اس نے آئینے کو چھجے سے باہر نکالا اور اس سرخ رومال کو لے کر اندر چلی گئی۔ پھر لوٹی اور رومال کو تین بار نیچے گلی کی طرف لٹکایا۔ اس طرح سے کہ وہ لٹکاتی اور پھر اٹھا لیتی تھی۔ اس کے بعد اس نے رومال کو نچوڑ کر اپنے ہاتھ میں لپیٹ لیا اور اپنے سر کو باہر نکالا اور پھر اندر کی طرف کر لیا اور چھجے کو بند کر کے چلی گئی اور ایک بات بھی نہ کی۔ میں حیران تھا اور اس کے اشاروں کو بالکل نہ سمجھا اور عشا کے وقت تک بیٹھ کر گھر لوٹ آیا۔ اب آدھی رات ہو گئی تھی اور میں نے دیکھا کہ میری چچیری بہن ہاتھ پر سر رکھے بیٹھی ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور وہ اشعار پڑھ رہی ہے۔

جب میں نے اس کے شعر سنے تو میرا غم دوبالا ہو گیا اور درد و الم بڑھ گیا اور میں

گھر کے ایک کونے میں گر پڑا۔ وہ اٹھ کر میرے پاس آئی اور اس نے مجھے اٹھایا اور میرے کپڑے اتارے اور اپنی آستین سے میرے آنسو پونچھے اور میرا ماجرا پوچھا۔ میں نے اپنی ساری داستان جو اس کے ساتھ پیش آئی تھی سنا دی۔ اس نے کہا کہ بھائی ہتھیلی اور پانچ انگلیوں سے اشارے کے یہ معنے ہیں کہ پانچ دن کے بعد آ اور آئینے اور سرخ رومال لٹکانے اور اٹھانے اور چھجے سے سر نکالنے کے معنے یہ ہیں کہ رنگریز کی دوکان پر بیٹھ کر میرے قاصد کا انتظار کر۔ اس کی باتیں سنتے ہی میرے دل کی آگ بھڑک اٹھی اور میں نے کہا کہ اے بہن، خدا کی قسم، تیری تفسیر بالکل درست ہے کیونکہ اس گلی میں ایک یہودی رنگریز کی دوکان ہے۔ یہ کہہ کر میں رونے لگا مگر میری چچیری بہن نے کہا کہ اپنا ارادہ پکا رکھ اور دل کو مضبوط کر کیونکہ تجھے اوروں کی طرح اس محبت کی کامیابی میں زیادہ مدت نہ لگے گی اور عشق کی حرارت زیادہ نہ ستائے گی بلکہ ایک ہی ہفتے میں تیری مراد حاصل ہو جائے گی۔ اس لیے تیری فریاد بے کار ہے۔ یہ کہہ کر وہ مجھے تسلی دینے لگی اور میرے لیے کھانا لائی۔ میں نے ایک لقمہ اٹھایا اور چاہا کہ کھاؤں لیکن نہ مجھ سے کچھ کھایا گیا نہ پیا گیا اور نہ نیند آتی تھی اور رنگ زرد پڑ گیا اور رنگ روپ بگڑ گیا کیونکہ اس سے پہلے میں کبھی عاشق نہ ہوا تھا اور محبت کا مزہ نہ چکھا تھا۔ اس وجہ سے میں دبلا ہو گیا اور میری وجہ سے میری چچا زاد بہن دہلی ہونے لگی۔ وہ ہر رات میری تسلی کے لیے عاشقوں اور معشوقوں کی کہانیاں سناتی یہاں تک کہ میں سو جاتا اور جب میری آنکھ کھلتی تو میں دیکھتا کہ وہ میری خاطر جاگ رہی ہے اور اس کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے ہیں۔ اسی حالت میں وہ پانچوں دن گزر گئے۔ اب میری چچیری بہن نے اٹھ کر میرے لیے پانی گرم کیا اور مجھے نہلایا اور کپڑے بدلے اور کہا کہ اس کے پاس جا، خدا تیری مراد پوری کرے اور تیری آرزو بر لائے اور تجھے تیرے معشوق سے ملائے! میں چل کھڑا ہوا اور چلتے چلتے اسی گلی میں پہنچا۔ یہ سینچر کا دن تھا اور میں نے دیکھا کہ رنگریز کی دوکان

بند ہے مگر میں وہاں بیٹھ گیا۔ یہاں تک عصر کی اذان ہوئی اور پھر سورج پیلا پڑنے لگا اور مغرب کی اذان ہوئی اور پھر رات ہو گئی مگر نہ میں نے اسے دیکھا اور نہ اس کی آواز سنی اور نہ کوئی خبر آئی۔ چونکہ میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا مجھے ڈر لگا اور میں اٹھ کر متوالوں کی طرح جھومتا چل دیا اور گھر پہنچا اور دیکھا کہ میری چچیری بہن عزیزہ کھڑی ہوئی ہے اور ایک ہاتھ سے کھونٹی پکڑے ہوئے ہے جو دیوار میں گڑی ہوئی ہے اور دوسرا ہاتھ اپنے سینے پر رکھے ہوئے ہے اور آپیں بھر بھر کر اشعار پڑھ رہی ہے۔ جب وہ فارغ ہوئی تو اس نے میری طرف متوجہ ہو کر اپنی آستین سے میرے آنسو پونچھے اور مسکرانے لگی اور مجھ سے کہا کہ اے بھائی، خدا نے جو تجھے دیا ہے وہ مبارک ہو! مگر تو رات کو اپنے معشوق کے ساتھ کیوں نہیں سویا اور اپنا ارمان کیوں نہیں نکالا؟ جب میں نے یہ سنا تو میں نے اپنے پاؤں سے اس کے سینے میں ٹھوکر ماری اور وہ وہیں کمرے میں گر پڑی اور اس کی پیشانی ایک کھونٹی پر لگی جو کمرے کے ایک طرف گڑی ہوئی تھی۔ جب میں نے غور کیا تو دیکھا کہ اس کی پیشانی پھٹ گئی ہے اور اس سے خون بہہ رہا ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو پندرہویں رات

جب ایک سو پندرہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ جب میں نے اپنی چچیری بہن کے سینے پر ٹھوکر ماری تو وہ کمرے میں گر پڑی اور اس کی پیشانی میں کیل لگ گئی اور وہ پھٹ گئی اور اس سے خون بننے لگا۔ اس پر وہ چپ ہو گئی اور اس نے ایک لفظ بھی نہ کہا اور کوئی چیز جلا کر اس کو زخم میں بھر دیا اور اوپر سے پٹی باندھ لی اور جو خون فرش پر گرا تھا اس کو رگڑ کر پونچھ ڈالا گیا کہ کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ اس کے بعد وہ میرے پاس آئی اور مسکرا کر نرمی سے کہنے لگی کہ بھائی جو کچھ میں نے کہا تھا اسے میرا مقصد نہ تیرا مذاق اڑانا تھا اور نہ اس کا۔ میرے سر میں درد ہو رہا تھا اور میں چاہتی تھی کہ تھوڑا سا خون نکل جائے۔ اب میرا سر ہلکا ہو گیا ہے اور میرے ماتھے میں آرام ہے۔ اب بتا کہ آج تجھ پر کیا گزری؟ میں نے اس روز کی ساری سرگزشت بیان کر دی اور اس کے بعد رونے لگا۔ اس نے کہا کہ اے میرے چچیرے بھائی خوش ہو کہ تیری مراد بر آئی اور تیری آرزو پوری ہو گئی کیونکہ یہ مقصد براری کی نشانی ہے اور وہ اس طرح کہ وہ غائب ہو کہ تیرا امتحان کرنا چاہتی ہے اور یہ جاننا چاہتی ہے کہ تو صبر کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور محبت میں سچا ہے کہ نہیں۔ کل تو پھر اسی جگہ جا کر دیکھو کہ وہ کیا اشاہ کرتی ہے۔ اب خوشی کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور تیرا غم دور ہونے والا ہے۔ وہ مجھے تسلی دیتی جاتی تھی اور میرا رنج و غم بڑھتا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ میرے لیے کھانا لائی مگر میں نے ایک ایسی ٹھوکر ماری کہ ساری پیالیاں ایک طرف جا پڑیں اور میں نے کہا کہ ہر عاشق پاگل ہوتا ہے۔ نہ تو اسے کھانے کی طرف میلان ہوتا ہے اور نہ سونے میں مزہ آتا ہے۔ میری چچیری بہن عزیز نے کہا کہ بھائی واللہ یہ محبت کی علامت ہے اور رونے لگی۔ اب اس نے پیالیوں کے ٹکڑے

جمع کیے اور گرا ہوا کھانا پونچھ کر اٹھایا اور باتیں کرنے لگی اور میں خدا سے یہ دعا مانگ رہا تھا کہ صبح ہو۔

جب صبح ہوئی اور روشنی پھیلی تو میں پھر وہاں گیا۔ جلدی سے گلی میں داخل ہوا اور اس چوکی پر جا کر بیٹھ گیا۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ چھجا کھلا اور اس نے اپنا سر اس میں سے نکالا اور مسکرائی۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گئی اور پھر نکلی تو اس کے پاس ایک آئینہ تھا اور ایک تھیلی اور ایک سبزی کا گملا اور اس کے ہاتھ میں ایک قندیل۔ پہلے تو اس نے آئینے کو لے کر تھیلی میں ڈال دیا اور پھر اس کا منہ باندھ کر اسے گھر کے اندر پھینک دیا۔ پھر اس نے اپنے بال اپنے چہرے پر لٹکا دیے اور تھوڑی دیر کے لیے قندیل کو گمלے پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ ان تمام چیزوں کو لے کر اندر چلی گئی اور بالاخانے کو بند کر دیا۔ یہ حال دیکھ کر میں بے حال ہو گیا کہ وہ پوشیدہ اشارے کرتی ہے مگر کوئی بات نہیں کرتی اور میری محبت کی آگ بھڑک اٹھی اور میرا عشق اور درد اور زیادہ ہو گیا۔ اب میں روتا ہوا اور غمگین وہاں سے لوٹا۔ جب میں گھر کے اندر آیا تو میں نے دیکھا کہ میری چچیری بہن دیوار کی طرف منہ کیے بیٹھی ہے اور اس کا دل رنج و غم اور رشک سے جل رہا ہے لیکن اس کی محبت اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اپنی محبت کا حال مجھ سے بیان کرے کیونکہ وہ دیکھ رہی تھی کہ میں عشق میں مبتلا ہوں۔ اب جو میری نظر اس کے اوپر پڑی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے سر پر دو پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ ایک تو اس واقعے کی وجہ سے جو اس کے ماتھے کے ساتھ پیش آیا تھا اور دوسری اس کی آنکھوں پر کیونکہ روتے روتے اس کے سر میں درد ہونے لگا تھا اور اس کا حال بہت برا تھا اور وہ رو رو کر اشعار پڑھ رہی تھی۔ جب وہ اس سے فارغ ہوئی تو اس نے رو کر میری طرف دیکھا اور میں اس کے آنسو پونچھنے لگا۔ اب وہ اٹھ کر میرے پاس آئی مگر اپنی محبت کا اظہار نہ کر سکی اور تھوڑی دیر تک چپ رہنے کے بعد کہنے لگی کہ بھائی، بتا کہ آج کیا واقعہ

اس کے ساتھ پیش آیا؟ میں نے اس سے سارا حال بیان کر دیا اور وہ کہنے لگی کہ ذرا اور صبر کر کیونکہ تیرے وصال کے دن آنے پہنچے ہیں اور تیری آرزو پوری ہونے والی ہے۔ آئینے سے اشاہ کرنے اور اسے ٹھیلی میں ڈال دینے کے یہ معنی ہیں کہ سورج کے غروب ہونے کا انتظار کر۔ بالوں کو چہرے پر ڈالنے کے یہ معنی ہیں کہ جب رات ہو جائے اور اندھیرا پھیل جائے اور دن کی سفیدی جاتی رہے تو آئیو۔ سبزی والے گملے کا یہ مطلب ہے کہ وہ تجھ سے کہنا چاہتی ہے کہ جب تو آئے تو اس باغ میں آئیو جو گلی کے پیچھے ہے اور قندیل سے اشاہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جب تو باغ میں داخل ہو تو جہاں تجھے قندیل جلتی ہوئی دکھائی دے، وہاں آکر اس کے پاس بیٹھ جائیو اور میرا انتظار کیجیو۔ کیونکہ تیری محبت مجھے مارے ڈالتی ہے۔ جب میں نے اپنی چچیری بہن کی یہ باتیں سنیں تو میں محبت کے جوش میں چیخ اٹھا اور کہنے لگا کہ آخر تو کب تک مجھے دلاسا دے گی اور میں اس کے پاس جا کر نامراد لوٹوں گا اور تیری تفسیر کے صحیح معنی معلوم نہ ہوں گے؟ یہ سن کر میری چچیری بہن ہنسنے لگی اور اس نے کہا کہ بس اب تیرے لیے اتنا صبر باقی ہے کہ تو آج کا دن گزر جانے دے۔ یہاں تک کہ دن ختم ہو جائے اور رات کا اندھیرا پھیل جائے۔ اس وقت تیرا وصال اس کے ساتھ ہو جائے گا اور تیرا ارمان نکل جائے گا۔ یہ بات ٹھیک ہے اور اس میں کوئی چال نہیں۔ اس کے بعد وہ میرے پاس آکر نرم کلامی سے مجھے تسلی دینے لگی مگر اس کی یہ ہمت نہ پڑی کہ میرے لیے کھانا لاتی کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں میں اس سے ناراض نہ ہو جاؤں۔ مگر وہ چاہتی تھی کہ میرا میلان اس کی طرف ہو اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ میرے پاس آکر میرے کپڑے بدلے۔ جب وہ یہ کر چکی تو اس نے مجھ سے کہا کہ بھائی، بیٹھ تاکہ میں تیرے ساتھ باتیں کروں جس سے دن گزرنے تک تیرا دل بے اور اگر خدا نے چاہا تو رات ہونے سے پہلے تو اپنی محبوبہ کی بغل میں ہو گا۔ مگر میں اس کی طرف بالکل ملتفت نہ ہوا اور رات کے آنے کا انتظار کرتا رہا اور

کہتا تھا کہ اے رب، رات جلد لا۔ جب رات ہوئی تو میری چچیری بہن بلک بلک کر رونے لگی اور اس نے مجھے خالص مشک کا ایک دانہ دے کر کہا کہ اے میرے چچیرے بھائی، یہ دانہ اپنے منہ میں ڈال لے اور جب تو اپنی محبوبہ سے ہم صحبت ہو اور تیری آرزو اس سے پوری ہو جائے اور تیری مراد بر آئے تو اسے یہ شعر پڑھ کر سنا دیجیو:

اے عاشق، خدا کے واسطے یہ تو کہو کہ جب کسی پر عشق کا جنون سوار ہو تو وہ کیا کرے؟ اس کے بعد اس نے مجھے بوسہ دیا اور قسم دی کہ میں یہ شعر اس وقت پڑھوں جب کہ میں اس کے پاس سے رخصت ہو رہا ہوں اور میں نے کہا کہ بسر و چشم۔

جب عشا کا وقت ہوا تو میں روانہ ہو گیا اور چلتے چلتے اس باغ تک پہنچ گیا اور دیکھا کہ اس کا دروانہ کھلا ہوا ہے۔ میں اس کے اندر داخل ہو گیا اور مجھے دور سے ایک روشنی نظر آئی اور میں اس طرف چل دیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے وہاں ایک نشست گاہ دیکھی جس کے اوپر ہاتھی دانت اور آبنوس کا گنبد تھا اور اس گنبد کے بیچ میں ایک قذیل لٹک رہی تھی۔ نشست گاہ کا فرش ریشم کا تھا جو سونے اور چاندی کے تاروں سے کڑھا ہوا تھا اور اس پر ٹھیک اس قذیل کے نیچے سونے کے شمع دان میں ایک بہت بڑی موم بتی جل رہی تھی اور نشست گاہ کے بیچ میں ایک حوض تھا جس میں طرح طرح کی مورتیں تھیں اور اس کے کنارے چینی کی ایک بڑی صراحی تھی جس میں شراب بھری ہوئی تھی اور دسترخوان کے اوپر بلور کا ایک جام رکھا ہوا تھا جس پر سونے کا کام تھا۔ ان تمام چیزوں کے پاس سرپوش سے ڈھکا ہوا ایک بڑا طشت تھا۔ میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں قسم قسم کے میوے تھے۔ مثلاً انجیر اور انار اور انگور اور نارنگیاں اور کھٹ مٹھے اور سنگترے، اور ان کے درمیان میں خوشبودار پھول رکھے ہوئے تھے۔ مثلاً گلاب اور چنبیلی اور مہندی اور نسریں اور نرگس، اور طرح طرح کے عطر۔ میں اس جگہ کو دیکھ کر دنگ ہو گیا اور بہت خوش ہوا اور میرا رنج و الم دور ہو گیا۔ لیکن خدا کی مخلوق میں سے میں نے کسی کو وہاں نہ دیکھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• ایک سو سولہویں رات

جب ایک سو سولہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ میں اس جگہ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اور بہت خوش ہوا۔ لیکن خدا کی مخلوق میں سے میں نے کسی کو وہاں نہیں دیکھا اور نہ کوئی غلام یا کنیز وہاں دکھائی دی اور نہ کوئی ایسا شخص جس نے ان کو سجایا ہو اور نہ کوئی رکھوالی کرنے والا۔ میں وہاں بیٹھ کر اپنی دلی محبوبہ کا انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ پہلا پھر گزر گیا اور پھر دوسرا پھر اور پھر تیسرا پھر مگر وہ نہ آئی۔ بھوک کی تکلیف بڑھتی جاتی تھی کیونکہ ایک مدت سے میں نے محبت کی نیادتی کی وجہ سے کچھ نہ کھایا تھا۔ اب جبکہ میں نے اس جگہ کو دیکھا اور مجھے یقین آ گیا کہ میری چچا زاد بہن نے میری محبوبہ کے اشاروں کی ٹھیک تعبیر کی ہے تو مجھے اطمینان ہوا اور بھوک کی تکلیف محسوس ہونے لگی اور ان کھانوں کی خوشبو سے جو دسترخوان پر تھے میرا دل لپچانے لگا اور جبکہ میں نے دیکھا کہ میں اس کے اندر ہوں اور مجھے وصال کا یقین ہو گیا تو میرا دل چاہا کہ کھاؤں۔ اور میں دسترخوان کی طرف بڑھا اور اس پر سے چادر اتار دی اور دیکھا کہ دسترخوان کے بیچ میں چینی کا ایک طشت ہے جس میں چار مرغیاں سرخ تلی ہوئی اور مسالے دار رکھی ہوئی ہیں اور طشت کے ارد گرد چار پیالے رکھے ہوئے ہیں۔ ایک میں حلہ اور دوسرے میں انار دانے اور تیسرے میں بقللاوہ اور چوتھے میں شہد پارے، یعنی میٹھی اور ترش دونوں طرح کی چیزیں۔ اب میں نے شہد پاروں میں سے کچھ چکھا اور ایک ٹکڑا گوشت کا کھایا۔ پھر بقللاوے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور جتنا کھا سکا کھایا۔ پھر حلہ کی باری آئی اور اس میں سے میں نے ایک یا دو تین یا چار چمچے کھائے۔ پھر کچھ مرغی کا گوشت کھایا اور ادھر ادھر سے ایک ایک نوالہ اٹھایا یہاں تک کہ میرا پیٹ بھر گیا اور اعضاء ڈھیلے پڑ گئے۔ جاگتے جاگتے میں تھکا ہوا تو تھا ہی، ہاتھ دھو کر تکیے پر سر

رکھ کر لیٹ گیا اور مجھے نیند آگئی اور دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔ میری آنکھ اس وقت تک نہ کھلی جب تک کہ دھوپ نے مجھے جلانا شروع نہ کیا کیونکہ کئی دن سے میں نے نیند کا مزہ نہ چکھا تھا۔

URDU4U.COM

جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میرے پیٹ پر ایک ٹکڑا نمک کا اور ایک کوئلے کا رکھا ہوا ہے۔ میں اٹھ بیٹھا اور کپڑے جھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا لیکن کسی کو وہاں نہ پایا اور دیکھا کہ میں بغیر کسی پچھونے کے مرمر کے فرش پر ہوں۔ اس پر مجھے بڑا اچنبھا ہوا اور میں بہت رنجیدہ ہوا اور میرے آنسو رخساروں پر بننے لگے اور میں نے اپنے اوپر بڑا افسوس کیا اور اٹھ کر گھر چلا آیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ میری چچیری بہن اپنے ہاتھ سے سینہ پیٹ رہی ہے اور آنسوؤں کی بارش ہو رہی ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے آنسو پونچھ کر میرے پاس آئی اور نرمی سے کہنے لگی کہ اے میرے چچیرے بھائی، تیرے عشق کے معاملے میں خدا تجھ پر مہربان ہے کیونکہ تیرا معشوق تجھ سے محبت کرتا ہے اور میں تیرے فراق میں روتی اور غمگین رہتی ہوں اور تو مجھے لعنت ملامت کرتا اور برا بھلا کہتا ہے لیکن خدا میری وجہ سے تجھ پر ناراض نہ ہو! اس کے بعد وہ میرے اوپر غصے سے مسکرائی اور مجھے پیار کیا اور میرے کپڑے اتار کر ان کو پھیلا دیا اور کہنے لگی کہ واللہ، یہ اس شخص کی خوشبو نہیں ہے جو اپنے محبوب سے فائز المرام ہوا ہو، لہذا بھائی، ذرا اپنی واردات تو بیان کر۔ میں نے اپنی ساری واردات بیان کر دی اور وہ دوبارہ غصے کی مسکراہٹ مسکرائی اور کہنے لگی کہ میرا دل بھرا ہوا اور دکھی ہے۔ خدا کرے کہ جس نے تیرا دل دکھایا کبھی سکھی نہ ہو! اس عورت کا تیرے اوپر بڑا اثر رہا ہے۔ مگر بھائی، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تجھے اس سے نقصان نہ پہنچے۔ نمک کے معنے یہ ہیں کہ تو نیند میں غرق ہے اور بدمزہ ہے اور لہذا ضروری ہے کہ تو نمک میں بسایا جائے تاکہ طبیعت تجھ کو قے کے ساتھ باہر نہ پھینک دے۔ تو اپنے آپ کو بڑے عاشقوں میں شمار کرتا ہے مگر عاشقوں کے لیے نیند حرام ہے۔ اس لیے تیرا محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ مگر

بھائی، اس کی محبت بھی جھوٹی ہے۔ کیونکہ جب اس نے تجھے سوتا پایا تو جگایا نہیں۔ اگر اس کی محبت سچی ہوتی تو وہ تجھے جگا دیتی۔ اور کوئلے کے معنے یہ ہیں کہ خدا تیرا منہ کالا کرے کیونکہ تیرا محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے اور تو ابھی بچہ ہے اور سوائے کھانے پینے اور سونے کے تیرا اور کوئی مقصد نہیں۔ یہ ہے تفسیر اس کے اشاروں کی۔ خدا کرے کہ تجھے اس سے چھٹکارا ملے۔ جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو میں سینہ کوٹنے لگا اور کہا کہ خدا کی قسم یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ میں سو گیا تھا مگر عاشقوں کو سونا نہ چاہیے، میں نے اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ کھانے اور سونے نے مجھے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ اب کیا کرنا چاہیے! میں اور زیادہ رونے لگا اور میں نے اپنی چچیری بہن سے کہا کہ مجھے کوئی ترکیب بتاتا کہ میں اس پر عمل کروں اور میرے اوپر رحم کھا، خدا تیرے اوپر رحم کرے! ورنہ میں مر جاؤں گا۔ میری چچیری بہن کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو سترہویں رات

جب ایک سو سترہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ میں نے اپنی چچیری بہن سے کہا کہ مجھے کوئی ترکیب بتاتا کہ میں اس پر عمل کروں اور میرے اوپر رحم کھا، خدا تیرے اوپر رحم کرے! اسے مجھ سے بڑی محبت تھی اور اس نے کہا کہ بسر و چشم۔ لیکن بھائی! میں تجھ سے بارہا کہہ چکی ہوں کہ اگر میں باہر آتی جاتی تو تم دونوں کو جلد ملا دیتی اور تمہاری پردہ پوشی کرتی۔ یہ کام میں محض تیری رضامندی کے لیے کروں گی اور اگر خدا نے چاہا تو تم دونوں کے ملانے میں جان توڑ کوشش کروں گی۔ لیکن میری بات سن اور میرا کہنا مان۔ تو پھر اسی جگہ جا اور جہاں پہلے بیٹھا تھا، بیٹھ۔ جب عشا کا وقت ہو تو اسی جگہ جا کر بیٹھ جانا جہاں پہلے بیٹھا تھا لیکن خبردار کچھ کھانا مت کیونکہ کھانے سے نیند آتی ہے اور تیرے لیے سونا مضر ہے وہ چوتھائی رات گزرنے کے بعد تیرے پاس آئے گی۔ بس جا خدا تجھے اس کی برائی سے بچائے۔

جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو میں خوش ہو گیا اور خدا سے دعا مانگنے لگا کہ رات جلد ہو۔ جب رات ہوئی اور میں جانے لگا تو میری چچا زاد بہن نے مجھ سے کہا کہ اس سے ملنے کے بعد جب تو واپس آنے لگے تو مذکورہ شعر ضرور پڑھو۔ میں نے کہا کہ بسر و چشم۔ اب میں وہاں سے روانہ ہو کر باغ میں پہنچا اور دیکھا کہ وہ جگہ کل کی طرح آراستہ اور وہاں ضرورت کے مطابق کھانے پینے اور نقل اور عطریات وغیرہ موجود ہیں۔ میں نشست گاہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور مجھے کھانے کی خوشبوئیں آنے لگیں اور میرے دل نے چاہا کہ کھاؤں۔ میں نے دل کو کئی بار روکا مگر وہ رک نہ سکا اور میں اٹھ کر دسترخوان کے پاس آیا اور اس کی چادر اٹھائی اور دیکھا کہ رکابی مرغ کے گوشت کی رکھی ہوئی ہے اور اس کے ارد گرد چار پیالے ہیں جن میں طرح طرح

کے کھانے ہیں۔ میں نے ہر ایک میں سے ایک ایک لقمہ کھایا اور خوب حلوہ کھایا اور ایک ٹکڑا گوشت کا بھی کھایا اور زعفرانی یخنی پی اور چونکہ وہ مزے دار معلوم ہوئی، اس لیے چچہ لے کر اسے خوب پیا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا اور میرا پیٹ خوب بھر گیا اور میری پلکیں بھاری پڑنے لگیں۔ میں نے ایک تکیہ لے کر اپنے سر کے نیچے رکھ لیا اور خیال کیا کہ سوؤں گا نہیں۔ لیکن میری آنکھ بند ہو گئی اور میں سو گیا۔ جب میں بیدار ہوا تو سورج نکل چکا تھا اور میں نے دیکھا کہ میرے پیٹ کے اوپر ایک ٹخنے کی ہڈی اور ایک لکڑی کا کھلونا اور ایک کھجور کی گٹھلی اور ایک خرنوب کا بیج رکھا ہوا ہے، لیکن فرش وغیرہ غائب ہے گویا کہ رات یہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اب میں نے یہ ساری چیزیں پھینک دیں اور غصہ سے اٹھ کر چل گیا۔

گھر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ میری چچیری بہن سسکیاں لے لے کر رو رہی ہے۔ میں اسے لعنت ملامت کرنے اور برا بھلا کہنے لگا اور وہ بہ پڑی۔ پھر اس نے آنسو پونچھے اور میرے پاس آکر مجھے بوسے دینے اور مجھے سینے سے لگانے لگی اور میں اس سے دور بھاگتا تھا اور اپنے آپ کو برا بھلا کہتا تھا۔ اس نے کہا کہ اے میرے چچیرے بھائی، تو آج رات بھی سو گیا۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں، مگر جب میں جاگا تو میں نے ٹخنے کی ایک ہڈی اور کھجور کی ایک گٹھلی اور کھلونے کی ایک لکڑی اور خرنوب کا ایک بیج پایا۔ معلوم نہیں اس کا اس سے کیا مطلب ہے۔ یہ کہہ کر میں رونے لگا اور اس کے پاس آکر میں نے کہا کہ ان اشاروں کے معنی بیان کر اور بتا کہ اب کیا کروں اور اس مصیبت میں میری مدد کر۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم۔ کھلونے کی لکڑی سے جو اس نے تیرے پیٹ کے اوپر رکھی تھی، اس کا یہ مطلب ہے کہ تو تو حاضر ہے مگر تیرا دل غائب اور گویا وہ کہنا چاہتی ہے کہ عشق اس طرح نہیں ہوتا۔ اس لیے تو اپنا شمار عاشقوں میں مت کر اور کھجور کی گٹھلی سے یہ اشارہ ہے کہ اگر تو واقعی عاشق ہوتا تو تیرے دل میں محبت کی آگ لگی ہوتی اور تو کبھی سونے کا مزہ نہ چکھتا۔ محبت کی لذت کھجور کی طرح ہے جو دل میں انگارے پیدا کر دیتی ہے۔ خرنوب

کے بچ کے یہ معنے ہیں کہ عاشق کا دل تھکا ہوا ہوتا ہے اور گویا وہ یہ کہنا چاہتی ہے کہ ہمارے فراق پر ایوب کا سا صبر کر۔

جب میں نے یہ تفسیر سنی تو میرے سینے میں شعلے بھڑکنے لگے اور غم دوہلا ہوا گیا اور میں چلانے اور کہنے لگا کہ میری کم بختی کی وجہ سے خدا نے میرے اوپر نیند مسلط کر دی۔ اس کے بعد میں نے اپنی چچیری بہن سے کہا کہ تجھے میری جان کی قسم، کوئی نہ کوئی تدبیر نکال جس سے میں اس تک پہنچ سکوں۔ وہ رونے لگی اور اس نے کہا کہ اے عزیز، اے میرے چچیرے بھائی، میرا دل افکار میں غرق ہے اور میرے منہ سے بات نہیں نکلتی لیکن آج پھر اسی جگہ جا مگر سونا مت تاکہ تیری مراد بر آئے۔ یہی مناسب مشورہ ہے اور بس۔ میں نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو میں آج نہ سوؤں گا اور تیرا کہنا مانوں گا۔ اب میری چچیری بہن اٹھ کر میرے لیے کھانا لائی اور کہنے لگی کہ ابھی پیٹ بھر کر کھالے تاکہ تو سیر ہو جائے اور میں نے خوب پیٹ بھر کر کھا لیا۔ جب رات ہوئی تو میری چچیری بہن اٹھی اور میرے لیے ایک عمدہ لباس لائی اور مجھے پہنایا اور مجھے قسم دے کر کہا کہ میں اس شعر کو ضرور پڑھوں اور نیند سے مجھے خبردار کیا۔ میں اپنی چچیری بہن کے پاس سے اٹھ کر باغ کی طرف چل دیا اور اس نشست گاہ پر پہنچ کر ادھر ادھر باغ میں دیکھنے لگا۔ جب رات کا اندھیرا پھیلا تو میں انگلیوں سے اپنی آنکھوں کو کھولنے اور سر ہلانے لگا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو اٹھارہویں رات

جب ایک سو اٹھارہویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ میں باغ میں پہنچ کر اس نشست گاہ پر چڑھ گیا اور باغ میں ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا اور جوں ہی رات کا اندھیرا چھایا، میں اپنی انگلیوں سے آنکھیں کھولنے اور سر ہلانے لگا جاگتے جاگتے مجھے بھوک لگ گئی اور کھانوں کی خوشبو سے میری بھوک اور بھی زیادہ ہو گئی۔ دسترخوان کے پاس جا کر میں نے اس کی چادر اٹھا دی اور ہر قسم کے کھانوں میں سے ایک ایک لقمہ کھایا اور ایک ٹکڑا گوشت کا کھایا اور شراب کی صراحی کے پاس آکر میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں ایک ہی جام پیوں گا۔ اب میں نے ایک جام پیا اور پھر دوسرا اور پھر تیسرا یہاں تک کہ میں دس جام چڑھا گیا اور ہوا جو لگی تو میں مردے کی طرح زمین پر گر پڑا اور صبح تک پڑا رہا۔ جب میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں باغ کے باہر پڑا ہوں اور میرے پیٹ پر ایک تیز چھری اور ایک لوہے کا سکہ رکھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر میں کانپ اٹھا اور ان دونوں چیزوں کو لے کر گھر آیا اور دیکھا کہ میری چچیری بہن کہہ رہی ہے کہ میں اس گھر میں مسکین اور غم زدہ ہوں اور سوائے گریہ و زاری کے میرا کوئی مددگار نہیں۔ جب میں داخل ہوا تو لمبا لمبا پڑ گیا اور چھری اور سکہ ہاتھ سے پھینک دیا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو میں نے اس سے ساری سرگزشت بیان کی اور کہا کہ میری مراد کبھی بر نہ آئے گی۔ جب اس نے مجھے روتے اور غم زدہ دیکھا تو اسے میری حالت پر بہت ترس آیا اور وہ کہنے لگی کہ میں تو عاجز آ گئی۔ میں نے تجھے ہر بار مشوہ دیا کہ سویو مت مگر تو نے میرا مشوہ کبھی نہ مانا اور اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ میں نے کہا خدا کے لیے یہ تو بتا کہ چھری اور لوہے کے سکے کا کیا مطلب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ لوہے کے سکے سے اس کی دہنی آنکھ مراد ہے

گویا وہ اس کی قسم کھاتی اور کہتی ہے کہ خدا اور میری داہنی آنکھ کی قسم، اگر تو پھر آیا اور آکر سو گیا تو میں تجھے اس چھری سے ذبح کر ڈالوں گی۔ اے بھائی، میں ڈرتی ہوں کہ اس کے مکر و فریب سے کہیں تجھے نقصان نہ پہنچے، تیرے اوپر میرا دل کڑھتا ہے مگر میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔ اگر تجھے اپنے اوپر اتنا بھروسہ ہے کہ وہاں جا کر تو پھر نہ سو جائے گا، تو جا اور سو مت، کیونکہ اسی حالت میں تیری مراد بر آئے گی اور اگر تیرا خیال ہے کہ تو وہاں جا کر پھر پہلے کی طرح سو جائے گا اور تو وہاں گیا اور سو گیا تو وہ تجھے ذبح کر ڈالے گی۔ میں نے کہا کہ بہن، پھر کیا کرنا چاہیے۔ خدا کے لیے تو اس مصیبت میں میری مدد کر۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم لیکن تیری مراد اسی حالت میں بر آئے گی جبکہ تو میری بات سننے اور میرا کہنا مانے۔ میں نے کہا کہ میں تیری بات سنوں گا اور تیرا کہنا مانوں گا۔ اس نے کہا کہ جب جانے کا وقت آئے گا تو میں بتاؤں گی۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے سینے سے لگا کر فرش پر لٹا دیا اور میرے ہاتھ پاؤں داہنے لگی۔ یہاں تک کہ نیند مجھ پر غالب آئی اور میں سو گیا اور پنکھا لے کر میرے سرہانے بیٹھ گئی اور دن ڈھلے تک پنکھا جھلتی رہی۔ جب اس نے مجھے جگایا اور میں جاگا تو میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھ میں پنکھا لیے میرے سرہانے بیٹھی رو رہی ہے اور آنسوؤں سے اس کے کپڑے تر ہیں۔

جب اس نے دیکھا کہ میں جاگ اٹھا تو وہ اپنے آنسو پونچھ کر میرے لیے کھانا لائی لیکن میں نے کھانے سے انکار کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے کہا نہ تھا کہ میرا کہنا مانیو، لہذا کھا۔ اب میں نے کھایا اور اس کی مخالفت نہ کی۔ وہ میرے منہ میں نوالے دیتی جاتی تھی اور میں چباتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے عناب کا شربت پلایا اور میرے ہاتھ دھلائے اور رومال سے انہیں پونچھا اور میرے اوپر گلاب کا عرق چھڑکا اور میں آرام کے ساتھ اس کے پاس بیٹھا رہا۔ جب رات تاریک ہوئی تو اس نے مجھے کپڑے پہنائے اور کہا کہ بھائی، ساری رات جاگیو اور سوئو مت۔ کیونکہ وہ آج تیرے پاس اخیر رات میں آئے گی اور اگر خدا نے چاہا تو آج

رات تیرا اس سے وصل ہو جائے گا لیکن میری نصیحت نہ بھولیو۔ یہ کہہ کہہ وہ رونے لگی اور اتنا روئی کہ میرا دل کڑھنے لگا اور میں نے اس سے کہا کہ تو نے کیا نصیحت کی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ جب تو اس کے پاس سے لوٹو تو وہ شعر جس کا میں نے ذکر کیا تھا پڑھیو۔ اب میں خوش خوش اس کے پاس سے روانہ ہوا اور باغ میں پہنچ کر نشست گاہ میں جا بیٹھا۔ میں سیر تو تھا ہی، اس لیے چوتھائی رات تک بیٹھا جاگتا رہا اور مجھے معلوم ہوتا تھا کہ رات کیا ہے، ایک پورا سال ہے۔ اب جاگتے جاگتے تین چوتھائی رات گزر چکی اور مرغے بانگ دینے لگے اور زیادہ جاگنے کی وجہ سے مجھے زور کی بھوک لگی۔ میں اٹھا اور دسترخوان کے پاس جا کر اتنا کھایا کہ سیر ہو گیا اور میرا سر بھاری پڑنے لگا اور میں سونا چاہتا ہی تھا کہ مجھے دور سے روشنی اتی دکھائی دی۔ میں نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا اور نیند کو ٹالا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ آن پہنچی۔ اس کے ساتھ دس کنیریں تھیں اور وہ ان کے بیچ میں ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے کہ تاروں کے بیچ میں چودھویں رات کا چاند، وہ سبز اطلس کا ایک لباس پہنے ہوئی تھی جو سرخ سونے سے کڑھا ہوا تھا۔

جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی کہ کیا وجہ ہے کہ تو جاگ رہا ہے سویا نہیں۔ چونکہ تو جاگتا رہا، اس لیے مجھے یقین ہو گیا کہ تو عاشق ہے کنیروں کو اشاہ کیا کہ چلی جائیں اور وہ چلی گئیں۔ اب وہ میرے پاس آئی اور مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور اس نے مجھ کو بوسے دیے اور میں نے اس کو۔ اس نے میرا اوپر کا ہونٹ چوسا اور میں نے اس کا نیچے کا ہونٹ۔ پھر میں نے اس کی کمر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کو لپٹا لیا اور آپس میں ہنسی مذاق کرنے لگے۔ یہ رات دل کی مسرت اور آنکھ کی ٹھنڈک کی رات تھی اور ہم دونوں لپٹ کر صبح تک سوتے رہے۔ جب میں جانے لگا تو اس نے مجھے پکڑ لیا اور کہا کہ ٹھہر، میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو انیسویں رات

جب ایک سو انیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ جب میں چلنے لگا تو اس نے مجھے پکڑ لیا اور کہا کہ ٹھہر، میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتی اور تجھے مشورہ دینا چاہتی ہوں۔ میں ٹھہر گیا اور اس نے ایک رومال کھول کر یہ کپڑے کا ٹکڑا نکالا اور اسے میرے سامنے پھیلا دیا میں نے اس میں اس طرح کی ایک ہرن کی تصویر دیکھی اور اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا اور میں نے اسے لے لیا اور ہم دونوں میں یہ وعدہ ہوا کہ میں ہر رات اس سے ملنے کے لیے باغ میں آیا کروں۔ اب میں خوش خوش اس سے رخصت ہوا اور مارے خوشی کے وہ شعر یاد سے اتر گیا جو میری چچیری بہن نے پڑھنے کے لیے کہا تھا۔ جب اس نے مجھے یہ کپڑا دیا جس پر ہرن کی تصویر ہے تو مجھ سے کہا کہ یہ میری بہن نے کاڑھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ تیری بہن کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ اس کا نام نور الہدیٰ ہے۔ اس کپڑے کو حفاظت سے رکھیو۔ اب میں خوش خوش اس سے رخصت ہو کر چلا اور چلتے چلتے گھر پہنچا اور دیکھا کہ میری چچیری بہن لیٹی ہوئی ہے۔ مجھے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کے آنسو بہنے لگے اور میرے پاس آکر اس نے میرے سینے کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ تو نے وہ شعر بھی پڑھا ہے جو میں نے تجھ سے پڑھنے کے لیے کہا تھا؟ میں نے جواب دیا کہ میں بھول گیا اور اس کے بھول جانے کی وجہ یہ غزال ہے۔ یہ کہہ کر میں نے وہ کپڑا اس کے آگے پھینک دیا۔ وہ کھڑی ہوتی اور پھر بیٹھ جاتی تھی اور بے چین تھی اور اس کے آنسو بہنے لگے اور اس نے یہ دو شعر پڑھے:

”اے فراق کے طالب، ذرا ٹھہر جا اور ہم کنار ہونے پر گھمنڈ مت کر“

”ذرا صبر کر کیونکہ زمانے کی عادت دھوکہ بازی اور وصال کے بعد فراق ہے۔“

جب وہ یہ اشعار پڑھ چکی تو اس نے کہا کہ اے میرے چچیرے بھائی، مجھے یہ کپڑا دکھا۔ جب میں نے اسے دکھایا تو اس نے اسے لے کر کھولا اور دیکھا کہ اس کے اندر کیا ہے۔ جب دوسرے دن میرے جانے کا وقت ہوا تو اس نے کہا کہ بھائی جا، خدا تجھے سلامت رکھے! اور جب اس کے پاس سے لوٹو تو وہ شعر پڑھ دیجیو جو میں نے تجھ سے پہلے ہی دن کہا تھا اور جس کو تو بھول گیا تھا۔ میں نے کہا کہ وہ شعر ایک بار اور پڑھ دے اور اس نے پڑھ دیا۔ اس کے بعد میں باغ میں پہنچ کر اسی نشست گاہ میں داخل ہوا اور دیکھا کہ وہ لڑکی میرا انتظار کر رہی ہے۔ جب اس کی نظر میرے اوپر پڑی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے مجھے بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس کے بعد ہم نے کھایا پیا اور اپنا ارمان پہلے کی طرح نکالا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے وہ شعر پڑھا:

”اے عاشقو! خدا کے لیے یہ تو کہو کہ جب انسان کا عشق بہت زور پکڑے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟“

جب اس نے یہ شعر سنا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے یہ شعر پڑھا:

”اے چاہیے کہ اپنے عشق کو روک تھام کر رکھے اور اپنا بھید ظاہر نہ ہونے دے

اور جو کچھ اس پر گزرے، اس پر صبر کرے اور فروتنی اختیار کرے“

میں نے اس شعر کو برزبان یاد کر لیا اور میں خوش تھا کہ میں نے اپنی چچیری بہن کی خواہش پوری کر دی اور وہاں سے روانہ ہو کر اپنی چچیری بہن کے پاس آیا اور دیکھا کہ وہ لیٹی ہوئی ہے اور میری ماں اس کے سرہانے بیٹھی رو رہی ہے۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو میری ماں نے کہا کہ ایسے چچیرے بھائی پر لعنت ہو! یہ تو نے کس طرح گوارا کیا کہ تیری چچیری بہن بیمار ہو اور تو یہ بھی نہ پوچھے کہ کیا بیماری ہے؟ جب میری چچیری بہن نے مجھے دیکھا تو اس نے اپنا سر اٹھایا اور اٹھ کر بیٹھ گئی اور مجھ سے کہنے لگی کہ عزیز تو نے وہ شعر پڑھا جو میں نے کہا تھا؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں، مگر جب اس نے وہ شعر سنا تو وہ رونے لگی اور اس نے ایک شعر پڑھا جو

میں نے بر زبان یاد کر لیا ہے۔ میری چچیری بہن نے کہا کہ سنا۔ جب میں نے سنایا تو وہ زار زار رونے لگی اور پھر اس نے یہ دو شعر پڑھے۔

”وہ کس طرح عشق کی روک تھام کر سکتا ہے جب عشق اسے مارے ڈالتا ہو اور ہر روز اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہو۔“

”وہ صبر کرنا چاہتا ہے کیونکہ صبر اچھی چیز ہے مگر وہ اسے کیا کرے کہ اس کا ایک ہی دل ہے اور وہ بھی پاش پاش۔“

میری چچیری بہن نے مجھ سے کہا کہ جب تو پھر اس کے پاس جانیو تو یہ دونوں شعر جو تو نے ابھی سنے ہیں، اس کے سامنے پڑھ دیجیو۔ میں نے کہا کہ بسر و چشم۔ یہ کہہ کر میں عادت کے موافق باغ پہنچا اور ہمارے درمیان وہ باتیں پیش آئیں، جن کی تعریف زبان سے نہیں ہو سکتی۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو میں نے وہ دونوں شعر پڑھ دیئے۔ انہیں سن کر اس کے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے یہ شعر پڑھا:

”اگر اس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنا بھید پوشیدہ رکھ سکے تو میرے خیال میں اس کے لیے مر جانا بہتر ہے۔“

میں نے یہ شعر بر زبان یاد کر لیا اور گھر گیا۔ جب میں اپنی چچیری بہن کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ بے ہوش پڑی ہوئی ہے اور میری ماں اس کے سرہانے بیٹھی ہے۔ جب اس نے میری آواز سنی تو آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگی کہ عزیز، تو نے وہ دونوں شعر اس کو سنا دیئے؟ میں نے کہا کہ ہاں، لیکن ان کو سن کر وہ رونے لگی اور اس نے یہ شعر پڑھا: ”اگر میں اتنی طاقت۔۔۔۔۔ الخ“ جب میری چچیری بہن نے وہ شعر سنا تو پھر بے ہوش ہو گئی اور جب اسے ہوش آیا تو وہ یہ دو شعر پڑھنے لگی:

”میں نے سنا اور تسلیم کر لیا اور مر گئی۔ میرا سلام اس کو پہنچا دو جو مجھے وصل سے روکتا ہے۔“

”جن کو نعمت ملی ہے ان کو وہ نعمت مبارک اور بے چارے عاشق کو غم کے گھونٹ!“

جب رات ہوئی تو میں عادت کے مطابق باغ میں گیا اور دیکھا کہ لڑکی میرا انتظار کر رہی ہے۔ ہم نے ساتھ ساتھ بیٹھ کر کھایا پیا اور صبح تک سوتے رہے۔ جب میں چلنے لگا تو وہ اشعار پڑھے جو میری چچا زاد بہن نے کہے تھے۔ انہیں سن کر وہ چلانے اور رونے پینے لگی اور کہا کہ آہ! ان اشعار کی کہنے والی مر چکی ہے۔ یہ کہہ کر وہ رو پڑی اور کہنے لگی کہ اے ناشاد! ان اشعار کے کہنے والی سے تیرا کیا تعلق ہے؟ میں نے کہا کہ وہ میری چچیری بہن ہے۔ اس نے کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ اگر وہ تیری چچیری بہن ہوتی تو تجھے بھی ضرور اس سے ایسی ہی محبت ہوتی جیسے کہ اسے تجھ سے ہے۔ تو ہی اس کے مرنے کا سبب ہے جس طرح تو نے اسے مارا، خدا تجھے مارے! خدا کی قسم! اگر تو نے مجھ سے کہا ہوتا کہ تیری ایک چچیری بہن ہے تو میں کبھی تجھ کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دیتی۔ میں نے کہا کہ جو اشارے تو میرے ساتھ کرتی تھی، اس کے معنی وہی بتاتی تھی اور اسی نے مجھے تجھ سے ملنے کی تدبیر بتائی۔ اگر وہ نہ ہوتی تو میں تجھ سے ہرگز نہ مل سکتا۔ اس نے کہا کہ کیا وہ ہمارے متعلق جانتی تھی؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ جیسے تو نے اسے جوانی کی حسرت میں مارا، خدا تجھے بھی جوانی کی حسرت میں مارے! اس کے بعد اس نے کہا کہ جا اور اسے دیکھ۔ میں پریشان خاطر وہاں سے چل کھڑا ہوا اور چلتے چلتے اپنی گلی میں پہنچا اور دیکھا کہ وہاں رونا پیٹنا مچ رہا ہے۔ میرے پوچھنے پر لوگوں نے کہا کہ ہم نے عزیزہ کو دروازے کے پیچھے مرہ پایا ہے۔ جب میں مکان کے اندر گیا اور میری ماں نے مجھے دیکھا تو وہ کہنے لگی کہ اس کا عذاب تیری گردن پر ہے۔ خدا اس کا خون معاف نہ کرے۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پوری ایک سو بیسویں رات

جب پوری ایک سو بیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ -----
 نوجوان عزیز نے تاج الملوک سے کہا کہ پھر میں مکان کے اندر داخل ہوا اور جوں
 ہی میری ماں نے مجھے دیکھا مجھ سے کہنے لگی کہ اس کا عذاب تیرے سر ہے۔ خدا
 اس کا خون نہ بخشے! ایسے چچیرے بھائی پر خدا کی مارا اس کے بعد میرا باپ آیا اور
 ہم نے اس کی تجینز و تکفین کر کے اسے دفن کیا اور اس کی قبر پر قرآن ختم کرائے
 اور وہاں تین دن تک ٹھہرنے کے بعد گھر واپس آئے اور میں اس کے مرنے پر سخت
 غمگین تھا۔ میری ماں نے میرے پاس آکر کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ تو مجھے بتائے
 کہ تو نے اس کے ساتھ کیا کیا جس سے اس کا پتہ پھٹ گیا اور اے میرے بیٹے
 میں اس سے ہمیشہ پوچھتی تھی کہ تو کیوں بیمار ہے؟ لیکن وہ کچھ نہ کہتی تھی۔ اب
 میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ تو بتا کہ تو نے اس کے ساتھ کیا کیا کہ وہ مر
 گئی؟ میں نے کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ خدا اس کا بدلا تجھ
 سے لے کیونکہ اس نے مجھ سے کچھ نہ کہا بلکہ ہمیشہ اپنا راز چھپاتی رہی۔ یہاں تک
 کہ وہ مر گئی مگر تجھ پر ناراض نہ ہوئی! جب اس کا دم نکلا تو میں اس کے پاس تھی
 اور اس نے آنکھیں کھول کر مجھ سے کہا تھا کہ اے میرے چچا کی بیوی، خدا تیرے
 بیٹے کو میرا خون معاف کرے اور اس سے بدلہ نہ لے! خدا مجھے اس فانی دنیا سے
 ہیشگی کی آخرت میں لیے جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ اے میری بیٹی، خدا تجھے اور تیری
 جوانی کو سلامت رکھے! میں نے اس کی بیماری کا سبب بہت پوچھا لیکن اس نے کوئی
 جواب نہ دیا بلکہ مسکرا کر کہا کہ اے میرے چچا کی بیوی، اپنے بیٹے سے کہہ دیجیو
 کہ جب وہ اس شخص کے پاس جائے جہاں روز جایا کرتا ہے تو رخصت کے وقت وہ

یہ دو جملے کہہ دے: وفا خوب ہے اور بے وفائی نامرغوب۔ یہ اس کے ساتھ میری مہربانی ہے تاکہ میں مرنے کے بعد بھی اس کے ساتھ ویسی ہی نیکی کروں جیسی کہ زندگی میں کرتی تھی۔ اس کے بعد اس نے تیرے لیے مجھے ایک چیز دی اور مجھے قسم دے کر کہا کہ میں وہ تجھے اس وقت تک نہ دوں جب تک کہ تجھے اس پر روتا اور نوحہ کرتا نہ دیکھ لوں۔ وہ چیز میرے پاس ہے اور جب میں تجھے اس حالت میں دیکھوں گی جس کا میں نے ذکر کیا ہے تو تجھے دے دوں گی۔ میں نے کہا کہ دکھا تو سہی لیکن اس نے یہ بھی نہ مانا۔

ادھر میں اپنے عیش میں مشغول ہو گیا اور میری چچیری بہن کی یاد دل سے اتر گئی کیونکہ میری عقل اپنی جگہ پر نہ تھی اور میرا دل یہی چاہتا تھا کہ میں دن رات اپنی محبوبہ کے پاس رہوں۔ اب مجھے معلوم بھی نہ ہوا کہ رات ہو گئی اور میں باغ گیا اور دیکھا کہ لڑکی میرا انتظار کرتے کرتے بے چین ہے۔ ابھی اسے میری موجودگی کا پورا یقین بھی نہ ہوا تھا کہ وہ مجھ سے لپٹ گئی اور میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور میری چچیری بہن کا حال پوچھنے لگی۔ میں نے جواب دیا کہ وہ فوت ہو گئی اور ہم نے اس کے لیے دعائیں کروائیں اور قرآن ختم کرائے۔ اس کو مرے چار دن ہو چکے ہیں اور آج پانچواں ہے۔ یہ سن کر وہ چلانے اور رونے لگی اور کہنے لگی کہ میں نے کہا نہ تھا کہ تو اسے مار کر چھوڑے گا۔ اگر تو مجھے اس کا حال مرنے سے پہلے بتا دیتا تو میں اس کے ان احسانوں کا بدلہ دیتی جو اس نے میرے ساتھ کیے ہیں کیونکہ اس نے میرے ساتھ نیکی کی ہے اور تجھے مجھ سے ملایا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو ہم دونوں کبھی نہ ملتے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو اس گناہ کی وجہ سے مصیبت میں نہ پھنس جائے۔ میں نے کہا کہ اس نے مرنے سے پہلے مجھے معاف کر دیا ہے۔ اس کے بعد میں نے اس سے تمام باتیں بیان کر دیں جو میری ماں نے کہی تھیں۔ اس نے کہا میں تجھے قسم دیتی ہوں کہ جب تو اپنی ماں کے پاس جاییو تو پوچھیو کہ وہ تیرے لیے کون

سی چیز چھوڑ گئی ہے۔ میں نے کہا کہ میری ماں نے یہ بھی کہا ہے کہ میری چچیری بہن مرتے وقت مجھے یہ پیغام دے گئی ہے کہ جب میں اس جگہ جاؤں جہاں میں روزانہ جایا کرتا ہوں تو یہ دو جملے کہوں: ”وفا خوب ہے اور بے وفائی نامرغوب“ جب لڑکی نے یہ سنا تو کہنے لگی کہ خدا اس پر رحمت بھیجے کیونکہ اس نے تجھے مجھ سے بچا لیا ہے۔ میں تجھے نقصان پہنچانا چاہتی تھی لیکن اب نہ پہنچاؤں گی اور نہ تکلیف دوں گی۔ اس پر مجھے تعجب ہوا اور میں نے پوچھا کہ آخر وہ کیا نقصان تھا جو تو مجھے پہنچانا چاہتی تھی حالانکہ ہم دونوں کے درمیان محبت ہے؟ اس نے کہا کہ تو مجھ پر مرتا ہے لیکن تو ابھی کم سن ہے اور ناتجربہ کار اور تیرے دل میں چھل فریب نہیں کیونکہ تجھے ہم لوگوں کے مکرو فریب کی خبر بھی نہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتی تو وہ تیری مدد کر سکتی کیونکہ وہی تیری سلامتی کا سبب ہوئی اور تجھے ہلاکت سے بچاتی رہی۔ اب میں تجھے یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تو کسی سے اس کا ذکر مت کیجیو اور نہ ہم لوگوں میں سے کسی کی طرف متوجہ ہو جیو خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی۔ خبردار! خبردار! تو ابھی ناتجربہ کار ہے اور عورتوں کے چھل فریب سے واقف نہیں اور جو شخص کہ تجھے اشاروں کی تفسیر بتاتا تھا وہ مر چکا ہے اس لیے مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے اور تجھے بچانے والا کوئی نہ ملے۔ کیونکہ تیری چچیری بہن تو مر چکی ہے۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو اکیسویں رات

جب ایک سو اکیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ لڑکی نے مجھ سے کہا کہ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں تو مصیبت میں نہ پھنس جائے اور تجھے بچانے والا نہ ملے۔ ہائے تیری چچیری بہن! کاش کہ اس کے مرنے سے پہلے مجھے معلوم ہوتا، تاکہ میں اس نیکی کا بدلہ دے سکتی جو اس نے میرے ساتھ کیا ہے اور اس سے ملتی! خدا اس پر رحمت بھیجے! اس نے اپنا بھید چھپائے رکھا اور اپنے دل کا حال کسی پر ظاہر نہ کیا۔ اگر وہ نہ ہوتی تو کبھی تیری رسائی مجھ تک نہ ہو سکتی۔ اب میں تجھ سے ایک بات کی درخواست کرتی ہوں، میں نے پوچھا کہ وہ کیا؟ اس نے کہا کہ مجھے اس کی قبر پر لے چل تاکہ میں اس کی قبر کی زیارت کروں۔ جس کے اندر وہ ہے اور اس پر چند اشعار لکھ آؤں۔ میں نے کہا کہ اگر خدا کو منظور ہے تو ہم کل چلیں گے۔ اس کے بعد میں اس کے ساتھ لیٹ گیا اور رات بھر لیٹا رہا اور وہ ہر لمحے کے بعد کہتی تھی کہ کاش تو اپنی چچیری بہن کے مرنے سے پہلے اس کا ذکر کرتا۔ میں نے پوچھا کہ ان دو جملوں کے کیا معنی ہیں جو اس نے مجھ سے کہے تھے اور جو یہ ہیں: وفا خوب ہے اور بے وفائی غیر مرغوب؟ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

جب دوسرا دن ہوا تو وہ اٹھی اور دیناروں کی ایک تھیلی لے کر مجھ سے کہنے لگی کہ اٹھ اور مجھے اس کی قبر پر لے چل تاکہ میں اس کی زیارت کروں اور اس پر اشعار کندہ کر دوں اور اس پر ایک گنبد بنواؤں اور اس کے لیے دعا کروں اور ان دیناروں کو اس کی روح پر تصدق کروں۔ میں نے کہا کہ بسر و چشم۔ میں آگے آگے چل دیا اور وہ پیچھے پیچھے ہو لی۔ چلتے چلتے وہ نچھاور کرتی جاتی اور جب نچھاور کرتی تو یہ الفاظ کہتی کہ یہ عزیزہ کی روح کا صدقہ ہے جس نے اپنا راز یہاں تک چھپایا کہ موت

نے اسے آ لیا مگر اس نے اپنی محبت کا اظہار نہ کیا۔ وہ تھیلی میں سے لے کر نچھاور کرتی اور یہ کہتی جاتی تھی کہ عزیزہ کی روح کا صدقہ! یہاں تک کہ تھیلی خالی ہو گئی اور ہم قبر پر پہنچ گئے جب اس کی نظر قبر پر پڑی تو وہ رونے لگی اور قبر پر گر پڑی۔ اس کے بعد اس نے ایک فولاد کی چھینی نکالی اور ایک چھوٹی سی ہتھوڑی اور اس کی قبر پر چند دردناک اشعار کندہ کر دیئے۔

اب وہ روتی ہوئی چل دی اور میں اس کے ساتھ ہو لیا اور ہم باغ میں پہنچے اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ مجھے کبھی نہ چھوڑیو۔ میں نے کہا بسر و چشم اور میں اسی کا ہو رہا اور اسی کے یہاں آتا جاتا رہا۔ جب کبھی میں اس کے ساتھ رات بسر کرتا تو وہ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتی اور مجھے محبت کی نظر سے دیکھتی اور وہ دو جملے پوچھتی تھی جو میری چچیری بہن عزیزہ نے میری ماں سے کہے تھے اور میں ان کو دہراتا۔ اب میں کھانے پینے اور بوس و کنار اور نفیس کپڑے پہننے میں خوب مشغول رہا یہاں تک کہ میں موٹا تانہ ہو گیا اور سارا رنج و الم جاتا رہا اور میں اپنی چچیری بہن کو بالکل بھول گیا۔ ایک سال تک میری یہ حالت رہی، اس کے بعد میں حمام گیا اور اپنے آپ کو خوب بنایا سنوارا اور عمدہ پوشاک پہنی اور حمام سے نکل کر ایک پیالہ شراب کا پیا اور اپنے لباس کی خوشبوئیں سونگھیں جو طرح طرح کے عطروں میں بسا ہوا تھا اور میرا دل باغ باغ ہو گیا اور مجھے زمانے کی بے وفائی اور حوادث کی بدبختیوں کی بالکل خبر نہ رہی۔ جب عشاء کا وقت ہوا تو میرے جی نے کہا کہ اس کے پاس چلوں۔ میں نشے میں تھا اور معلوم نہیں کہ کدھر جا رہا تھا۔ اس کے گھر کی طرف جاتے جاتے میں نشے کی وجہ سے ایک گلی میں پھر گیا جس کا نام زقاق النقیب تھا۔ اس گلی میں، میں چل ہی رہا تھا کہ میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو کیا نظر آیا کہ ایک بڑھیا چلی آ رہی ہے جس کے ہاتھ میں ایک جلتی ہوئی موم بتی اور دوسرے ہاتھ میں ایک خط ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○ ○ ○

• ایک سو بائیسویں رات

جب ایک سو بائیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- نوجوان نے جس کا نام عزیزہ تھا، تاج الملوک سے کہا کہ جب میں ایک گلی میں داخل ہوا جس کا نام زقاق النقیب تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بڑھیا چلی آ رہی ہے، جس کے ایک ہاتھ میں ایک جلتی ہوئی موم بتی ہے اور دوسرے میں ایک لپیٹا ہوا خط۔ میں اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہے۔ مجھے دیکھ کر اس نے کہا کہ بیٹا، تو پڑھنا جانتا ہے؟ میں نے موم بتی میں آکر کہا کہ ہاں خالہ، جانتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اچھا یہ خط لے اور مجھے پڑھ کر سنا دے۔ یہ کہہ کر اس نے خط مجھے دے دیا۔ میں نے اسے لے کر کھولا اور اسے پڑھ کر سنا دیا۔ وہ خط کسی غیر موجود شخص کی طرف سے تھا اور اس میں اپنے دوستوں کو سلام لکھا تھا۔ جب اس نے خط کا مضمون سنا تو وہ خوش ہو گئی اور اسے بڑی فرحت پہنچی اور اس نے مجھے دعا دی اور مجھ سے کہنے لگی کہ جس طرح تو نے میرے غم کو دور کیا ہے، خدا تیرے غم کو بھی دور کرے! یہ کہہ کر اس نے وہ خط مجھ سے لے لیا اور چل دی۔ ابھی وہ دو قدم بھی نہ گئی ہو گی کہ مجھے پیشاپ معلوم ہوا اور میں پیشاپ کرنے کے لیے اپنی ایڑیوں کے بل بیٹھ گیا اور اس کے بعد میں اٹھا اور اپنی ازار باندھی اور اپنے کپڑے ٹھیک کئے اور چاہتا ہی تھا کہ آگے بڑھوں کہ اتنے میں پھر وہی بڑھیا آ پہنچی اور اس نے جھک کر میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہنے لگی کہ خدا تیری جوانی سلامت رکھے! میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ اس دروازے تک چلا چل کیونکہ جو کچھ تو نے مجھے خط میں پڑھ کر سنایا تھا وہ میں نے ان سے کہا لیکن وہ میرا یقین نہیں کرتے۔ میرے ساتھ دو قدم چل کر دروازے کے پیچھے سے انہیں یہ خط پڑھ کر سنا دے اور ایک صالحہ عورت کی دعا اپنے لیے لے۔ میں نے کہا کہ آخر اس خط کا قصہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا

کہ بیٹا، یہ خط میرے بیٹے کے پاس سے آیا ہے جو دس سال سے غائب ہے۔ وہ سوداگری کا مال لے کر باہر گیا ہے اور ایک زمانے تک پردیس میں رہا۔ یہاں تک کہ ہم اس کی واپسی سے ناامید ہو گئے اور ہمیں اس کی موت کا یقین ہو گیا۔ اب مدت کے بعد اس کا یہ خط آیا ہے اس کی ایک بہن ہے جو اس کے غم میں دن رات رویا کرتی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ بخیریت ہے لیکن اسے میرا یقین نہیں آتا اور کہتی ہے کہ کسی کو لا کر یہ خط میرے سامنے پڑھوا تا کہ مجھے اطمینان ہو۔ بیٹا، تو تو یہ جانتا ہے کہ محبت کرنے والے بدگمان ہوتے ہیں اس لیے مہربانی کر کے میرے ساتھ چل اور یہ خط اس کے سامنے پڑھ دے۔ تو پردے کے پیچھے کھڑا رہو اور میں اس کی بہن کو بلا لاؤں گی تا کہ وہ دروازے کے اندر سے سن لے۔ اس طرح تو ہمارا رنج دور کر دے گا اور یہ ہماری حاجت روائی ہو جائے گی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جو کوئی کسی مصیبت زدہ سے دنیا کی ایک مصیبت دور کرے گا خدا ا سے سو مصیبتیں دور کرے گا اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی اپنے بھائی کی ایک دنیا کی مصیبت دور کرے خدا اس کی قیامت کے وقت کی بہتر مصیبتیں دور کرے گا۔ میں تیرے پاس آئی ہوں، مجھے محروم مت کر۔ میں نے کہا کہ بسر و چشم۔

اب وہ آگے آگے چلی اور میں پیچھے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ میں ایک بڑے اور خوبصورت مکان کے دروازے پر پہنچا جس کے اوپر پیتل کے پتر چڑھے ہوئے تھے، میں دروازے کے پیچھے رک گیا اور بڑھیا نے عجمی زبان میں آواز دی۔ ابھی میرے ہوش بھی درست نہ ہونے پائے تھے کہ ایک لڑکی تیزی سے اور خوش خوش آ پہنچی۔ وہ اپنا پاجامہ گھٹنوں تک چڑھائے ہوئی تھی اور میری نظر اس کی پنڈلیوں پر پڑی جن کو دیکھ کر عقل و نظر دونوں حیران و پریشان ہو گئیں۔ ان دونوں پنڈلیوں پر جو مرمر کے ستونوں کی طرح تھیں، سونے کی پازیبیس جن میں جواہرات جڑے ہوئے تھے اور بھی سونے پر سہاگے کا کام کر رہی تھیں۔ اس کی قمیص کی آستینیں بغل تک چڑھی ہوئی تھیں اور اس

کی دونوں بانہیں برہنہ تھیں اور میری نظر اس کی گوری گوری کلائیوں پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ اس کے پہنچوں میں جو جوڑے کنگن پڑے ہیں، جن کے قفل بڑے بڑے موتیوں کے ہیں اور اس کی گردن میں قیمتی ہیروں کا ایک طوق ہے۔ اور کانوں میں موتیوں کی بالیاں اور سر پر ایک نئی جھالر جس میں قیمتی نگینے جڑے ہوئے ہیں اس نے اپنی قمیص کا دامن نیچے میں اڑس لیا تھا گویا کہ وہ کسی کام میں مشغول ہے۔ میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ وہ چمکتے ہوئے سورج کی طرح تھی۔ اب اس نے ایسی پیاری زبان سے جو میں نے کبھی نہیں سنی تھی کہا کہ اماں یہی خط پڑھنے آیا ہے؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں اور لڑکی نے خط کو ہاتھ میں لے کر میری طرف بڑھایا۔ اس کے اور دروازے کے درمیان دو گز کا فاصلہ تھا۔ اس لیے ادھر سے میں نے بھی ہاتھ بڑھایا تاکہ اس کے ہاتھ سے خط لے لوں اور اپنے سر اور کاندھوں کو دروازے کے اندر کر لیا تاکہ اس کے قریب ہو کر خط سناؤں۔ مجھے کچھ خبر نہ تھی کہ بڑھیا نے اپنے سر سے میری پیٹھ میں ایک دھکا دیا اور میں مع خط کے آگے جا پڑا اور مکان کے اندر پہنچ گیا اور دہلیز سے دور ہو گیا۔ اب بڑھیا بجلی کی طرح بڑھی اور اس نے دروازے میں قفل ڈال دیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو تیسویں رات

جب ایک سو تیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- نوجوان عزیز نے تاج الملوک سے کہا کہ جب بڑھیا نے مجھے دھکا دیا تو میں دہلیز کے اندر جا پڑا اور بڑھیا نے بجلی کی طرح دوڑ کر دروازے میں قفل ڈال دیا۔ لڑکی نے جب دیکھا کہ میں دہلیز کے اندر ہوں تو وہ میرے پاس آئی اور مجھے اپنے سینے سے دبایا اور زمین پر گرا کر میرے سینے پر چڑھ بیٹھی اور میرے پیٹ کو اپنے ہاتھوں سے اتنا مسلا کہ مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور اس کے بعد وہ مجھے ہاتھ پکڑ کر لے چلی اور اس کے مسلنے کی وجہ سے مجھ میں اتنی طاقت باقی نہ تھی کہ میں اپنا ہاتھ چھڑا سکوں۔ بڑھیا موم بتی لیے آگے آگے چلتی تھی اور لڑکی مجھے لیے پیچھے پیچھے یہاں تک کہ سات دہلیزیں طے کرنے کے بعد وہ مجھے ایک بڑے کمرے کے اندر لے گئی جس میں چار اتنے بڑے بڑے چبوترے تھے کہ ان میں سوار گیند بلا کھیل سکتے تھے۔ وہاں پہنچ کر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ آنکھیں کھول دے۔ میں نے آنکھیں کھول دیں لیکن مسلنے اور کچلنے کی وجہ سے مجھے اب چکر آ رہا تھا۔ اب میں نے دیکھا کہ سارا کمرہ بہترین مرمر کا بنا ہوا ہے اور تمام فرش ریشم اور اطلس کا ہے حتیٰ کہ تکتے اور چٹائیوں پر بھی ریشم چڑھا ہوا ہے اور وہاں دو چوکیاں تانبے کی پڑی ہوئی ہیں اور سرخ سونے کا ایک تخت ہے جس میں موتی اور ہیرے جڑے ہوئے ہیں اور دوسری کرسیاں ہیں جو محض تجھ جیسے بادشاہ کی شان کے شایاں ہیں اب اس نے مجھ سے کہا کہ اے عزیز، تجھے موت زیادہ پیاری ہے یا حیات؟ میں نے جواب دیا کہ حیات۔ اس نے کہا کہ اگر تجھے حیات زیادہ پیاری ہے تو میرے ساتھ شادی کر۔ میں نے کہا کہ میں تجھ جیسی لڑکی سے شادی نہیں کرنے کا۔ اس نے کہا کہ اگر مجھ سے شادی کرے گا تو بدذات ولیلہ کی بیٹی سے محفوظ ہو جائے گا۔ میں نے پوچھا کہ بدذات ولیلہ کی بیٹی کون ہے؟ اس نے ہنس

کر جواب دیا کہ وہی جس کی صحبت میں تجھے آج ایک سال اور چار مہینے ہو چکے ہیں، خدا اسے تباہ کرے اور اسے اور زیادہ مصیبت میں گرفتار کرے! خدا کی قسم، اس سے زیادہ فریبی آج دنیا میں نہیں پایا جاتا۔ اس نے تجھ سے پہلے کتنے ہی آدمیوں کو قتل کر ڈالا ہے اور کیسے کیسے برے کام کئے ہیں! تو اس کے ہاتھ سے کس طرح بچ گیا حالانکہ تو اتنی مدت سے اس کے ساتھ ہے؟ نہ تو اس نے تجھے قتل کیا اور نہ کوئی نقصان پہنچایا۔

جب میں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے کہا کہ اے میری آقا، تجھے اس کا حال کس طرح معلوم ہوا؟ اس نے کہا کہ میں اسے اسی طرح جانتی ہوں جس طرح زمانہ اپنے مصائب کو جانتا ہے لیکن اب میں چاہتی ہوں کہ جو کچھ تجھے اس کے ساتھ پیش آیا ہے، مجھ سے بیان کر تاکہ مجھے معلوم ہو کہ تو اس کے ہاتھ سے کیونکر بچ گیا۔ اس پر میں نے اپنی ساری سرگزشت جو اس کے اور اپنی چچیری بہن عزیزہ کے ساتھ پیش آئی تھی، بیان کر دی۔ عزیزہ کی موت کا حال سن کر اس نے عزیزہ کے لیے رحمت کی دعا مانگی اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہنے لگی کہ اس کی جوانی فی سبیل اللہ ضائع ہوئی، اس کے عوض خدا تجھے نیک بدلا دے! اے عزیز، وہ خود مر گئی مگر بد ذات ولیلہ کی بیٹی کے ہاتھ سے تجھے بچا گئی۔ اگر وہ نہ ہوتی تو تو مر چکا ہوتا۔ مگر میں ڈرتی ہوں کہ وہ اپنے مکر و فریب سے تجھے تباہ نہ کر دے۔ میرا دل بھرا ہوا ہے مگر میں کچھ زبان سے نکال نہیں سکتی۔ میں نے کہا کہ خدا کی قسم، یہ ساری باتیں پیش آ چکی ہیں۔ اس پر وہ اپنا سر ہلانے لگی اور اس نے کہا کہ عزیزہ کا مثل آج دنیا میں ناپید ہے۔ میں نے کہا کہ مرتے وقت عزیزہ نے یہ وصیت کی تھی کہ میں اس لڑکی سے محض یہ دو جملے کہہ دوں: وفا خوب ہے اور بے وفائی نامرغوب۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اے عزیز، واللہ یہی دو جملے ہیں جن کی وجہ سے تو بچ گیا اور اس نے تجھے قتل نہیں کیا۔

اب مجھے اس کی طرف سے اطمینان ہے کہ وہ تجھے ضرر نہ پہنچائے گی اور تجھے قتل نہ کرے گی۔ تیری چچیری بہن نے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی تجھے بچا لیا۔ میں ہر روز تیرے آنے کی تمنا کرتی تھی مگر تو آج سے پہلے کبھی میرے ہاتھ نہ لگا اور میں نے دھوکا دے کر تجھے بلوا لیا۔ تو ابھی نا تجربہ کار ہے اور عورتوں کے فریب اور بوڑھیوں کے مکر سے بے خبر۔ میں نے کہا کہ درست ہے۔

اس نے کہا کہ اب غم مت کر اور دل ٹھنڈا رکھ کیونکہ ایک مرحومہ فوت شدہ اور ایک زندہ عورت کی عنایت کی نظر تجھ پر ہے۔ تو خوش رو جوان ہے اور میں تجھے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بغیر نہیں لینا چاہتی۔ جب کبھی تجھے مال یا کپڑوں کی ضرورت ہو گی فوراً حاضر کر دیئے جائیں گے اور میرے پاس تجھے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ میرے پاس ہر وقت پکی ہوئی روٹی اور کوزے میں پانی موجود رہتا ہے۔

میں تجھ سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہتی کہ تو میرے ساتھ وہ کام کیا کر جو مرنا کرتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ مرنا کیا کرتا ہے؟ یہ سن کر وہ ہنسنے لگی اور تالیاں بجانے لگی اور مارے ہنسی کے زمین پر لوٹ گئی۔ اس کے بعد وہ اٹھی اور مسکرا کر کہنے لگی کہ اے میری آنکھوں کے تارے، تجھے نہیں معلوم کہ مرنا کیا کرتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم، مجھے واقعی نہیں معلوم کہ مرنا کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ مرنا کھانا پیتا اور جفتی کرتا ہے۔ میں یہ سن کر شرما گیا اور اس سے کہا کہ یہی مرنے کا کام ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ میں تجھ سے یہی چاہتی ہوں کہ تو کمر بستہ ہو جا اور دل مضبوط کر کے جہاں تک ممکن ہو سکے۔ یہ خدمت بجا لا۔ اب اس نے تالی بجائی اور کہا کہ ماں، جو لوگ تیرے پاس ہیں، ان کو بلا۔ وہ بڑھیا فوراً چار عادل گواہوں کو لے آئی اور ایک نکڑا ریشم کا۔ اب اس نے چار موم بتیاں جلائیں اور گواہوں نے داخل ہوتے ہی مجھ کو سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ لڑکی اٹھی اور اس نے چہرے پر ایک نقاب ڈال لی۔ ان میں سے ایک شخص نکاحی باپ بن

گیا اور نکاح نامہ تیار ہو گیا اور لڑکی نے یہ گواہی دی کہ اس کو معجل اور موجل
دونوں مہر مل چکے ہیں اور اس کے میری طرف دس ہزار دینار نکلتے ہیں۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

○○○

• ایک سو چوبیسویں رات

جب ایک سو چوبیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جوان نے تاج الملوک سے کہا کہ جب نکاح نامہ مرتب ہو گیا تو لڑکی نے گواہی دی کہ میں معجل اور موجل دونوں مر لے چکی ہوں اور اس کے میرے ذمے دس ہزار دینار اور نکلتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے گواہوں کو اجرت دے کر رخصت کر دیا۔ اب وہ لڑکی اٹھی اور اس نے اپنے کپڑے اتارے اور ایک انگلی قمیص پہنے ہوئے آئی جس پر سنرا کشیدہ کڑھا ہوا تھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تخت کے اوپر لے گئی اور کہنے لگی کہ حلال کاری میں کوئی عیب نہیں اور تخت پر چت لیٹ گئی اور مجھے اپنے سینے پر لٹا لیا اور سسکیاں لینے لگی اور ناز و نخرے کرنے لگی۔ جب میں نے اسے اس حالت میں دیکھا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور ہم نے دل کھول کر مزہ اٹھایا اور پھر صبح تک سوتے رہے۔ صبح کو میں نے اٹھ کر باہر جانا چاہا تو وہ میرے سامنے کھڑی ہو کر ہنسنے لگی اور اور کہا کہ واہ! واہ! تو سمجھتا ہے کہ حمام میں جانا اور باہر نکلنا ایک سا ہے۔ شاید تو نے مجھے بدذات ولیلہ کی بیٹی کی طرح سمجھا ہے۔ اس خیال کو دل سے نکال ڈال کیونکہ تو قرآن اور سنت کی بنا پر میرا شوہر ہے اور اگر تو نشے میں بھی ہو تو ہوش سنبھال یہ گھر جس میں اس وقت تو ہے، سال میں محض ایک روز کھلتا ہے۔ یقین نہ ہو تو بڑا دروانہ جا کر دیکھ آ۔

اب میں اٹھ کر بڑے دروازے کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ بند ہے اور کیلوں سے جڑا ہوا ہے۔ میں نے واپس آکر اس سے کہا کہ واقعی بند ہے اور اس میں کیلیں جڑی ہوئی ہیں۔ اس نے کہا کہ عزیز! ہمارے پاس یہاں آٹا اور غلہ اور میوے اور انار اور شکر اور گوشت اور بھیڑ بکریاں اور مرغیاں اتنی ہیں کہ کئی سال کے لیے کافی ہوں گی۔ دروانہ آج سے ایک سال کے بعد کھلے گا اور مجھے معلوم ہے کہ تو ایک سال سے پہلے

یہاں سے نکل نہیں سکتا۔ میں نے کہا کہ لا حول ولا قوہ الا باللہ! اس نے کہا کہ کس چیز سے تجھے تکلیف ہو گی۔ حالانکہ تو مرغے کا کام جانتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ ہنسی اور میں بھی ہنس پڑا اور اس کا کہنا مان لیا اور اس کے ساتھ رہنے اور مرغے کا کام کرنے لگا یہاں تک کہ پورے باہ ماہ گزر گئے اور اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ پورا سال گزرنے کے بعد میں نے دروازے کے کھلنے کی آواز سنی اور دیکھا کہ لوگ کیک اور آٹا اور شکر لے کر اندر آئے۔ اب میں نے باہر نکلنے کا ارادہ کیا مگر اس نے کہا کہ عشاء کے وقت تک ٹھہر جا اور جس وقت تو آیا ہے اس وقت باہر جائیو۔ میں عشاء کے وقت تک ٹھہر گیا اور پھر ارادہ کیا کہ نکلوں مگر مجھے ڈر لگتا تھا۔ اتنے میں وہ کہنے لگی کہ میں تجھے اس وقت تک نہیں نکلنے دوں گی جب تک کہ تو حلف نہ اٹھائے کہ آج ہی رات دروازہ بند ہونے سے پہلے تو واپس آ جائے گا۔ میں نے کہا کہ منظور ہے۔ اس نے مجھے تلوار اور قرآن اور طلاق کی قسمیں دیں کہ میں ضرور واپس آؤں گا۔ اب میں وہاں سے نکلا اور باغ میں گیا اور دیکھا کہ وہ پہلے کی طرح کھلا ہوا ہے۔ اس پر مجھے غصہ آیا اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں یہاں ایک سال سے نہیں آیا ہوں اور اب بے کھے آیا تو پہلے کی طرح کھلا پایا۔ خدا جانے وہ لڑکی بھی یہاں ہے کہ نہیں! قبل اس کے کہ میں اپنی ماں کے پاس جاؤں، پہلے جا کر دیکھوں تو سہی کیونکہ ابھی عشاء ہی کا وقت ہے۔ یہ کہہ کر میں باغ میں داخل ہو گیا۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو پچیس ویں رات

جب ایک سو پچیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- عزیز
 نے تاج الملوک سے کہا کہ یہ کہہ کر میں باغ میں داخل ہو گیا اور چلتے چلتے نشست
 گاہ تک پہنچا اور دیکھا کہ بد ذات و لیلہ کی بیٹی گھٹنوں پر سر رکھے اور رخساروں کو ہاتھ
 پر ٹیک دیئے بیٹھی ہوئی ہے اور اس کا رنگ بدل گیا اور آنکھیں اندر گھس گئی ہیں۔
 جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو کہنے لگی کہ الحمد للہ تو صحیح و سلامت ہے، اور اس
 نے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن مارے خوشی کے گر پڑی۔ مجھے اس کے آگے شرم معلوم
 ہوئی اور میں سر نیچا کر کے اس کی طرف بڑھا اور اسے بوسہ دیا اور اس سے کہنے
 لگا کہ تجھے یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں آج رات تیرے پاس آؤں گا؟ اس نے کہا
 کہ یہ مجھے معلوم نہ تھا۔ واللہ ایک سال سے مجھے یہ معلوم نہیں کہ نیند کا مزہ کیسا ہوتا
 ہے بلکہ میں ہر رات تیرے انتظار میں جاگا کرتی تھی جس دن میں نے تجھے نئے کپڑے
 دیئے ہیں اور تو یہ وعدہ کر کے گیا ہے کہ تو حمام جا کر واپس آئے گا۔ اس دن
 سے میں اسی حالت میں ہوں۔ میں ایک رات انتظار میں بیٹھی رہی اور پھر دوسری رات
 اور پھر تیسری رات لیکن تو نہ آیا اور میں تیرے آنے کا انتظار کرتی رہی۔ یہ ہے
 عاشقوں کی شان! اب میں یہ چاہتی ہوں کہ تو ایک سال تک غائب رہنے کا سبب بتلا۔
 میں نے یہ سارا قصہ بیان کر دیا۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ میں نکاح کر چکا ہوں
 تو اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ میں نے کہا کہ میں آج رات کے لیے تیرے پاس آیا
 ہوں اور دن نکلنے سے پہلے چلا جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ کیا اس کے لیے یہ کافی
 نہ تھا کہ اس نے تجھے دھوکا دے کر تیرے ساتھ نکاح کر لیا اور پورے ایک سال تک
 اپنے یہاں بند رکھا یہاں تک کہ تو نے طلاق پر قسم کھا کر دن نکلنے سے پہلے واپس
 جانے کا وعدہ کیا اور اس نے تجھے اتنی اجازت نہ دی کہ تو اپنی ماں کے یا میرے

پاس دل بہلانے آئے اور یہ گوارا نہ کیا کہ تو ایک رات بھی اس سے الگ نہ کر ہم میں سے کسی کے ساتھ بسر کرے۔ لہذا اس کا کیا حال ہو گا، جس کے پاس سے تو سال بھر غائب رہا ہے؟ میں تو تجھے پہلے ہی پہچان گئی تھی، لیکن خدا تیری چچیری بہن عزیزہ پر رحم کرے کیونکہ جو اس پر گزری، کسی اور پر نہ گزری ہو گی اور جس بات پر اس نے صبر کیا کوئی اور نہ کر سکے گا۔ اور اس نے تیرے ظلم کی وجہ سے جان دے دی حالانکہ اسی نے تجھے مجھ سے بچایا ہے۔ میرا خیال تھا کہ تو مجھے چاہتا ہے اور اسی لیے میں نے تجھے کھلے بندوں چھوڑ رکھا تھا حالانکہ میں یہ کر سکتی تھی کہ تیرے بدن پر ایک ٹکڑا چربی کا نہ چھوڑتی یا تجھ کو بند کر دیتی یا مار ڈالتی۔

یہ کہہ کر وہ بلک بلک کر رونے لگی اور غصے میں بھر گئی اور میرے سامنے کانپنے لگی اور مجھے غضب آلود نظروں سے دیکھنے لگی۔ جب میں نے اسے اس حالت میں دیکھا تو میرے پٹھے تھر تھر کرنے لگے اور مجھے اس سے ڈر معلوم ہوا کیونکہ اس کی شکل خوف ناک چڑیل کی سی ہو گئی تھی اور میری یہ حالت تھی جیسے کہ آگ پر پھلی۔ وہ کہنے لگی کہ تو میرے لیے اب بے کار ہے کیونکہ تو نے شادی کر لی ہے اور تیرے ایک لڑکا بھی ہو چکا ہے اب تو میری صحبت کے قابل نہیں رہا۔ میرے کام کا وہی شخص ہے جو کنوارا ہو، شادی شدہ میرے لیے بے کار ہے۔ تو نے مجھے اس گندی بیسوا کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے۔ خدا کی قسم، میں اس پتیا کا دل تجھ پر جلا کر چھوڑوں گی اور تو نہ اس کے لیے زندہ رہے گا اور نہ میرے لیے۔ یہ کہہ کر اس نے اس زور سے آواز دی اور قبل اس کے کہ میرے ہوش درست ہوں، دس کینروں نے آ کر مجھے زمین پر پچھاڑ دیا اور ابھی میں ان کے نیچے ہی تھا کہ وہ اٹھی اور ایک چھری لے آئی اور کہنے لگی کہ میں تجھے اس طرح ذبح کروں گی جیسے کہ بکرے کو ذبح کیا جاتا ہے اور یہ کمترین سزا ہے تیرے اس فعل کی جو تو نے میرے ساتھ اور مجھ سے پہلے اپنی چچیری بہن کے ساتھ کیا ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ میری جان اس کی کینروں

کے ہاتھ میں ہے اور میرا چہرہ مٹی سے لتھڑا ہوا ہے اور وہ چھری تیز کر رہی ہے تو مجھے موت کا یقین ہو گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو چھپیس ویں رات

جب ایک سو چھپیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اسے نیک بخت بادشاہ ----- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ جوان عزیز نے تاج الملوک سے کہا کہ جب میں نے اپنی جان اس لونڈی کے ہاتھ میں دیکھی اور میرا چہرہ مٹی میں لتھڑا ہوا تھا اور وہ چھری تیز کر رہی تھی تو مجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا اور میں اس کی دہائی دینے لگا مگر اس پر وہ زیادہ سخت دل ہو گئی اور اس نے اپنی کنیزوں سے کہا کہ وہ میری مشکلیں باندھ دیں اور انہوں نے میری مشکلیں باندھ کر زمین پر چت لٹا دیا اور میرے پیٹ پر بیٹھ گئیں اور میرا سر تھام لیا اور دو کنیزیں اٹھ کر میری پنڈلیوں پر بیٹھ گئیں اور دو کنیزوں نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ اب وہ دو کنیزوں کو لے کر اٹھی اور ان کو حکم دیا کہ مجھے ماریں اور انہوں نے مجھے اتنا مارا کہ میں بے ہوش ہو گیا اور میری آواز بند ہو گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ ذبح ہونا میرے لیے بہتر اور آسان تر ہے۔ بہ نسبت اس زد و کوب کے اور مجھے اپنی چچیری بہن کا ایک فقرہ یاد آ گیا جو وہ اکثر کہا کرتی تھی: خدا تجھے اس کے شر سے بچائے! یہ یاد کر کے میں چلانے اور رونے لگا یہاں تک کہ میری آواز بیٹھ گئی اور مجھ میں نہ حس باقی رہی اور نہ سانس۔ لڑکی نے چھری تیز کر کے کنیزوں سے کہا کہ اس کے کپڑے اتار ڈالو۔ اب خدا نے یہ میرے دل میں ڈال دیا کہ میں اس سے وہ دو جملے کہوں جو میری چچیری بہن نے مرتے وقت کہے تھے اور میں اس سے کہنے لگا کہ اے میری آقا! کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ ”وفا خوب ہے اور بے وفائی نامرغوب؟“ جب اس نے یہ سنا تو ایک چیخ ماری اور کہنے لگی کہ اے عزیزہ! خدا تیرے اوپر رحم کرے! اللہ اس کی جوانی کے بدلے اسے جنت دے! خدا کی قسم! اس نے تجھے اپنی زندگی میں

بھی بچایا ہے اور مرنے کے بعد بھی اور ان دو جملوں کی بدولت اس نے تیری جان مجھ سے بچائی ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ میں تجھے یوں ہی جانے دوں بلکہ اس ذلیل پتیرا کو دق کرنے کے لیے جس نے تجھے روک رکھا تھا، میں تجھے ایک نشانی دینا چاہتی ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے اپنی کنیزوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ میرے دونوں پاؤں رسی سے باندھیں اور مجھ پر سوار ہو جائیں۔ جب وہ یہ کر چکیں تو وہ میرے پاس سے اٹھی اور ایک تانبے کی کرچھلی لا کر اس کو انگلیٹھی پر رکھا اور اس میں تل کا تیل ڈالا اور اس تیل میں پنیر تلا۔ میں تو بے ہوش پڑا تھا، اس نے آ کر میرے کپڑے اتارے۔

اب وہ ایک استرا لائی۔۔۔۔۔۔۔ اور میں عورت کی طرح ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے زخم کو داغ دیا اور پھر اس پر ایک سفوف مل دیا۔ یہ ساری باتیں میری بے ہوشی کی حالت میں ہوئیں۔ جب مجھے ہوش آیا تو خون بند ہو چکا تھا اور اس نے کنیزوں

سے کہا کہ ڈوری کھول دیں۔ اس کے بعد اس نے مجھے ایک پیالہ شراب کا پینے کے لیے دیا اور کہنے لگی کہ اب اس کے پاس جا جس کے ساتھ تو نے شادی کی ہے اور جس نے تجھے ایک رات کے لیے بھی میرے پاس نہ آنے دیا۔ خدا رحم کرے تیری چچیری بہن پر جس کی وجہ سے تیری جان بچ گئی اور جس نے اپنا راز فاش نہ کیا۔

اگر تو اس کے دونوں جملے مجھے نہ سناتا تو میں تجھے ذبح کر چکی ہوتی۔ اب جا اس کے پاس جو تیری طلب گار ہے۔ میرے لیے تیرے پاس اور کوئی چیز نہ تھی۔ سوائے اس کے جسے میں نے کاٹ ڈالا ہے اور اب تیرے پاس کوئی چیز میرے لیے باقی نہیں رہی

اور نہ مجھے تیری طرف رغبت رہی اور نہ تیری ضرورت۔ اب یہاں سے دور ہو اور اپنی چچیری بہن کے لیے رحمت کا طالب ہو۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے ایک ٹھوکر لگائی اور میں اٹھ کھڑا ہوا لیکن چونکہ چلنے میں تکلیف ہوتی تھی اس لیے آہستہ آہستہ چلا

یہاں تک کہ اپنی بیوی کے دروازے پر پہنچا اور دیکھا کہ وہ کھلا ہوا ہے اور میں اس کے اندر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اتنے میں میری بیوی باہر آئی اور مجھے اٹھا کر کمرے میں لے گئی اور دیکھا کہ میں مثل عورت کے ہو گیا ہوں اور بے ہوش ہو کر سو

گیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میں ایک باغ کے دروازے پر پڑا ہوں۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

URDU4U.COM

○○○

• ایک سو ستائیس ویں رات

جب ایک سو ستائیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- وزیر دندان نے بادشاہ ضوء المکان سے کہا کہ اس کے بعد نوجوان عزیز نے تاج الملوک سے کہا کہ جب میری آنکھ کھلی اور مجھے ہوش آیا تو میں نے آپ کو باغ کے دروازے پر پایا۔ کراہتا ہوا اور آہ و زاری کرتا ہوا میں اٹھا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ یہاں تک کہ اپنے گھر پہنچا۔ جب میں اندر آیا تو دیکھا کہ میری ماں میرے اوپر گریہ و زاری کر رہی ہے اور یہ کہہ رہی ہے کہ بیٹا، خدا جانے تو کس ملک میں تھا! میں اس کے پاس پہنچ کر اس کے اوپر گر پڑا۔ جب اس نے مجھے دیکھا اور چھو تو میرا حال بے حال پایا کیونکہ میرا چہرہ زرد اور سیاہ پڑ گیا تھا اور مجھے اپنی چچیری بہن یاد آ رہی تھی اور نیز ان بھلائیوں کی جو اس نے میرے ساتھ کی تھیں اور مجھے یقین آ گیا تھا کہ اسے مجھ سے محبت تھی۔ اس کی یاد میں، میں رونے لگا اور میری ماں بھی رو پڑی اور کہنے لگی کہ بیٹا، تیرے باپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سن کر مجھے اور بھی افسوس ہوا اور میں اتنا رویا کہ مجھ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میری نظر اس جگہ پر پڑی جہاں میری چچیری بہن بیٹھا کرتی تھی اور میں دوبارہ رونے لگا اور قریب تھا کہ میں روتے روتے بے ہوش ہو جاؤں۔ اس طرح میں آدھی رات تک روتا پیٹتا رہا۔ میری ماں نے کہا کہ تیرے باپ کو مرے دس روز ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس وقت مجھے سوائے اپنی چچیری بہن کے اور کسی کی یاد نہیں آتی۔ جو کچھ میرے اوپر گزری ہے، اس کا میں مستحق ہوں کیونکہ وہ مجھ سے محبت کرتی تھی اور میں اس سے دور بھاگتا تھا۔ ماں نے پوچھا کہ تجھ پر کیا گزری ہے؟ اس پر میں نے اپنی ساری سرگزشت بیان کر دی اور وہ سن کر رونے لگی۔

اس کے بعد وہ اٹھی اور میرے لیے کھانا لائی اور میں نے کچھ کھایا پیا اور پھر اپنا قصہ

بیان کیا اور ساری سرگزشت دہرائی۔ اس نے کہا کہ الحمد للہ کہ تجھ پر یہی گزری اور اس نے تجھے ذبح نہیں کیا۔ اب اس نے میرا علاج کیا اور مجھے دوائیں دیں یہاں تک کہ میں اچھا ہو گیا اور صحت ٹھیک ہو گئی۔ جب میں تندرست ہو چکا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اب میں تجھے وہ امانت لا کر دیتی ہوں جو تیری چچیری بہن نے میرے پاس رکھی ہے اب وہ تیری ملکیت ہے کیونکہ اس نے مجھے قسم دی تھی کہ میں وہ امانت تجھے اس وقت تک نہ دوں جب تک کہ میں یہ نہ دیکھ لوں کہ تو اس کی یاد کرتا اور اس پر روتا ہے اور باقی تمام لوگوں سے اپنا تعلق قطع کر چکا ہے۔ اب یہ شرطیں پوری ہو چکی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ انھی اور اس نے ایک صندوق کھولا اور اس میں سے کپڑا نکالا جس پر ہرن کی یہ تصویر بنی ہوئی ہے اور یہ وہی کپڑا ہے جو میں نے اسے پہلے دیا تھا اور جس پر اب چند غم ناک شعر لکھے ہوئے تھے۔ جب میں نے وہ اشعار پڑھے تو میں زار زار رونے لگا اور منہ پر طمانچے مارنے لگا۔ جب میں نے یہ کپڑا کھولا تو اس میں سے ایک کاغذ گرا۔ اس کو کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ: اے میرے چچیرے بھائی میں نے تجھے اپنا خون معاف کر دیا ہے اور خدا سے امید ہے کہ وہ تجھے تیرے محبوب کے ساتھ کامیابی عطا کرے! لیکن اگر بدذات و لیلہ کی بیٹی سے تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو پھر نہ اس کے پاس کبھی جائیو! نہ کسی اور کے پاس اور اپنی مصیبت پر صبر کیجیو۔ اگر تیری تقدیر میں جینا نہ لکھا ہوتا تو تو کبھی کا مر چکا ہوتا۔ لیکن شکر خدا کا جس نے تجھ سے پہلے مجھے موت دی۔ میرا سلام قبول کر اور اس کپڑے کے ٹکڑے کو جس پر ہرن کی تصویر ہے حفاظت سے رکھو اور کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کیجیو کیونکہ جب تو نہ ہوتا تھا تو میں اسے اپنے پاس رکھتی تھی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو اٹھائیس ویں رات

جب ایک سو اٹھائیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- وزیر دندان نے بادشاہ صوء المکان سے کہا کہ نوجوان عزیز نے تاج الملوک سے کہا کہ جو کچھ میری چچیری بہن نے نصیحت کے طور پر میرے لیے لکھا تھا۔ میں نے پڑھا اور اس میں یہ تھا کہ اس ہرن کو حفاظت سے رکھو اور اس سے جدا نہ ہو جیو کیونکہ تیری غیر موجودگی میں وہ میرا ہدم تھا۔ میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ اگر اس ہرن کی کاڑھنے والی تک رسائی ہو جائے تو اس کو (ولیلہ کی بیٹی کو) چھوڑ دیجیو اور اسے اپنے پاس نہ پھٹکنے دیجیو اور اس سے شادی نہ کیجیو اور اگر ہرن والی تجھے نہ مل سکے اور وہ تیرے ہاتھ نہ لگ سکے اور اس تک رسائی کا کوئی وسیلہ تیرے پاس نہ ہو تو پھر کسی عورت کے پاس نہ بھٹکیو۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہرن والی ہر سال ایک ہرن کاڑھتی ہے اور اس کی کاریگری جس سے ساری دینا عاجز ہے لوگوں پر ظاہر ہے۔ اب تیری محبوبہ یعنی بدذات ولیلہ کی بیٹی کا یہ قصہ ہے کہ یہ ہرن کہیں سے اس کے ہاتھ لگ گیا ہے اور وہ لوگوں کو دھوکا دیتی اور انہیں دکھا کر کہتی ہے کہ میری ایک بہن ہے جو یہ کاڑھتی ہے مگر وہ جھوٹی ہے، خدا اس کا راز فاش کرے! بس یہ ہے میری نصیحت تیرے لیے۔ اور اس نصیحت کی وجہ یہ ہے کہ میں جانتی ہوں کہ میرے مرنے کے بعد دینا تجھے بہت تنگ کرے گی۔ اگر اس کی وجہ سے تجھے کبھی سفر کرنا پڑے اور تو ملک ملک پھرے اور اس تصویر والی کی خبر تجھے معلوم ہو اور تیرا دل اس سے ملنے کو چاہے تو اس وقت تو مجھے یاد کرے گا لیکن بے سود اور میری قدر تجھے میرے مرنے کے بعد معلوم ہو گی۔ جو لڑکی یہ ہرن کاڑھتی ہے وہ جزائر کافور کے بادشاہ کی بیٹی ہے اور بڑی شریف زادی ہے۔

جب میں نے یہ خط پڑھا اور اس کے مضمون سے مجھے آگاہی ہوئی تو میں رونے لگا اور

میری ماں بھی رو پڑی۔ میں برابر اسے دیکھ دیکھ کر روتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ ایک سال تک میری یہی حالت رہی۔ اس کے بعد ان سوداگروں نے جو میرے شہر کے ہیں، سفر کا ارادہ کیا اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے ساتھ میں اس وقت قافلے میں ہوں اور میری ماں نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں سوداگری کا مال لے کر ان کے ساتھ سفر کروں تاکہ میری حالت سدھر جائے اور میرا غم غلط ہو جائے اور اس نے مجھ سے یہ کہا کہ دل شاد ہو اور غم مت کر اور سال دو سال یا تین سال باہر رہ جب تک یہ قافلہ واپس نہ آئے شاید تیرا غم غلط ہو اور تیری حالت سنبھل جائے۔ وہ مجھے برابر نرمی کے ساتھ سمجھاتی رہی، یہاں تک کہ سوداگری کا مال تیار کر کے میں ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ جب سے میں سفر پر ہوں، ایک لمحے کے لیے بھی میرے آنسو نہیں تھے اور جہاں کہیں بھی ہم اترتے ہیں تو میں یہ کپڑا کھول کر ہرن کو دیکھتا اور اپنی چچیری بہن کو یاد کر کے روتا ہوں جیسا کہ تو نے خود دیکھا ہے کیونکہ اسے میرے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی اور میرے ہی ظلم کی ماری ہوئی ہے۔ میں نے سوائے نقصان کے اسے کچھ نہیں پہنچایا اور اس نے میرے ساتھ ہمیشہ بھلائی کی۔ جب میں ان سوداگروں کے ساتھ وطن واپس پہنچوں گا تو ایک سال پورا ہو چکا ہو گا۔ جب سے میں جزائر کافور اور قلعہ بلور سے ہو کر آیا ہوں، میرا غم دوبالا ہو گیا ہے اور زخم تانہ ہو گئے ہیں۔ جزائر کافور سات جزیرے ہیں اور وہاں ایک بادشاہ کی حکومت ہے جس کا نام شہرمان ہے۔ اس کی ایک بیٹی ہے جس کا نام دینا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ وہی ہرن کاڑھتی ہے اور جو ہرن کہ اس وقت تیرے پاس ہے، اس کی کاری گری ہے۔ جب مجھے اس کا علم ہوا تو میرا شوق بھی بڑھ گیا اور میں فکر اور دل سوزی کے سمندر میں ڈوب گیا اور اپنی جان کو رونے لگا کیونکہ میں عورت کی طرح ہو گیا تھا اور کوئی تدبیر نہ سوچھتی تھی۔ جب سے میں نے جزائر کافور کو چھوڑا ہے، میں گریہ و زاری کرتا اور غمگین رہتا ہوں اور معلوم نہیں کہ میرے لیے یہ ممکن بھی ہے کہ میں اپنے

وطن پہنچ کر اپنی ماں کے پاس مروں گا یا نہیں۔ میں دینا سے سیر ہو چکا ہوں۔ یہ کہہ کر میں رونے اور آہیں بھرنے اور فریاد کرنے لگا اور ہرن کی تصویر دیکھ دیکھ کر میرے آنسو جاری تھے۔ یہ ہے میری کہانی، اے بادشاہ! اس سے زیادہ عجیب و غریب تو نے کبھی نہ سنی ہو گی۔ تاج الملوک کو اس پر بہت تعجب ہوا اور جوں ہی جوان نے اپنا قصہ ختم کیا، شہزادے کے دل میں دینا کا حال اور اس کی خوبصورتی کا ذکر سن کر ایک آگ سی بھڑک اٹھی۔

اب شہزاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• ایک سو انتیس ویں رات

جب ایک سو انتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ جب تاج الملوک نے اس جوان کا قصہ سنا تو حیران رہ گیا اور اس کے دل میں ایک آگ سی بھڑک اٹھی کیونکہ اس نے شنزادی دینا کے حسن کی تعریف سنی اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ وہی ہرن کی تصویریں کاڑھتی ہے تو اس کا عشق اور جنون دوبالا ہو گیا اور اس نے جوان سے کہا کہ خدا کی قسم، تیرے ساتھ وہ باتیں پیش آئی ہیں جو کسی کے ساتھ پیش نہ آئی ہوں گی۔ لیکن تیری ابھی اور زندگی باقی ہے جو تجھے کاٹنی ہو گی میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے ایک بات پوچھوں۔ عزیز نے کہا کہ وہ کیا؟ اس نے کہا کہ تو مجھ سے یہ بیان کر کہ تو نے اس لڑکی کو کس طرح دیکھا جس نے یہ ہرن کاڑھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے میرے آقا، میں نے ایک ترکیب چلی تھی جس کی وجہ سے اس تک رسائی ہو گئی اور وہ یہ ہے کہ جب میں قافلے کے ساتھ اس کے شہر میں داخل ہوا تو میں اکثر باہر جاتا اور باغوں کی سیر کیا کرتا تھا۔ باغوں میں بہت سے درخت تھے اور ان کا باغبان ایک بوڑھا شخص تھا جس کی عمر بہت زیادہ ہو چکی تھی۔

ایک روز میں نے اس سے کہا کہ بڑے میاں، یہ باغ کس کا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بادشاہ کی بیٹی شنزادی دینا کا اور یہ باغ اس کے محل کے ساتھ ہے، جب کبھی وہ باغ کی سیر کرنا چاہتی ہے تو اس کے پیچھے کے دروازے کھول کر آ جاتی ہے اور پھولوں کی خوشبو کا لطف اٹھاتی ہے۔ میں نے کہا کہ اچھا مجھ پر یہ مہربانی کر کہ میں اس باغ میں بیٹھ جاؤں اور جب وہ سیر کرنے آئے تو میں اس کو ایک نظر دیکھ لوں۔ بڑھے نے کہا کہ اس میں کیا مضائقہ! جب اس نے مجھ سے یہ کہا تو میں نے اسے چند درہم دیئے اور کہا کہ کوئی کھانے کی چیز خرید لا۔ اس نے خوش ہو کر وہ درہم

لے لیے اور دروانہ کھول دیا اور میرے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ چلتے چلتے ہم ایک نہایت نفیس باغ دری کے پاس پہنچے اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو یہاں بیٹھ جا اور میں ابھی تیرے پاس واپس آتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے کچھ پھل لا کر میرے سامنے رکھ دیئے اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا اور ایک تلا ہوا میمنہ لایا اور ہم نے پیٹ بھر کر کھایا مگر میری روح لڑکی کے دیدار میں لگی ہوئی تھی۔ ہم لوگ ابھی بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ دروانہ کھلا اور بڑھے نے مجھ سے کہا کہ اٹھ اور کہیں چھپ جا۔ میں اٹھ کر چھپ گیا کہ اتنے میں ایک حبشی غلام نے ہوا دروازے سے سر نکالا اور کہا کہ بڑھے، کیا تیرے پاس کوئی اور بھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ غلام نے کہا کہ باغ کا دروانہ بند کر دے۔ بڑھے نے باغ کا دروانہ بند کر دیا۔ اتنے میں شہزادی دینا چور دروازے سے نکلی۔ جب میری نظر اس پر پڑی تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ افق سے چاند نکل رہا ہے۔ تھوڑی دیر تک اس کی طرف نمٹتی باندھے دیکھتا رہا اور میرے دل میں اس کی طرف سے ایسی تمنا پیدا ہوئی جیسے کہ پیاسے کو پانی کی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دروانہ بند کر دیا اور چلی گئی۔ اب میں بھی باغ سے نکلا اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ میری رسائی اس تک نہیں ہو سکتی اور اب میں مرد بھی نہیں رہا بلکہ مثل عورت کے ہو گیا ہوں اور وہ بادشاہ کی بیٹی ہے اور میں تاجر آدمی ہوں لہذا میری رسائی اس جیسی عورت یا کسی اور عورت تک کیونکر ہو سکتی ہے۔ جب میرے ان ساتھیوں نے سفر کا سامان باندھا تو میں بھی تیار ہو کر ان کے ساتھ چل دیا اور انہوں نے اس شہر کا رخ کیا۔ یہاں تک کہ ہم یہاں آ پہنچے اور تجھ سے ملے اور تو نے مجھ سے حالات دریافت کئے اور میں نے اپنا قصہ اور ساری سرگزشت بیان کی۔ والسلام۔

جب تاج الملوک نے یہ باتیں سنیں تو وہ دل و جان سے شہزادی دینا پر فدا ہو گیا اور عزیز کی سرگزشت پر اسے سخت حیرانی ہوئی اور عزیز کو اپنے ہمراہ لے کر سوار ہو گیا اور اپنے باپ کی راجدھانی میں پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے عزیز کو ایک علیحدہ مکان رہنے

کے لیے دیا اور کھانا پینا اور لباس جن جن چیزوں کی اسے ضرورت تھی، مہیا کیں۔ اب
 شہزادہ اس کو وہیں چھوڑ کر اپنے باپ کے محل میں گیا اور اس کے رخساروں پر آنسو
 بہہ رہے تھے۔ کیوں کہ

نہ تما عشق از دیدار خیزد
 بسا کیس دولت از گفتار خیزد

تاج الملوک اسی حال میں تھا کہ اس کا باپ آ پہنچا اور اس نے دیکھا کہ شہزادے
 کا رنگ بدلا ہوا ہے اور جسم دبلا ہو گیا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں اور اسے یقین ہو
 گیا کہ اس پر کوئی مصیبت آ پڑی ہے۔ اس نے کہا کہ بیٹا تیرا کیا حال ہے اور تجھ
 پر کیا گزری کہ تیرا رنگ بدل گیا اور جسم دبلا پڑ گیا؟ شہزادے نے اپنا سارا ماجرا
 اور عزیز کا قصہ بیان کیا اور نیز شہزادی دینا کا قصہ اور یہ کہ اس نے اسے آنکھ سے
 تو نہیں دیکھا لیکن سن کر اس پر عاشق ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ بیٹا، وہ ایک
 ایسے بادشاہ کی بیٹی ہے، جس کا ملک یہاں سے بہت دور ہے، اس خیال کو اپنے دل سے
 نکال ڈال اور اپنی ماں کے پاس محل میں جا۔
 اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
 ملی تھی۔

• پوری ایک سو تیسویں رات

جب پوری ایک سو تیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ تاج الملوک کے باپ نے اس سے کہا کہ بیٹا، اس کا باپ بادشاہ ہے اور اس کا ملک یہاں سے دور ہے۔ اس خیال کو دل سے نکال ڈال اور اپنی ماں کے پاس محل میں جا، جہاں پانچ سو کنیریں مثل چاند کے ہیں۔ ان میں سے جو تجھے پسند ہو لے لے اور اگر تو چاہے تو میں تیرا نکاح کسی شہزادی سے کر دوں جو دینا سے زیادہ خوبصورت ہو۔ بیٹے نے جواب دیا کہ سوائے اس کے اور کسی کی آرزو میرے دل میں نہیں ہے کیونکہ اس نے وہ ہرن کاڑھا ہے جو تو نے دیکھا ہے۔ میں تو اس کو لے کر رہوں گا ورنہ میں جنگلوں بیابانوں میں نکل جاؤں گا اور اس کی خاطر اپنی جان دے دوں گا۔

اس کے باپ نے کہا کہ اچھا ٹھہر جا تا کہ میں اس کے باپ کے پاس پیغام بھیجوں اور تیری مراد پوری کروں جس طرح کہ میں نے خود تیری ماں کے ساتھ کیا۔ مجھے یقین ہے کہ تیری آرزو پوری ہو جائے گی اور اگر وہ نہ مانے گا تو میں اس کی حکومت میں ہل چل مچا دوں گا اور ایسی فوج بھیجوں گا جس کا ایک سرا میرے پاس ہو اور دوسرا اس کے پاس۔ اس کے بعد اس نے جوان عزیز کو بلایا اور اس سے کہنے لگا کہ بیٹا، کیا تجھے راستہ معلوم ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں، معلوم ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ تو میرے وزیر کے ہمراہ جائے۔ عزیز نے کہا کہ بسر و چشم، جہاں پناہ۔ اب بادشاہ نے اپنے وزیر کو بلایا اور اس سے کہنے لگا کہ میرے بیٹے کے لیے کوئی مناسب تدبیر سوچ اور جزائر کافور جا اور بادشاہ کی بیٹی کے پاس میرے بیٹے کا پیغام لے جا۔ وزیر نے اسے بسر و چشم منظور کیا۔ اس کے بعد تاج الملوک اپنے محل میں گیا اور اس کا عشق اور زیادہ ہو گیا تھا اور دیر اس کے اوپر دشوار ہو رہی تھی۔ جب

رات کا اندھیرا پھیلا تو وہ رونے اور آہیں بھرنے اور فریاد کرنے لگا۔
 فریاد کرتے کرتے اس پر غشی طاری ہو گئی اور جب اسے ہوش آیا تو صبح ہو چکی تھی۔
 اب اس کے باپ کا ایک نوکر آیا اور اس کے سرہانے کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ تیرا
 باپ تجھے بلاتا ہے۔ وہ اپنے باپ کے پاس چل کھڑا ہوا۔ جب اس کے باپ نے اسے
 دیکھا تو رنگ بدلا ہوا پایا اور اس نے اسے اطمینان دلایا اور کہا کہ میں تم دونوں کو
 ملا دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اب اس نے عزیز اور اپنے وزیر کے لیے سفر کی تیاری کرنی
 شروع کر دی اور اس کے ہمراہ بہت سے تحائف کر دیئے۔ دن رات چلتے چلتے وہ
 جزائرِ کافور کے قریب پہنچ گئے اور ایک دیا کے کنارے اترے اور وزیر نے ایک قاصد
 بادشاہ کے پاس روانہ کر دیا تاکہ وہ ان کے آنے کی خبر پہنچائے۔ ابھی قاصد کو چلے
 ہوئے ایک پہر بھی نہ گزرا ہو گا کہ بادشاہ کے حجاب اور امرا شہر سے ایک فرخ
 پر ان سے آ ملے اور ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو لے کر
 بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے بادشاہ کو تحفے پیش کئے اور
 تین دن تک اس کے مہمان رہے۔ چوتھے دن وزیر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور
 اس کے سامنے کھڑے ہو کر پیغام پہنچایا جو وہ لے کر آیا تھا۔ بادشاہ یہ سن کر حیران
 ہو گیا کہ کیا جواب دے کیونکہ اس کی بیٹی نہ مردوں سے محبت کرتی تھی اور نہ
 شادی کرنا چاہتی تھی۔ بادشاہ تھوڑی دیر سر جھکائے بیٹھا رہا اور پھر سر اٹھا کر ایک خادم
 کو بلایا اور اس سے کہا کہ اپنی مالکہ دینا کے پاس جا اور اسے وہ پیغام پہنچا جو تو نے
 ابھی سنا ہے۔ خادم اٹھ کر چل دیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر بادشاہ سے کہنے
 لگا کہ جہاں پناہ، جب میں نے شہزادی دینا کے پاس جا کر وہ پیغام سنایا جو میں نے
 سنا تھا تو وہ غضب ناک ہو گئی اور ڈنڈا لے کر میرے پیچھے دوڑی اور چاہتی تھی کہ
 میرا سر پھاڑ ڈالے لیکن میں جان لے کر اس کے پاس سے بھاگا اور وہ کہتی جاتی
 تھی کہ اگر میرا باپ مجھے شادی پر مجبور کرے گا تو میں اپنے شوہر کو مار ڈالوں گی۔
 اب بادشاہ نے وزیر اور عزیز سے کہا کہ تم نے خود سن لیا اور تمہیں معلوم ہو گیا اور

تم اس کی خبر بادشاہ کو پہنچا دینا اور اس سے میرا سلام کہنا اور یہ کہ میری بیٹی مردوں سے نفرت کرتی ہے اور شادی نہیں کرنا چاہتی۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو اکتیس ویں رات

جب ایک سو اکتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- بادشاہ شہرمان نے وزیر اور عزیز سے کہا کہ بادشاہ کو میری طرف سے سلام کہنا اور جو کچھ تم نے سنا ہے اس سے بیان کر دینا کہ میری بیٹی شادی کے خلاف ہے۔ لہذا وہ ناکام واپس گئے اور چلتے چلتے بادشاہ کے پاس پہنچے اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ یہ سن کر بادشاہ نے سرداروں کو حکم دیا کہ لشکر میں کوچ بول دیں اور جنگ کا اعلان کر دیں۔ وزیر نے کہا کہ اے بادشاہ، یہ مت کر کیونکہ بادشاہ کا اس میں قصور نہیں بلکہ جب اس کی بیٹی نے یہ پیغام سنا تو کہلا بھیجا کہ اگر میرا باپ مجھے شادی کرنے پر مجبور کرے گا تو میں پہلے اپنے شوہر کو اور پھر اپنے آپ کو مار ڈالوں گی۔ انکار لڑکی کی طرف سے ہے۔

جب بادشاہ نے وزیر کی باتیں سنیں تو وہ ڈرا کہ کہیں تاج الملوک کو نقصان نہ پہنچے اور کہنے لگا کہ اگر میں نے اس کے باپ پر فوج کشی کی اور اس کی بیٹی کو لے آیا تو خود کشی کر لے گی اور مجھے اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ یہی پیغام اس نے اپنے بیٹے تاج الملوک کو بھیجا۔ جب اسے یہ پیغام پہنچا تو اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا، اب میں اس پر زیادہ صبر نہیں کر سکتا۔ بلکہ میں خود جا کر اس سے ملنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر نکالوں گا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ جائے۔ اس کے باپ نے کہا آخر تیری رسائی اس تک کس طرح ہو گی؟ اس نے جواب دیا کہ میں سوداگر کے بھیس میں جاؤں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تو جانے پر مصر ہے تو اپنے ساتھ وزیر اور عزیز کو لیتا جا۔ اب بادشاہ نے اپنے خزانے میں سے کچھ چیزیں نکالیں اور ایک لاکھ دینار کا سوداگری کا مال خریدا اور وزیر اور عزیز دونوں نے بادشاہ سے اتفاق کیا۔

جب رات ہوئی تو تاج الملوک اور وزیر دونوں عزیز کی قیام گاہ میں گئے اور رات وہیں گزاری۔ تاج الملوک کا دل بے چین ہو رہا تھا اور نہ اسے کھانا بھلا معلوم ہوتا تھا اور نہ سونا بلکہ اس پر افکار کا ہجوم تھا اور محبوبہ کا اشتیاق اسے مارے ڈالتا تھا اور وہ خدا سے دعا مانگتا تھا کہ وہ اسے اس سے ملا دے اور روتا اور آہیں بھرتا اور فریاد کرتا تھا اور اشعار پڑھتا تھا۔ جب وہ اشعار پڑھ چکا تو بلک بلک کر رونے لگا اور عزیز بھی رو پڑا اور اپنی چچیری بہن کو یاد کرنے لگا۔ دونوں نے یوں ہی روتے روتے صبح کر دی۔ اب تاج الملوک اٹھ کر سفر کا لباس پہنے ہوئے اپنی ماں کے پاس گیا۔ ماں نے اس کی خیریت پوچھی اور اس نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ ماں نے پچاس ہزار دینار دے کر اس کو رخصت کیا اور اس کی سلامتی کی دعا دی اور کہا کہ خدا تجھے اپنے دوستوں سے پھر ملائے۔ اس کے بعد اس نے باپ کے پاس جا کر اجازت مانگی۔ اس نے اجازت دی اور پچاس ہزار دینار عطا کئے اور حکم دیا کہ شہر کے باہر اس کے لیے خیمہ نصب کیا جائے۔ اس خیمے میں دو روز رہ کر وہ روانہ ہو گیا۔ تاج الملوک کو عزیز کے ساتھ بہت انس تھا اور وہ اس سے کہنے لگا کہ اے میرے بھائی، اب میرے لیے تجھے چھوڑنا ناممکن ہے۔ عزیز نے کہا کہ علیٰ ہذا القیاس۔ بلکہ میری تو یہ آرزو ہے کہ میری جان تیرے قدموں کے نیچے نکلے لیکن بھائی، میرا دل مال میں لگا ہوا ہے۔ تاج الملوک نے کہا کہ جب ہمیں کامیابی حاصل ہو جائے گی تو ہم سب کے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے۔

اب انہوں نے کوچ کر دیا اور وزیر، تاج الملوک کو سمجھاتا جاتا تھا کہ صبر سے کام لینا چاہیے اور عزیز اسے کہانیاں سناتا جاتا اور اشعار پڑھتا جاتا اور پرانے قصے کہتا جاتا تھا۔ اس طرح سے انہوں نے پورے دو مہینے دن رات تیز تیز سفر کیا مگر تاج الملوک کو یہ سفر ختم ہوتے دکھائی نہ دیتا تھا اور اس کی آگ اور بھڑکتی جاتی تھی اور وہ روتا تھا اور اس کے ساتھ عزیز بھی روتا جاتا تھا کیونکہ اس کا دل بھی زخمی تھا۔ ان کے رونے پر وزیر کو ترس آیا اور اس نے کہا کہ اے میرے آقا، غم زدہ نہ ہو بلکہ خوش

ہو کیونکہ ہمیں کامیابی ہو گی۔ تاج الملوک نے کہا کہ وزیر سفر کرتے کرتے مدت ہو گئی ہے اب ہم میں اور اس شہر میں کتنا فاصلہ باقی ہے؟ عزیز نے کہا کہ اب تھوڑا سفر باقی رہ گیا ہے۔ وہ وادیاں اور میدان اور جنگل اور ریگستان کاٹتے چلے جاتے تھے کہ ایک رات تاج الملوک نے خواب میں دیکھا کہ اس کی محبوبہ اس کے پاس ہے اور وہ اسے گلے سے لگا رہا ہے اور چپٹا رہا ہے۔ اتنے میں وہ جاگ پڑا اور اس پر خوف طاری تھا اور وہ کانپ رہا تھا اور حیران تھا۔ وزیر نے اس کے سامنے آکر کہا کہ خوش ہو، یہ کامیابی کی نشانی ہے۔ غم مت کھا بلکہ دل شاد ہو، تو اپنی مراد کو ضرور پہنچے گا۔

عزیز اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ صبر سے کام لے، اور وہ ہمیشہ اس کا دل بہلاتا اور اس سے باتیں کرتا اور اسے کہانیاں سناتا تھا اور وہ تیزی کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ اس طرح وہ اور دو مہینے چلتے رہے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ جب سورج چمکا تو انہیں دور کوئی سفید سی چیز دکھائی دی۔ تاج الملوک نے عزیز سے کہا کہ یہ سفیدی کیسی ہے؟ عزیز نے جواب دیا کہ اے میرے آقا یہ قلعہ البیضا ہے اور یہ وہی شہر ہے جہاں تو جا رہا ہے۔ تاج الملوک یہ سن کر خوش ہو گیا اور جب وہ چلتے چلتے شہر کے بالکل قریب پہنچے تو تاج الملوک مارے خوشی کے پھولے نہ سماتا تھا اور اس کا سارا رنج و غم دور ہو گیا اور وہ شہر میں داخل ہو گئے۔ سب کے سب تاجروں کے بھیس میں تھے اور شہزادہ تاجروں کے سردار کی طرح تھا۔ اب وہ اس جگہ پہنچے جس کا نام منزل التجار تھا اور جو ایک بہت بڑی سرائے تھی۔ تاج الملوک نے عزیز سے کہا کہ یہی محل التجار ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں اور یہ وہی سرائے ہے جس میں میں اترا تھا۔ سب اس میں اتر پڑے اور سواری کے جانور وہاں باندھ دیئے اور سامان اتار لیا اور اپنے سامان کو کوٹھڑیوں میں بند کر دیا اور چار دن تک سستائے۔ اس کے بعد وزیر نے لوگوں سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بڑا مکان کرائے پر لے دو اور انہوں نے اس کی تعمیل کی اور ایک عالیشان مکان کرائے

پر لیا جس میں بہت سے دل وابستگی کے سامان تھے اور وہ سب اس میں چلے گئے اور وزیر اور عزیز، تاج الملوک کے لیے تدبیریں سوچنے لگے مگر تاج الملوک پریشان تھا اور اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا سوائے اس کے کہ وہ براز خانے میں تاجر بنا بیٹھا تھا۔ بالآخر وزیر نے تاج الملوک اور عزیز سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر ہم اسی طرح یہاں بیٹھے رہے تو ہمارا مقصد حاصل نہ ہو گا اور ہم کسی نتیجے پر نہ پہنچیں گے۔ میرے خیال میں ایک تجویز آتی ہے اور اگر خدا کو منظور ہے تو اس میں ہمیں فائدہ ہو گا۔ تاج الملوک اور عزیز نے کہا کہ جو تیری رائے ہو، کر کیونکہ بزرگوں کے کام میں برکت ہوتی ہے بالخصوص اس وجہ سے کہ تو تجربہ کار ہے۔ کہہ کہ تیرے خیال میں کیا بات آئی ہے؟ اس نے تاج الملوک کو جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم براز خانے میں تیرے لیے ایک دوکان کرائے پر لیں اور وہاں بیٹھ کر خرید و فروخت کریں کیونکہ ہر چھوٹے بڑے کو کپڑے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جب تو آرام کر چکے تو اس دوکان پر بیٹھیو، خدا نے چاہا تو تیرا کام ہو جائے گا، خاص کر اس وجہ سے کہ تو حسین ہے لیکن عزیز کو اپنا امین بنائیو اور اسے دوکان کے اندر بٹھائیو تاکہ وہ کپڑے کے تھان نکال نکال کر تجھے دیا کرے۔ تاج الملوک نے یہ سن کر کہا کہ یہ رائے ٹھیک اور اچھی ہے۔

اب تاج الملوک نے ایک عمدہ سوداگرانہ لباس نکال کر پہن لیا اور اپنے غلاموں کو لے کر چل کھڑا ہوا اور ان میں سے ایک کو ایک ہزار دینار دیئے کہ وہ دوکان کے لیے تمام ضروری چیزیں خریدے۔ چلتے چلتے وہ براز خانے پہنچ گئے۔ جب سوداگروں کی نظر تاج الملوک پر پڑی اور انہوں نے دیکھا کہ کیسا حسین و جمیل ہے تو وہ حیران ہو گئے کہنے لگے کہ رضوان جنت کا دروانہ کھول کر بھول گیا تھا اور اس میں سے یہ خوبصورت جوان نکل بھاگا۔ کوئی یہ کہتا کہ غالباً یہ کوئی فرشتہ ہے۔ سوداگروں کے پاس پہنچ کر انہوں نے پوچھا کہ چودھری کی دوکان کہاں ہے اور لوگ ان کو وہاں لے گئے۔ جب انہوں نے چودھری کو سلام کیا تو وہ اور تمام سوداگر جو وہاں موجود تھے، کھڑے

ہو گئے اور ان کو تعظیم کے ساتھ بٹھایا کیونکہ انہوں نے وزیر کو دیکھا کہ وہ ایک بزرگ شخص ہے جس کے چہرے سے ہیبت ٹپکتی ہے اور اس کے ساتھ دو خوشرو جوان ہیں یعنی تاج الملوک اور عزیز۔ اور سوداگر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہو نہ ہو یہ بوڑھا ان دونوں نوجوانوں کا باپ ہے۔ وزیر نے پوچھا کہ تم لوگوں میں سے بازار کا چودھری کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ہے۔ اتنے میں چودھری سامنے آ گیا اور وزیر نے دیکھا کہ وہ شان دار بڑھا ہے اور اس کے چہرے سے ہیبت اور وقار ٹپکتا ہے اور اس کے بہت سے نوکر چاکر اور غلام ہیں۔ چودھری نے اس کا خیر مقدم ایسا کیا جیسا کہ دوستوں کا کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ بے حد عزت و احترام سے پیش آیا اور اسے اپنے پہلو میں بٹھایا اور کہنے لگا کہ میں تم لوگوں کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ وزیر نے جواب دیا کہ میں ایک بوڑھا سن رسیدہ شخص ہوں اور میرے ساتھ یہ دو لڑکے ہیں۔ ان کے ساتھ میں نے تمام ملکوں کا سفر کیا ہے اور کسی شہر میں پورے ایک سال سے کم قیام نہیں کیا ہے تاکہ وہ وہاں سیر و تفریح کریں اور لوگوں سے واقفیت پیدا کریں۔

اب میں تمہارے شہر میں آ کر ٹھہرا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تو بہترین جگہ میں ہمیں ایک دوکان لے دے تاکہ میں دونوں کو وہاں بٹھا دوں اور وہ اس شہر میں تجارت اور سیر و تفریح کریں اور یہاں کے لوگوں کے عادات و اطوار سیکھیں اور خرید و فروخت اور لین دین سے واقف ہو جائیں۔ چودھری نے کہا کہ بہت خوب۔ جب اس کی نظر ان دونوں لڑکوں پر پڑی تو وہ بے حد خوش ہو اور ان سے بہت محبت کرنے لگا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ان دونوں کو کم مایہ پانی سے پیدا کیا اور ان کی تصویر بنائی! اب وہ آ کر غلام کی طرح ان کی خدمت میں کھڑا ہو گیا اور ان کے لیے ایک دوکان تلاش کی جو بڑے بازار کے پتھوں بچ تھی اور بازار بھر میں اس سے بڑی اور خوبصورت دوکان کوئی نہ تھی کیونکہ وہ وسیع تھی اور نہایت آراستہ اور اس کی المایاں ہاتھی دانت اور آبنوس کی لکڑی کی تھیں۔ کنجیاں اس نے وزیر کے سپرد کر دیں جو بوڑھے سوداگر کی طرح نظر آتا تھا اور اس سے کہنے لگا کہ اے میرے

آقا! انہیں لے اور خدا یہ جگہ تیرے بیٹوں کے لیے مبارک کرے! وزیر نے اس سے
کنجیاں لے لیں اور وہ سب سرائے میں واپس گئے جہاں ان کا سامان تھا اور غلاموں کو
حکم دیا کہ سارا سامان اور کپڑے اس دوکان میں منقٹل کر دیں۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت
ملی تھی۔

○○○

• ایک سو بتیس ویں رات

جب ایک سو بتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب وزیر نے کنجیاں لیں تو وہ اور تاج الملوک اور عزیز سرائے کو روانہ ہو گئے اور غلاموں کو حکم دیا کہ وہ سامان اور کپڑے اور تحفے تحائف دوکان میں منتقل کر دیں۔ چیزیں بہت تھیں گویا کہ ایک پورا خزانہ تھا۔ جب سب چیزیں وہاں پہنچ چکیں تو وہ بھی وہاں پہنچے اور ساری چیزوں کو آراستہ کیا اور سو گئے۔ جب صبح ہوئی تو وزیر ان دونوں کو حمام میں لے گیا اور انہوں نے نہا دھو کہ عمدہ پوشاکیں پہنیں اور عطر لگایا اور انہیں حمام میں بڑا مزہ آیا۔ دونوں لڑکے نہایت حسین و جمیل تھے۔ جب چودھری نے سنا کہ وہ حمام گئے ہیں تو ان کے انتظار میں باہر بیٹھا رہا۔ جب وہ باہر نکلے تو معلوم ہوتا تھا کہ دو غزال ہیں، ان کے رخسار سرخ سرخ تھے اور آنکھیں کالی کالی اور چہرے ایسے چمک رہے تھے جیسے کہ دو چمکتے ہوئے چاند ہوں یا دو پھلوں سے لدی ہوئی شاخیں۔ جب چودھری نے انہیں دیکھا وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے میرے بیٹو، تمہیں حمام راس آئے! تاج الملوک نے شیریں کلامی سے کہا کہ اے باپ، خدا تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے! تو ابھی اندر آ کر ہمارے ساتھ کیوں نہیں نہایا؟ اب دونوں چودھری کے ہاتھ کی طرف جھکے اور اسے بوسہ دیا اور اس کے آگے روانہ ہوئے اور چلتے چلتے دوکان پر پہنچے۔ یہ اس کی تعظیم اور احترام کی وجہ سے تھا کیونکہ وہ سوداگروں کا چودھری اور بازار کا کھیا تھا اور اس نے انہیں دوکان دلا کر ان پر احسان کیا تھا۔ اب وہ انہیں آنکھ بھر بھر کر دیکھنے اور گا گا کر اشعار پڑھنے لگا۔ جب انہوں نے اس کے اشعار سنے تو اس سے کہا کہ دوسری بار ہمارے ساتھ ضرور حمام آئیو۔ اس کو اس بات کا یقین نہ آتا تھا اور وہ دوڑ کر حمام پہنچا اور وہ دونوں بھی اس کے ساتھ حمام میں داخل

ہوئے۔ ابھی وزیر حمام سے نہ نکلا تھا، جب اس کو خبر پہنچی تو اس نے حمام کے وسط تک آ کر اس کا استقبال کیا اور غسل کی دعوت دی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اس پر تاج الملوک نے ایک طرف سے اس کا ہاتھ پکڑا اور عزیز نے دوسری طرف سے اور اسے ایک تنہا کمرے میں لے گئے۔ تاج الملوک نے قسم کھا کر کہا کہ میں تجھے نہلاؤں گا اور عزیز نے قسم کھائی کہ میں ہی تیرے اوپر پانی ڈالوں گا۔ اس کی مرضی تو یہی تھی مگر وہ نہیں نہیں کرتا جاتا تھا۔ وزیر نے اس سے کہا کہ وہ تیرے ہی بچے ہیں، انہیں نہلانے دے، چودھری نے کہا کہ خدا انہیں تیرے لیے زندہ رکھے! واللہ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے آنے سے ہمارے شہر میں برکت اور سعادت آگئی۔

اس پر انہوں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ تاج الملوک اس کو نہلاتا جاتا اور عزیز اس پر پانی ڈالتا جاتا تھا اور اسے ایسا مزہ آتا تھا کہ گویا اس کی روح جنت میں ہے۔ جب وہ اسے نہلا چکے تو اس نے ان دونوں کے لیے دعا کی اور وزیر کے پہلو میں بیٹھ گیا کہ وہ اس سے باتیں کرنا چاہتا ہے لیکن اس کی نظر تاج الملوک اور عزیز کی طرف تھی۔ اب غلام تولیہ لائے اور انہیں پونچھا اور کپڑے پہنچائے اور وہ سب حمام سے باہر نکلے۔ وزیر نے چودھری کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے میرے آقا، حمام دینا کی نعمت ہے۔ چودھری نے جواب دیا کہ خدا تجھے اور تیرے بچوں کی عافیت سے رکھے اور بری نظر سے بچائے! اب وہ ایک دوسرے کو حمام کی تعریف میں اشعار سناتے گئے۔

اس کے بعد چودھری نے انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کیا اور اپنے مکان میں واپس گئے تاکہ حمام کی گرمی سے ذرا آرام کر لیں۔ آرام کرنے کے بعد انہوں نے کھانا پیا اور اس رات وہ اپنے گھر میں بڑے آرام و آسائش سے سوئے۔ جب صبح ہوئی تو وہ نیند سے جاگے اور وضو کر کے نماز پڑھی اور صبحی پی۔

جب سورج نکلا اور دوکانیں اور بازار کھلے تو وہ اٹھے اور مکان سے نکل کر ٹہلتے ٹہلتے بازار پہنچے اور دوکان کھولی۔ اس اثناء میں غلاموں نے اسے بہترین طریقے سے سجا رکھا

تھا اور اس میں سجادے اور ریشمی فرش بچھا رکھے تھے اور دو دیوان بچھائے تھے جن میں سے ہر ایک کی قیمت سو سو دینار تھی اور جن پر شاہانہ کھال کا فرش تھا، جن کے ارد گرد سنہری جھالر تھی۔ دوکان کے بیچ میں ایک نہایت عمدہ فرش تھا جو اس دوکان کی شان کے شایاں تھا۔

ایک دیوان پر تاج الملوک بیٹھا اور دوسرے پر عزیز اور دوکان کے بیچ میں وزیر اور غلام اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جب شہر والوں نے ان کی خبر سنی تو وہ جوق در جوق آتے اور وہاں اس سے سامان اور کپڑے خریدتے۔ اب شہر میں ہر شخص تاج الملوک کے حسن و جمال کی داستانیں سننے لگا اور جتنے زیادہ دن ان کو ہوتے جاتے، اتنی بھیڑ لوگوں کی ان کے پاس بڑھتی جاتی۔ وزیر نے تاج الملوک سے کہا کہ اپنا بھید نہ کھلیو اور اسے عزیز کے سپرد کر کے گھر روانہ ہوا تاکہ تمنا بیٹھ کر کوئی تدبیر سوچے۔ تاج الملوک اور عزیز باہم بات چیت کرتے اور تاج الملوک کہتا کہ کاش کہ شہزادی دینا کے پاس سے کوئی آئے! اس تمنا میں تاج الملوک پر دن رات گزر رہے تھے اور وہ بے چین ہو رہا تھا، نہ وہ لیتا تھا، نہ سوتا اور عشق اسے مارے ڈالتا تھا اور اس کی محبت روز افزوں ترقی پر تھی یہاں تک کہ کھانا پینا اور سونا سب اس پر حرام ہو گیا۔ مگر اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی سی تھی۔ ایک دن تاج الملوک بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بڑھیا عورت آئی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو تینتیس ویں رات

جب ایک سو تینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- وزیر دندان نے ضوء المکان سے کہا کہ تاج الملوک بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے دیکھا کہ ایک بڑھیا چلی آ رہی ہے اور اس کے پیچھے دو کنیزیں ہیں۔ چلتے چلتے وہ تاج الملوک کی دوکان پر آ کر ٹھہر گئی۔ جب اس نے اس کا قد و قامت اور حسن و جمال دیکھا تو اس کی ملاحظت پر وہ حیران ہو گئی اور وہ کہنے لگی کہ پاک ہے وہ ذات جس نے تجھے کم مایہ پانی سے پیدا کیا اور تجھے دیکھنے والوں کے لیے فتنہ بنایا! پھر ذرا سوچ کر کہنے لگی کہ یہ بشر نہیں بلکہ کوئی عالی شان فرشتہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ اس کے قریب آئی اور اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور کھڑا ہو گیا اور اسے دیکھ کر مسکرایا۔ یہ ساری باتیں عزیز کے اشارے سے تھیں۔ اس کے بعد اس نے بڑھیا کو اپنے پاس بٹھایا اور اس پر پنکھا جھلنے لگا یہاں تک کہ جب وہ سستا چکی اور اس نے آرام کر لیا تو وہ تاج الملوک کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ میرے بیٹے، اے ظاہر و باطن کی خوبیوں والے، کیا تو اسی ملک کا رہنے والا ہے؟ تاج الملوک نے نہایت شیریں بیانی سے کہا کہ اے میری آقا، اس مرتبہ سے پہلے میں اپنی ساری عمر میں کبھی یہاں نہیں آیا ہوں اور اس مرتبہ بھی محض سیر و تفریح کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ بڑھیا نے کہا کہ خدا تجھے برکت دے، کیا تو کپڑے لایا ہے؟ مجھے کوئی نہایت خوبصورت چیز دکھا کیونکہ خوبصورتوں کے لیے خوبصورت چیز ہی زیبا ہے۔ جب تاج الملوک نے اس کی باتیں سنیں تو اس کا دل دھڑکنے لگا مگر وہ اس کی باتوں کا مفہوم نہ سمجھا۔ عزیز نے اسے اشارہ کیا اور تاج الملوک اس بڑھیا سے کہنے لگا کہ میری پاس تیری ضرورت کی سب چیزیں ہیں اور میرے پاس ایسی چیزیں بھی ہیں جو محض بادشاہوں اور شاہزادیوں کے قابل ہیں بتا کہ تجھے کس چیز کی ضرورت ہے اور کس کے لیے؟ تاکہ

میں خریدار کی خاطر خواہ چیزیں تجھے دکھاؤں۔ اس کہنے سے اس کا یہ مطلب تھا کہ وہ بڑھیا کے کہنے کا مطلب سمجھے۔ بڑھیا نے کہا کہ مجھے ایسا کپڑا درکار ہے جو بادشاہ شہرمان کی بیٹی شہزادی دینا کے قابل ہو۔

جب تاج الملوک نے اپنی محبوبہ کا نام سنا تو اس کی باچھیں کھل گئیں اور وہ عزیز سے کہنے لگا کہ فلاں بچہ لا۔ عزیز نے وہ بچہ لا کر اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ تاج الملوک نے بڑھیا سے کہا کہ جو چیز اس کے قابل ہو، پسند کر لے، یہ ایسی چیزیں ہیں جو سوائے میرے اور کسی کے پاس یہاں نہ ملیں گی۔ بڑھیا نے ایک ہزار دینار کی مالیت کی چیزیں پسند کر لیں اور پوچھا کہ ان کی کیا قیمت ہے؟ تاج الملوک نے کہا کہ کیا اس حقیر قیمت کا سودا میں تجھ سے کروں گا! خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرا تعارف تجھ سے کرایا! بڑھیا نے کہا کہ تیرا اللہ بلی! خدا تیرے خوبصورت چہرے کو اپنی پناہ میں رکھے! چہرہ ملیح اور زبان فصیح! مبارک ہے وہ عورت جو تیری گود میں سوئے اور تیری جوانی کے مزے اڑائے۔ خاص کر جب وہ بھی تیری طرح حسن و جمال کی دیوی ہو! اس پر تاج الملوک ہنستے ہنستے لوٹ پڑا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اے بدکار بوڑھیوں کے ذریعے سے حاجتوں کو پورا کرنے والے! واقعی وہی حاجب روائی کے کام آتی ہیں! بڑھیا نے کہا کہ بیٹا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام تاج الملوک ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ یہ نام تو بادشاہوں اور شاہزادوں کا ہوتا ہے اور تو سوداگر کے بھیس میں ہے۔ اس پر عزیز نے جواب دیا کہ والدین نے اپنی چاہت اور اس کے احترام کی وجہ سے اسے یہ نام دیا ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے، خدا تمہیں بری نظروں اور دشمنوں اور حاسدوں سے بچائے، خواہ تم اپنے حسن سے لوگوں کے دل پاش پاش کیوں نہ کرو! اب بڑھیا کپڑے لے کر چلتی ہوئی اور وہ تاج الملوک کے حسن و جمال اور قد و اعتدال پر محو تھی۔

جب وہ شہزادی دینا کے پاس پہنچی تو کہنے لگی کہ اے میری مالکہ، میں تیرے لیے نہایت عمدہ کپڑے لائی ہوں۔ شہزادی نے کہا کہ مجھے دکھا۔ اس نے کہا کہ اے میری مالکہ،

یہ کیا ہیں، انہیں کھول، اے میری آنکھوں کا نور اور دیکھ۔ جب شہزادی دینا نے انہیں دیکھا تو وہ حیران ہو گئی اور کہنے لگی کہ اے میری دایہ، یہ تو نہایت عمدہ کپڑے ہیں، ایسے میں نے کبھی اس شہر میں نہیں دیکھے۔ بڑھیا نے کہا کہ اور ان کا بیچنے والا ان سے زیادہ خوبصورت ہے، گویا رضوان جنت کا دروانہ کھول کر بھول گیا تھا اور اس میں سے ایک لڑکا نکل بھاگ۔ وہی یہ کپڑے بیچتا ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ وہ آج رات تیرے پاس آئے کیونکہ وہ محض عیش کرنے کی غرض سے تیرے شہر میں قیمتی کپڑے لے کر آیا ہے جو اس کو دیکھتا ہے، دیوانہ ہو جاتا ہے۔ بڑھیا کی یہ باتیں سن کر شہزادی دینا ہنس پڑی اور کہنے لگی کہ اے منحوس بڑھیا، تجھ پر خدا کی مار! تو بڑھیا کھوسٹ ہو گئی ہے اور تیری عقل جاتی رہی ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ کپڑے لا تو سہی تاکہ میں انہیں غور سے دیکھوں۔ بڑھیا نے اسے کپڑے دیئے اور اس نے دیکھا کہ اتنے کم وزن اور اس قدر قیمتی! یہ دیکھ کر وہ خوش ہو گئی کیونکہ اس نے عمر بھر ایسے کپڑے نہ دیکھے تھے اور کہنے لگی کہ خدا کی قسم، بڑے نفیس کپڑے ہیں! بڑھیا نے کہا کہ اے میری آقا، اگر تو ان کے مالک کو دیکھے تو تجھے یقین آ جائے گا کہ دینا میں اس سے زیادہ حسین کوئی نہیں ہے۔ شہزادی دینا نے کہا کہ تو نے اس سے پوچھا بھی کہ اس کی کوئی حاجت ہے تاکہ اسے ہم پورا کر دیں۔ بڑھیا نے سر ہلا کر جواب دیا کہ خدا تیری فراست سلامت رکھے! خدا کی قسم اس کی ایک ہی حاجت ہو سکتی ہے، خدا تیری دانشمندی کو قائم رکھے! کوئی ایسا بھی ہے جو حاجت سے خالی ہو۔

شہزادی دینا نے بڑھیا سے کہا کہ اس کے پاس جا کر میرا سلام پہنچا اور اس سے کہہ کہ تو نے اپنے آنے سے ہمارے ملک اور شہر کو شرف بخشا، جب کبھی تیری کوئی حاجت ہو گی تو ہم اسے بسر و چشم پورا کریں گے۔ یہ سن کر بڑھیا فوراً تاج الملوک کے پاس گئی۔ جب اس نے بڑھیا کو دیکھا تو وہ مارے خوشی کے پھولا نہ سلایا اور سرودھ کھڑا

ہو گیا اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ جب وہ بیٹھ کر سستا چکی تو اس نے اسے شہزادی کا پیغام دیا۔ جب اس نے پیغام دیا تو اس کی باچھیں کھل گئیں اور اس کا دل خوش ہو گیا اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب میری مراد بھر آئی اور بڑھیا سے کہنے لگا کہ بہتر ہو گا کہ میں تجھے ایک خط دے دوں اور تو اس کا جواب لے آ۔ اس نے کہا کہ ہر و چشم۔ اب اس نے عزیز سے کہا کہ دوات اور کافذ اور پیتل کا قلم لا۔ جب وہ یہ چیزیں لے آیا تو اس نے ہاتھ میں قلم لے کر یہ اشعار لکھے:

”اے میری مطلوب‘ جو درد و الم میں نے تیرے فراق میں اٹھائے ہیں‘ انہیں اس خط میں لکھتا ہوں۔ اس کی پہلی سطر یہ ہے کہ میرے دل میں آگ لگی ہوئی ہے۔ دوسری یہ کہ میں محبت اور اشتیاق میں مر رہا ہوں۔ تیسری یہ کہ میری عمر اور میرے صبر کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ چوتھی یہ کہ عشق نکالے نہیں نکلتا۔ پانچویں یہ کہ میری آنکھوں کو تیرا دیدار کب نصیب ہو گا اور چھٹی یہ کہ وصال کا روز کب آئے گا؟“

اس کے بعد اس نے یہ الفاظ لکھے کہ ”یہ خط اس شخص کی طرف سے ہے جو عشق کا گرفتار ہے اور تمناؤں کے قید خانے میں مقید اور اگر ان چیزوں سے اسے رہائی مل سکتی ہو تو اسی وقت جب کہ دوری اور فراق کے بعد اسے وصال اور ملاقات نصیب ہو۔ وہ احباب کی دوری سے مصیبت میں گرفتار ہے اور محبت کے عذاب میں مبتلا ہے۔“

اب اس کے آنسو بہنے لگے اور اس نے خط کو بند کر کے اس پر مر لگائی اور بڑھیا کو دے دیا اور اس سے کہا کہ یہ شہزادی کو دے دیجیو۔ اس نے کہا کہ سر آنکھوں پر۔ اس کے بعد اس نے بڑھیا کو ایک ہزار دینار دے کر کہا کہ یہ ہدیہ میں محبت کی بنا پر دیتا ہوں‘ اسے قبول کر بڑھیا نے دینار لیے اور اس کو دعا دی اور چلی گئی۔ چلتے چلتے وہ شہزادی دینا کے پاس پہنچی۔ جب اس نے بڑھیا کو دیکھا تو کہنے لگی کہ آیا‘ اس نے کس حاجت کا اظہار کیا کہ میں اسے پورا کروں؟ اس نے جواب دیا کہ اے میری مالکہ‘ اس نے یہ خط میرے ہاتھ بھیجا ہے‘ معلوم نہیں کہ اس میں کیا

ہے۔ یہ کہہ کر بڑھیا نے وہ خط دے دیا اور اس نے لے کر پڑھا اور اس کا مضمون سمجھا اور کہنے لگی کہ وہ تاجر کا بچہ ہوتا کون ہے کہ میرے ساتھ خط و کتابت اور مراسلت کرتا ہے! یہ کہہ کر وہ اپنا منہ پینے لگی کہ ہم اتنے گئے گزرے ہو گئے کہ دوکان داروں کو یہ ہمت ہونے لگی! ہائے! ہائے! اس کے بعد اس نے کہا کہ اگر مجھے خدا کا ڈر نہ ہوتا تو میں اسے قتل کر کے اسی کی دوکان پر لٹکا دیتی۔ بڑھیا نے کہا کہ آخر اس خط میں ہے کیا کہ تیرا دل بھڑک اٹھا اور تیری حالت دگرگوں ہو گئی؟ کیا اس میں کسی کے ظلم کی شکایت ہے یا کپڑوں کی قیمت کا مطالبہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تجھ پر خدا کی مار! اس قسم کی کوئی بات اس میں نہیں بلکہ عشق و محبت کی داستان ہے اور یہ سارے کروت تیرے ہیں۔ ورنہ وہ شیطان مجھے کیا جانتا ہے۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ اے میری مالکہ! تو اپنے بلند محل میں بیٹھی ہوئی ہے جہاں کسی کا گزر تو درکنار پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ خدا تجھے اور تیری جوانی کو الزام سے بچائے! کتوں کے بھونکنے سے کیا ہوتا ہے! تو بادشاہ کی بیٹی شہزادی ہے۔ میرے اوپر ناراض مت ہو کہ میں تیرے پاس یہ خط لائی کیونکہ مجھے کیا معلوم کہ اس میں کیا ہے؟ میری رائے میں تو اسے ایک خط لکھ اور اسے قتل کی دھمکی دے اور ایسی فضول گوئی سے منع کر تا کہ وہ ان باتوں سے باز آئے اور پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرے۔ شہزادی دینا نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں لکھوں تو کہیں اس کا لالچ اور نہ بڑھ جائے۔ بڑھیا نے کہا کہ جب وہ دھمکی سنے گا تو اپنی حرکت سے باز آئے گا۔ شہزادی نے کہا کہ دوات اور کلنڈ اور پیتل کا قلم لاؤ۔ جب وہ یہ چیزیں لے آئی تو اس نے ایک سخت خط لکھا اور لپیٹ کر بڑھیا کے حوالے کیا اور کہا کہ یہ خط اسے دے کر کہیو کہ ایسی باتیں نہ لکھا کرے۔ اس نے کہا کہ سر و چشم۔

بڑھیا نے خط لیا اور خوش خوش وہاں سے روانہ ہو گئی اور اپنے گھر جا کر سو رہی۔ جب صبح ہوئی تو وہ تاج الملوک کی دوکان میں گئی اور دیکھا کہ وہ اس کے انتظار میں

بیٹھا ہوا ہے۔ اسے دیکھتے ہی وہ مارے خوشی کے باغ باغ ہو گیا اور جوں ہی وہ اس کے پاس پہنچی وہ کھڑا ہو گیا اور اسے اپنے پاس بٹھایا۔ بڑھیا نے خط نکال کر اسے دیا اور کہا کہ پڑھ، اس میں کیا لکھا ہے۔ جب شہزادی دینا نے تیرا خط پڑھا تو وہ بہت ناراض ہوئی لیکن میں نے اس کا غصہ ٹھنڈا کیا اور اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے لگی یہاں تک کہ وہ ہنسنے لگی اور اسے تجھ پر رحم آیا اور اس نے یہ جواب لکھا ہے۔

تاج الملوک نے اس کا شکریہ ادا کیا اور عزیز سے کہا کہ اسے ایک ہزار دینار دے دے۔ اس کے بعد اس نے خط پڑھا اور اسے سمجھا اور زار زار رونے لگا۔ اس پر بڑھیا کا دل پیچ گیا اور اس کے رونے پینے سے اس کا دل کڑھنے لگا اور وہ اس سے کہنے لگی کہ بیٹا، اس خط میں کون سی ایسی بات ہے کہ تو رونے لگا؟ اس نے جواب دیا کہ وہ مجھے قتل کرنے اور پھانسی دینے کی دھمکی دیتی ہے اور خط و کتابت کو منع کرتی ہے لیکن اگر میں اس سے خط و کتابت بھی نہ کر سکوں تو ایسے جینے سے مرنا بہتر ہے۔ اس خط کا جواب لے جا اور اس کا جو جی چاہے کرے۔ بڑھیا نے کہا کہ خدا تیری جوانی قائم رکھے! میں اپنی روح تجھ پر قربان کر کے تیری مراد پوری کراؤں گی اور تیرا ارمان نکلاؤں گی۔ تاج الملوک نے کہا کہ جو کچھ تو کرنا چاہتی ہے، میں اس کی تجھے اجازت دیتا ہوں تو خود اسے اپنی عقل کی ترازو میں تول کیونکہ تو ساری تدبیریں جانتی ہے اور مکر و فریب کے ہر باب سے آگاہ ہے۔ ہر مشکل بات تیرے اوپر آسان ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے بعد اس نے کانڈ لے کر ایک خط لکھا اور ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگا اور اتنا رویا کہ بڑھیا بھی رو پڑی اور وہ خط اس کے ہاتھ سے لے لیا اور کہنے لگی کہ غم مت کر بلکہ دل شاد ہو کیونکہ میں تجھے تیرے مقصد تک پہنچا کر چھوڑوں گی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو چونتیس ویں رات

جب ایک سو چونتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ -----
 جب تاج الملوک رونے لگا تو بڑھیا نے کہا کہ غم مت کر بلکہ دل شاد ہو کیونکہ میں
 تجھے تیرے مقصد تک پہنچا کر چھوڑوں گی۔ اب وہ انھی اور تاج الملوک کو اسی بے
 چینی کی حالت میں چھوڑ کر شہزادی دینا کے پاس گئی اور دیکھا کہ وہ اب تاج الملوک
 کے خط پر چیں بہ جبیں بیٹھی ہے۔ جب بڑھیا نے اسے یہ دوسرا خط دیا تو وہ اور بھی
 آگ بگولا ہو گئی اور بڑھیا سے کہنے لگی کہ میں نے کہا نہ تھا کہ اس کی طمع اور
 بڑھ جائے گی۔ بڑھیا نے کہا کہ وہ کتا ہوتا کون ہے جو تیری طرف بری نظر سے
 دیکھے! شہزادی دینا نے کہا کہ اس کے پاس جا کر کہہ آ کہ اگر اس کے بعد اس نے
 خط لکھا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گی۔ بڑھیا نے کہا کہ یہی باتیں تو خط میں
 لکھ دے اور میں خط کو لے کر اس کے پاس جاؤں گی تاکہ وہ خط دیکھ کہ خوفزدہ
 ہو جائے۔ اس نے کاغذ لے کر ایک دھمکی کا خط لکھا اور اسے تہہ کر کے بڑھیا کو
 دے دیا۔ بڑھیا خط لے کر تاج الملوک کے پاس روانہ ہو گئی۔ وہ بڑھیا کو دیکھ کر
 سرودھ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ خدا تیرے قدموں کی برکت ہمیشہ قائم رکھے! بڑھیا
 نے کہا کہ لے اپنے خط کا جواب۔ اس نے خط لے کر پڑھا اور زار زار رونے لگا
 اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی مجھے ابھی قتل کر ڈالے تاکہ مجھے آرام تو ملے
 کیونکہ جس حالت میں میں ہوں اس سے تو قتل ہونا بہتر ہے۔ اس کے بعد اس نے
 دوات قلم اور کاغذ لے کر ایک خط لکھا اور اسے تہہ کر کے بڑھیا کو دے دیا اور کہنے
 لگا کہ مجھ پر ناراض مت ہو، میں نے تجھے بے فائدہ تکلیف دی ہے۔ اب اس نے
 عزیز سے کہا کہ اسے ایک ہزار دینار دے دے اور اس سے کہا کہ بیٹا، خدا تیرے

ساتھ بھلائی کرے! میرا دل یہی چاہتا ہے کہ وہ تیرے پہلو میں ہو کیونکہ تو چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے اور وہ نکلتے ہوئے سورج کی طرح۔ اگر میں نے تم دونوں کو اکٹھا نہ کر دیا تو میرے زندہ رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے اپنی ساری عمر مکر و فریب میں گزاری ہے اور اب میں نوے سال کی ہو چکی ہوں تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میں دو شخصوں کو اکٹھا نہ کر سکوں۔

اب وہ رخصت ہوئی اور تاج الملوک کو دلاسا دے کر چل دی اور چلتے چلتے شہزادی دینا کے پاس پہنچی۔ مگر اس نے وہ خط اپنے بالوں کے اندر اڑس لیا تھا۔ جب وہ شہزادی کے پاس بیٹھی تو اپنا سر کھجانے لگی اور کہا کہ اے میری مالکہ، ذرا میری جائیں مار دے کیونکہ میں ایک مدت سے حمام نہیں گئی ہوں۔ شہزادی دینا نے اپنی آستینیں

کنٹیوں تک چڑھا کر بڑھیا کے بال کھولے اور جوئیں مارنے لگی کہ اتنے میں وہ خط اس کے سر سے گر پڑا۔ شہزادی دینا نے اسے دیکھ کر کہا کہ یہ کیسا کلغذ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب میں اس تاجر کی دوکان پر بیٹھی ہوئی تھی تو شاید یہ کلغذ میرے چپک گیا ہو گا۔ یہ مجھے دے دے تاکہ میں اسے واپس کر آؤں۔ ممکن ہے کہ اس میں اس کا کوئی حساب ہو جس کی اسے ضرورت پڑے۔ شہزادی دینا نے اسے کھول کر پڑھا اور اس کا مضمون اس کی سمجھ میں آیا اور بڑھیا سے کہنے لگی کہ یہ بھی تیرا ایک مکر ہے۔ اگر تو نے مجھے پالا پوسا نہ ہوتا تو میں ابھی تجھے اس کا مزا چکھا دیتی۔ خدا نے اس تاجر کو میرے پیچھے ڈال دیا ہے لیکن جو کچھ مجھ پر اس کے ساتھ گزری ہے، اس کا گناہ تیرے سر ہے۔ نہ معلوم وہ کس ملک سے آیا ہے اور سوائے اس کے اب تک کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ مجھے چھیڑے۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں یہ راز فاش نہ ہو جائے۔ بالخصوص ایسے شخص کے ساتھ جو نہ میرا ہم جنس ہے اور نہ میرے برابر۔ بڑھیا نے آگے بڑھ کر جواب دیا کہ تیرے دبدبے کے خوف اور تیرے باپ کے ڈر سے کسی کی مجال نہیں کہ ایسی بات اپنے منہ سے نکالے اور تیرے جواب

دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ اے میری دایہ، اس شیطان کی ہمت کیسے پڑی کہ وہ مجھے یہ باتیں لکھے اور بادشاہ سے خائف نہ ہو؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں، اگر میں اس کے قتل کا حکم دیتی ہوں تو یہ نامناسب بات ہے اور اگر اس کو چھوڑ دیتی ہوں تو اس کی جسارت اور زیادہ ہو جائے گی۔ بڑھیا نے کہا کہ اسے خط لکھ، ممکن ہے کہ وہ ڈر جائے۔ اس نے کلفذ اور دوات اور قلم منگوایا اور ایک خط لکھ کر تمہ کو دیا اور وہ اسے لے کر تاج الملوک کے پاس پہنچی اور اس کے حوالے کیا۔ جب اس نے وہ خط پڑھا تو اسے یقین آ گیا کہ وہ سخت دل ہے اور اس تک رسائی ناممکن ہے۔

اس بارے میں اس نے وزیر سے شکایت کی اور اس سے تدبیر پوچھی۔ وزیر نے جواب دیا کہ اب اس کے علاوہ اور کوئی تدبیر نہیں کہ تو اسے ایک خط لکھے اور اسے بدعا دے۔ اس نے کہا کہ اے میرے بھائی عزیز، میری طرف سے تو لکھ جس طرح کہ تیرا جی چاہے۔ عزیز نے ایک ورق لے کر اسی مضمون کا ایک خط لکھا اور اسے تمہ کر کے تاج الملوک کو دے دیا۔ جب اس نے وہ خط پڑھا تو اسے بہت پسند آیا اور اس نے اسے بڑھا کو دے دیا۔ بڑھیا اس خط کو لے کر شنزادی دینا کے پاس پہنچی اور اسے دے دیا۔ جب اس نے وہ خط پڑھا اور اس کا مطلب سمجھا تو طیش میں آ گئی اور کہنے لگی کہ یہ سب اسی منحوس بڑھیا کے کرتوت ہیں اور اس نے اپنی کنیزوں اور خادموں کو بلا کر کہا کہ اس ملعون مکار بڑھیا کو پکڑو اور خوب جوتے لگاؤ۔ یہ سنتے ہی انہوں نے جوتے لگانے شروع کر دیے، یہاں تک کہ اسے غش آ گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو شنزادی نے کہا کہ اے بدذات بڑھیا، واللہ اگر مجھے خدا کا ڈر نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر ڈالتی۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اور مارو اور انہوں نے اتنا مارا کہ وہ پھر بے ہوش ہو گئی۔ اس کے بعد شنزادی نے حکم دیا کہ اسے گھیٹ کر لے جاؤ اور دروازے کے باہر پھینک آؤ۔ وہ اسے منہ کے بل کشاں کشاں لے گئے اور دروازے کے سامنے ڈال آئے۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ اٹھی اور اٹھتے بیٹھتے اپنے

گھر پہنچی اور صبح کا انتظار کیا۔ اس کے بعد وہ اٹھی اور آہستہ آہستہ چل کر تاج الملوک کے پاس آئی اور اس سے اپنا سارا ماجرا بیان کیا۔ تاج الملوک کو یہ سن کر بڑا افسوس ہوا اور اس سے کہنے لگا کہ مائی، تیرے ماجرے سے ہمیں دلی صدمہ پہنچا لیکن ہر چیز قسمت سے ہوتی ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ غم مت کر بلکہ دل شاد ہو کیونکہ میں تم دونوں کو ملا کر رہوں گی اور تجھے اس پتیا تک پہنچا دوں گی جس نے مجھے مار مار کر زخمی کر دیا ہے۔

تاج الملوک نے اس سے کہا کہ یہ تو بتا کہ آخر اس کو مردوں سے کیوں نفرت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ ایک خواب کی وجہ سے ہے جو اس نے دیکھا تھا۔ اس نے پوچھا کہ وہ خواب کیا تھا؟ بڑھیا نے کہا کہ ایک رات وہ سو رہی تھی کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک چڑی مارنے جا بچھایا ہے اور اس کے ارد گرد گیہوں بکھیر دیے ہیں اور خود اس جال کے قریب بیٹھ گیا ہے۔ کوئی پرندے ایسے نہ تھے جو اس جال کے پاس نہ آتے ہوں۔ من جملہ ان کے ایک کبوتر کا جوڑا نر اور مادہ۔ وہ خواب میں جال کی طرف دیکھ ہی رہی تھی کہ نر کا پاؤں جال میں پھنس گیا اور وہ پھڑپھڑانے لگا۔ اس پر سارے پرندے بدک کر اڑ گئے مگر مادہ پھر لوٹ کر آئی اور اس کے آس پاس اڑنے لگی اور اتر کر جال کے پاس پہنچی کیونکہ چڑی مار بے خبر تھا اور اس حلقے پر چونچ مارنے لگی جس میں نر کا پاؤں پھنسا ہوا تھا اور اسے اپنی چونچ سے کاٹنے لگی۔ یہاں تک کہ اس کا پاؤں جال سے چھوٹ گیا اور دونوں اڑ گئے۔ اب چڑی مارنے آ کر جال کی مرمت کی اور دور جا بیٹھا۔ ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ چڑیاں پھر پہنچ گئیں۔ اور اب کے مادہ جال میں پھنس گئی اور باقی سب چڑیاں نر سمیت اڑ گئیں۔ لیکن نر پھر لوٹا اور چڑی مارنے آ کر مادہ کبوتر کو پکڑ لیا اور اسے ذبح کر ڈالا۔ جب اس نے یہ خواب دیکھا تو مارے ڈر کے جاگ پڑی اور کہنے لگی کہ سب مرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان کے دل میں نیکی نہیں ہوتی۔ کوئی مرد بھی عورتوں کے ساتھ بھلائی نہیں کرتا۔

جب وہ اپنی بات ختم کر چکی تو تاج الملوک نے کہا کہ اے میری والدہ، میں اسے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں خواہ اس میں میری موت ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی چال نکال کہ میں اس کو دیکھ سکوں۔ اس نے جواب دیا کہ اس کے محل کے نیچے ایک باغ ہے جو اس کے سیر کرنے کے لیے مخصوص ہے۔ اور وہ اس میں ہر مہینے ایک بار چور دروازے سے آتی ہے۔ آج سے دس دن کے بعد پھر اس کے سیر کرنے کی باری ہے۔ جب وہ وہاں آنے کا ارادہ کرے گی تو میں آ کر تجھے خبر کر دوں گی تاکہ تو وہاں جا کر اس سے ملاقات کرے اور میں تجھ سے اصرار کے ساتھ کہتی ہوں کہ تو باغ ہی میں رہو، ممکن ہے کہ تیرے حسن و جمال کو دیکھ کر تجھ پر فریفتہ ہو جائے۔ محبت ملنے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم۔ اب تاج الملوک اور عزیز اٹھے اور بڑھیا کو لے کر اپنے گھر گئے اور کہا کہ اسے خوب پہچان لے۔ اور تاج الملوک نے عزیز سے کہا کہ اے بھائی، اب مجھے دوکان کی ضرورت نہیں کیونکہ میرا مقصد حاصل ہو گیا۔ اس لیے وہ دوکان اور اس کی ساری چیزیں تیری ملکیت ہیں۔ کیونکہ تو نے میرے ساتھ اس پردیس کا سفر اختیار کیا ہے اور اپنے وطن کو خیر باد کہا ہے۔ عزیز نے منظور کر لیا اور دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ تاج الملوک اس سے پوچھتا کہ تیرے ساتھ کون کون سے عجیب و غریب واقعات پیش آئے ہیں اور وہ اسے اپنی روداد سناتا۔ اس کے بعد وہ دونوں وزیر کے پاس آئے اور اس سے تاج الملوک کا ارادہ بیان کیا اور پوچھتا کہ اسے کس طرح پورا کرنا چاہیے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے ساتھ باغ میں چلو۔ اب تینوں نے اپنے بہترین لباس پہنے اور تین غلاموں کو لے کر چل کھڑے ہوئے اور باغ کے پاس پہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ وہ واقعی نہایت سرسبز ہے اور اس میں نہریں بہہ رہی ہیں اور باغبان دروازے پر بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے اس کو سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ وزیر نے اسے سو دینار نکال کر دیے اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو یہ تھوڑی سی رقم لے اور ہمارے لیے کوئی کھانے کی چیز خرید لا کیونکہ میں پردیسی ہوں اور میرے ساتھ یہ دو لڑکے ہیں اور میں انہیں

سیر کرانے لایا ہوں۔ باغبان نے دینار لے لیے اور ان سے کہا کہ اندر جا کر سیر کرو، یہ سب کچھ تمہارا ہی ہے۔ تم وہاں میرا انتظار کرنا، میں کھانا لے کر آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ تو بازار چل دیا اور وزیر اور تاج الملوک اور عزیز باغ کے اندر چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ تلا ہوا میمنہ اور سفید روئی کی سی روٹیاں لے آیا اور ان کے آگے رکھ دیں۔ جب کھا پی چکے تو اس نے شیرینی پیش کی اور انہوں نے اسے کھا کر ہاتھ دھوئے اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

وزیر نے کہا کہ اس باغ کا حال بیان کر کہ یہ تیرا ہے یا تو یہاں ملازم ہے؟ بوڑھے نے کہا کہ یہ باغ میرا نہیں بلکہ بادشاہ کی بیٹی شہزادی دینا کا ہے۔ وزیر نے پوچھا کہ تیری تنخواہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ماہوار محض ایک دینار۔ جب وزیر نے باغ کو غور سے دیکھا تو اسے اس میں ایک عالی شان باہ دری نظر آئی مگر وہ پرانی تھی۔ اس نے باغبان سے کہا کہ بڑے میاں، میں چاہتا ہوں کہ یہاں اپنی یادگار چھوڑ جاؤں تاکہ تو مجھے یاد کرے۔ اس نے کہا کہ اے میرے آقا، تو کیا یادگار چھوڑنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ فی الحال تو یہ تین سو دینار لے لے۔ باغبان یہ سن کر کہنے لگا کہ اے میرے آقا، جو تیری مرضی ہو، کر۔ اس کے بعد اس نے اسے تین سو دینار دیے اور کہا کہ انشاء اللہ ہم یہاں اچھی یادگار چھوڑیں گے۔ اس کے بعد وہ سب وہاں سے چل دیے اور گھر پہنچ کر سو رہے۔ جب دوسرا دن ہوا تو وزیر نے سفیدی کرنے والوں اور نقاشوں اور ایک کاری گر سنار کو بلوایا اور ان کے لیے جن جن اوزاروں کی ضرورت تھی، منگوائے اور ان کو لے کر باغ گیا اور حکم دیا کہ پہلے تو باہ دری پر سفیدی کی جائے اور پھر اس پر نقش و نگار کیے جائیں۔ اس کے بعد اس نے سونا اور لاجورد منگوایا اور نقاش سے کہا کہ ایوان کے صدر میں ایک چڑی مار کی تصویر بنا جو جال بچھائے بیٹھا ہو اور اس میں بہت سی چڑیاں پھنسی ہوئی ہوں اور ایک ماہہ کبوتر جال میں چونچ ڈالے بیٹھی ہو۔ جب نقاش ایک طرف یہ تصویریں بنا چکا تو وزیر نے کہا کہ دوسری طرف بھی اسی طرف کی ایک تصویر بنا مگر اس میں ماہہ کبوتر اکیلی جال میں پھنسی ہوئی ہو اور

صیاد اسے نکال کر ذبح کر رہا ہو اور تیسری طرف ایک بڑی شکاری چڑیا کی تصویر کھینچ جو زکوتر کو شکار کر رہی ہے اور اس کے پنجے اس کے اندر چھبے ہوئے ہوں۔ نقاش نے یہ تصویریں بنا دیں اور جب لوگ اپنا اپنا وہ کام کر چکے جو وزیر نے ان کے سپرد کیا تھا تو وزیر ان کی اجرات ادا کر کے باغبان سے رخصت ہوا اور اپنے گھر کی راہ لی اور وہاں بیٹھ کر وہ تینوں باتیں کرنے لگے۔ تاج الملوک نے عزیز سے کہا کہ اے میرے بھائی، کچھ اشعار سنا تا کہ میرا غم غلط ہو اور پریشانی دور ہو جائے۔ عزیز اس کو اشعار گا گا کر سنانے لگا۔ جب وہ اشعار سن چکا تو تاج الملوک کو اس کی فصاحت اور شیریں بیانی پر بڑا تعجب ہوا اور وہ کہنے لگا کہ واقعی تو نے میرا غم ایک حد تک غلط کر دیا ہے۔ وزیر نے کہا کہ اگلے لوگوں نے واقعی ایسا کلام کہا ہے جسے سننے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ تاج الملوک نے کہا کہ اگر تجھے اس وقت کوئی اس قسم کا کلام یاد ہو تو سن۔ اس پر وزیر نہایت نفیس اشعار گا کر سنانے لگا۔

یہ تو ان لوگوں کا حال تھا۔ اب بڑھیا کا ماجرا سنئے۔ وہ اپنے مکان میں بند ہو گئی اور باہر نہ نکلی۔ ادھر شہزادی کا جی چاہا کہ باغ کی سیر کرے اور اس کا دستور تھا کہ بے بڑھیا کے ساتھ لیے وہ باغ میں نہ جاتی تھی۔ اس لیے اس نے بڑھیا کو بلوایا اور اسے منا کر اس کا دل خوش کر دیا اور کہنے لگی کہ میں چاہتی ہوں کہ باغ میں جا کر درختوں اور پھلوں کا تماشا دیکھوں تا کہ انہیں دیکھ کر میرا دل خوش ہو۔ بڑھیا نے کہا کہ سر آنکھوں پر لیکن میں چاہتی ہوں کہ گھر جا کر اپنے کپڑے بدلوں اور پھر تیرے پاس آؤں۔ اس نے کہا کہ اچھا گھر جا مگر دیر نہ کیجیو۔ بڑھیا وہاں سے روانہ ہو کر سیدھی تاج الملوک کے پاس پہنچی اور اس سے کہنے لگی کہ اپنے بہترین کپڑے پہن کر تیار ہو جا اور باغ میں پہنچ کر باغبان سے مل اور اسے سلام کر اور باغ میں جا کر چھپ جا۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم۔ بڑھیا نے کہا کہ میرے اشارے کا انتظار کیجیو۔ یہ کہہ کر وہ شہزادی دینا کے پاس گئی۔ جب وہ جا چکی تو وزیر اور عزیز نے

تاج الملوک کو بہترین شاہانہ لباس پہنایا جس کی قیمت پانچ ہزار دینار تھی اور اس کی کمر میں ایک سونے کا پنکا باندھا جس میں ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے اور باغ کو روانہ ہو گئے۔ جب وہ باغ کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ باغبان وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ جب باغبان نے تاج الملوک کو دیکھا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بڑی تعظیم و احترام سے پیش آیا اور دروانہ کھول کر اس سے کہا کہ اندر جا کر سیر کر۔ باغبان کو یہ معلوم نہ تھا کہ آج شنزادی آنے والی ہے۔ اسے باغ میں آئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اسے آوازیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی خادم اور کنیزیں چور دروازے سے آ پہنچیں۔ جب باغبان نے ان کو دیکھا تو وہ تاج الملوک کے پاس گیا اور کہا کہ وہ آ رہی ہے، اب کیا کیا جائے، بادشاہ کی بیٹی شنزادی دینا آ گئی ہے۔ اس نے کہا کہ کیا مضائقہ! میں باغ میں کسی جگہ چھپ جاؤں گا۔ باغبان نے کہا کہ اچھی طرح چھپ جائو یہ کہہ کر وہ اس کے پاس سے چلا گیا۔

جب شنزادی اور اس کی کنیزیں اور بڑھیا باغ میں داخل ہوئی تو بڑھیا اپنے دل میں کہنے لگی کہ اگر خادم وغیرہ ہمارے ساتھ رہے تو میرا مقصد کبھی حاصل نہ ہو گا اور اس نے شنزادی سے کہا کہ اے میری مالکہ، میں تجھ سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں جس سے تیرے دل کو تسکین ہو گی۔ شنزادی دینا نے کہا کہ جو کچھ کہنا چاہتی ہے کہہ۔ بڑھیا نے کہا کہ اے میری شنزادی، ان نوکروں کی اس وقت تجھے ضرورت نہیں اور جب تک وہ ہمارے ساتھ رہیں گے اس وقت تک تجھے خوشی نہ ہو گی۔ لہذا ان کو چلتا کر۔ شنزادی دینا نے کہا کہ تو سچ کہتی ہے اور ان کو رخصت کر دیا اور اس کے بعد سیر کرنے لگی۔ تاج الملوک اسے اور اس کے حسن و جمال کو دیکھتا مگر اس کو اس کی خبر نہ تھی۔ جب اس کی نظر اس پر پڑتی تو اسے غش سا آ جاتا۔ بڑھیا اسے باتوں میں لگائے ہوئے تھی یہاں تک کہ وہ شنزادی کو لے کر اس باہ دری میں پہنچی جہاں وزیر نے تصویریں کھینچوائی تھیں۔ اب وہ اس باہ دری میں داخل ہو کر اس کے نقش و نگار دیکھنے لگی اور دیکھا کہ ان میں چڑیاں اور چڑی مار اور کبوتر ہیں اور

کہنے لگی کہ سبحان اللہ، یہ تو وہی ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ یہ کہہ کر وہ چڑیوں اور چڑی مار اور جال کو دیکھنے لگی اور سخت حیران ہوئی اور کہنے لگی کہ دایہ، میں مردوں کو الزام دیتی اور ان سے دشمنی رکھتی تھی لیکن دیکھ کہ صیاد مادہ کبوتر کو ذبح کر رہا ہے اور زنج کر نکل گیا ہے اور چاہتا ہے کہ آ کر مادہ کو چھڑائے۔ لیکن راہ میں اسے ایک شکاری پرندہ ملا اور اس نے اسے شکار کر لیا۔ بڑھیا نے اپنا تجاہل ظاہر کیا اور اسے باتوں میں لگائے رہی۔ یہاں تک کہ وہ دونوں اس جگہ کے قریب پہنچ گئے جہاں تاج الملوک چھپا بیٹھا تھا۔ بڑھیا نے اسے اشاہ کیا کہ وہ محل کی کھڑکیوں کے نیچے ٹہلنے لگے۔ شنزادی دینا ابھی سیر ہی کر رہی تھی کہ اس کی نظر تاج الملوک پر پڑی اور وہ اسے دیکھنے لگی اور اس کے حسن اور قدر و قامت اور اعتدال میں محو ہو گئی۔ اس نے بڑھیا سے کہا کہ دایہ، یہ خوش رو جوان کون ہے؟ اس نے جواب دیا واللہ اعلم، مگر وہ کسی بڑے بادشاہ کا بیٹا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ انتہا درجے کا حسین اور کمال درجے کا خوش رو ہے۔ شنزادی دینا اس پر عاشق ہو گئی اور اس کے ارادے کی رسیاں ڈھیلی پڑ گئیں اور اس کی عقل دنگ ہو گئی۔ یہ تھا اس کے حسن اور قدر و قامت اور اعتدال کا اثر اور اس نے بڑھیا سے کہا کہ اے میری دایہ، یہ جوان تو بڑا خوش رو ہے۔ بڑھیا نے کہا کہ اے میری مالکہ، تو سچ کہتی ہے، اور شنزادے کی طرف اشاہ کر کے کہا اب اپنے گھر جا، مگر محبت کی آگ اس کے دل میں بھڑک چکی تھی اور اس کا عشق زور پکڑ چکا تھا لیکن وہ چل دیا اور ٹھہرا نہیں اور باغبان سے رخصت ہو کر اپنے گھر گیا۔ تاج الملوک کے دل میں محبت موجزن تھی لیکن وہ بڑھیا کا کہنا نہ ٹال سکتا تھا۔ گھر پہنچ کر اس نے وزیر اور عزیز سے کہا کہ بڑھیا نے مجھے اشاہ کیا کہ میں گھر چلا جاؤں۔ دونوں نے اسے اطمینان دلایا اور کہا کہ اگر بڑھیا کو یہ یقین نہ ہوتا کہ تیرے واپس جانے میں مصلحت ہے تو وہ کبھی تجھ سے واپس جانے کے لیے اشاہ نہ کرتی۔

یہ تو تاج الملوک اور وزیر اور عزیز کا ماجرا ہوا۔ اب شنزادی دینا کا حال سنئے۔ اس کے ایسا محبت کا تیر لگا کہ وہ بے چین ہو گئی اور بڑھیا سے کہنے لگی کہ سوائے تیرے اور کوئی مجھے اس جوان سے نہیں ملا سکتا۔ بڑھیا نے کہا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ تجھے تو مردوں سے نفرت ہے، اس کی محبت میں تو کیسے مبتلا ہو گئی؟ لیکن خدا کی قسم، سوائے اس کے اور کوئی تیری جوانی کا حق دار نہیں۔ شنزادی دینا نے کہا کہ اے میری دایہ، مجھے اس سے ملانے میں معین و مددگار ہو اور میں تجھے ایک ہزار دینار نقد اور ایک ہزار دینار کی خلعت عطا کروں گی۔ اور اگر تو نے مجھے اس سے نہ ملایا تو میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ بڑھیا نے کہا کہ تو اپنے محل میں جا اور میں تمہارے وصال کی کوئی تدبیر نکالتی ہوں اور تیری مرضی پوری کرنے میں میں اپنی جان لڑا دوں گی۔ اب شنزادی دینا اپنے محل میں گئی اور بڑھیا تاج الملوک کے پاس پہنچی۔ جب اس نے بڑھیا کو دیکھا تو وہ کھڑا ہو گیا اور بڑے اعزاز و احترام سے اسے اپنے پاس بٹھایا۔ بڑھیا نے کہا کہ تدبیر کارگر ہو گئی ہے اور سارا ماجرا کہ سنایا جو اسے شنزادی دینا کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اس نے پوچھا کہ اب ملاقات کب ہو گی؟ بڑھیا نے کہا کہ کل۔ اس نے بڑھیا کو ایک ہزار دینار نقد دیے اور ایک ہزار دینار کی خلعت عطا کی۔ وہ لے کر چلتی ہوئی اور شنزادی دینا کے پاس پہنچی۔ اس نے کہا کہ اے میری دایہ، محبوب کی کیا خبر لائی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس کا گھر دیکھ آئی ہوں اور کل میں اس کے یہاں جاؤں گی۔ یہ سن کر شنزادی دینا خوش ہو گئی اور اسے ایک ہزار دینار نقد دیے اور ایک ہزار دینار کی خلعت عطا کی۔ بڑھیا نے انہیں لے کر اپنے گھر کی راہ لی اور رات وہیں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو وہ تاج الملوک کے پاس پہنچی اور اسے زنانے کپڑے پہنا کر کہا کہ میرے پیچھے پیچھے آ اور مٹک مٹک کر چلیو اور بڑے بڑے قدم نہ لیجیو اور راہ میں کسی سے ہم کلام مت ہو جیو۔ جب بڑھیا تاج الملوک کو یہ نصیحت کر چکی تو وہ آگے چلی اور شنزادہ زنانے لباس میں

پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ راہ بھر وہ اسے تدبیریں بتاتی اور اس کا دل مضبوط کرتی رہی تاکہ وہ گھبرا نہ جائے۔ اسی طرح وہ آگے آگے چلی جا رہی تھی اور وہ پیچھے پیچھے تھا کہ وہ دونوں محل کے دروازے پر پہنچ گئے اور بڑھیا اندر داخل ہو گئی اور اس کے پیچھے تاج الملوک۔ دونوں دروازے اور دہلیزیں طے کرتے چلے جاتے تھے کہ وہ ساتویں دروازے پر پہنچے اور بڑھیا نے تاج الملوک سے کہا کہ دل کو مضبوط رکھ اور جب میں تجھ سے کہوں کہ اے کنیز، آگے بڑھ تو اس وقت قدم تیز تیز اٹھائیو اور جلد جلد چلیو اور جب تو دہلیز کے اندر داخل ہو جائے تو بائیں طرف نظر اٹھائیو۔ وہاں تجھے ایک بابہ دری دکھائی دے گی جس میں کئی دروازے ہوں گے۔ ان میں سے پانچ دروازوں کو گن کر چھوڑ دیجیو اور چھٹے میں داخل ہو جائیو۔ بس وہیں تیری مراد بھر آئے گی۔ تاج الملوک نے کہا کہ اور تو کہاں جائے گی؟ اس نے کہا کہ میں تو کہیں نہیں جاؤں گی مگر ممکن ہے کہ میں تجھے سے ذرا پیچھے رہ جاؤں اور دربان مجھے روک لے اور میں اس سے باتیں کرنے لگوں۔ یہ کہہ کر وہ چل کھڑی ہوئی اور تاج الملوک پیچھے پیچھے ہو لیا۔ یہاں تک کہ وہ اس پھانک پر پہنچ گئے جہاں بڑا دربان تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ بڑھیا کے ساتھ ایک کنیز ہے تو اس نے پوچھا کہ یہ کنیز ہے جو تیرے ساتھ ہے؟ اس نے کہا کہ یہ وہی کنیز ہے جس کے متعلق شہزادی دینا نے سنا تھا کہ وہ گھر کا کام کاج جانتی ہے اور اسے خریدنا چاہتی ہے۔ خادم نے کہا کہ میں کنیز ونیز کو نہیں جانتا اور جب تک میں اسے دیکھ بھال نہ لوں اسے اندر نہیں جانے دے سکتا، جیسا کہ بادشاہ کا حکم ہے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو پینتیس ویں رات

جب ایک سو پینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ -----
 دربان نے بڑھیا سے کہا کہ میں کسی کنیز و نیز کو نہیں جانتا اور بادشاہ کے حکم کی بنا
 پر میں کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ میں تحقیق نہ کر
 لوں۔ بڑھیا نے غصے کا منہ بنا کر کہا کہ میرا تو اب تک یہ خیال تھا کہ تو سمجھدار
 اور باادب ہے۔ اگر تو اب بدل گیا ہے تو میں شنزادی کو اطلاع کر دوں گی کہ تو
 اس کنیز کو اندر آنے سے روکتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے تاج الملوک سے چلا کر
 کہا کہ اے کنیز، آگے چل۔ یہ سن کر وہ دروازے کے پار ہو گیا اور دربان چپ
 رہا اور اس نے کچھ نہ کہا۔ اب تاج الملوک نے پانچ دروازے گن کر چھوڑ دیے
 اور چھٹے میں داخل ہو گیا اور دیکھا کہ شنزادی دینا کھڑی انتظار کر رہی ہے۔ جب
 شنزادی نے اس کو دیکھا تو پہچان لیا اور اسے اپنے گلے سے لگا لیا اور شنزادے نے اسے
 اپنے گلے سے لگا لیا۔ اب بڑھیا ان کے پاس آئی اور کسی حیلے سے کنیزوں کو چلتا
 کیا تاکہ فضیحت نہ ہو۔ شنزادی دینا نے بڑھیا سے کہا کہ تو ہماری درباری کر اور خود
 تاج الملوک کے ساتھ خلوت میں گئی۔ جب صبح ہونے لگی تو وہ اس کے پاس سے
 چلی گئی اور اس کا کمرہ بند کر دیا اور خود دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھ گئی۔ جیسا
 کہ اس کا دستور تھا۔ اب کنیزیں اس کے پاس آئیں اور اس نے ان کی ضروریات
 پوری کیں۔ اور کچھ دیر تک باتیں کرنے کے بعد ان سے کہا کہ اب تم لوگ چلی
 جاؤ کیونکہ میں کچھ دیر اکیلے دل بہلانا چاہتی ہوں۔ جب کنیزیں چلی گئیں تو وہ تاج
 الملوک کے پاس آئی اور بڑھیا کچھ کھانا لے کر ان کے پاس پہنچی اور انہوں نے
 کھایا اور بڑھیا نے پہلے دن کی طرح ان کا کمرہ بند کر دیا اور وہ دوسرے دن صبح تک
 ایک دوسرے سے پیار کی باتیں کرتے رہے۔ پورے ایک مہینے تک ان کا یہی دستور

رہا۔

ادھر تو تاج الملوک اور شنزادی دینا کا یہ حال تھا اور ادھر وزیر اور عزیز نے دیکھا کہ تاج الملوک اتنی مدت سے شنزادی کے محل میں ہے اور ان کو یقین آ گیا کہ اب وہ باہر نہ آئے گا بلکہ وہیں اندر ہلاک ہو جائے گا۔ عزیز نے وزیر سے کہا کہ اے میرے باپ، اب کیا کرنا چاہیے؟ وزیر نے جواب دیا کہ بیٹا، یہ مشکل بات ہے اور اگر ہم اس کے باپ کے پاس جا کر اس کو اطلاع نہ دیں تو وہ ہمیں لعنت ملامت کرے گا۔ اس کے بعد وہ فوراً تیاری کر کے ارض خضر او عمودین کی طرف روانہ ہو گئے جو بادشاہ سلیمان شاہ کا دارالسلطنت تھا اور دن رات وادیوں کو طے کرتے ہوئے بادشاہ سلیمان شاہ کے پاس پہنچے اور اس سے شنزادے کا ماجرا بیان کیا اور یہ کہ جب سے وہ شنزادی کے محل میں داخل ہوا ہے، انہیں اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔ یہ سنتے ہی بادشاہ پر قیامت ٹوٹ پڑی اور اسے سخت ندامت ہوئی اور اس نے حکم دیا کہ ملک میں جہاد کا اعلان کر دیا جائے اور لشکر کو شہر کے باہر نکالا جائے اور ان کے لیے خیمے لگوائے اور خود اپنے سرا پردے میں بیٹھ کر ہر طرف کے لشکر کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کے عدل و احسان کی وجہ سے اس کی رعایا کو اس سے بہت محبت تھی۔ اب وہ ایسا لشکر لے کر جو سارے افق پر چھا گیا تھا، اپنے بیٹے کی تلاش میں روانہ ہوا۔

ادھر تو ان لوگوں کا یہ حال تھا اور ادھر تاج الملوک اور شنزادی دینا چھ مہینے تک اسی حالت میں رہے اور ان کی باہمی محبت دن دوئی اور رات سوئی بڑھتی جاتی تھی اور تاج الملوک کا عشق اور تمنا اور آرزو اور بے چینی روز افزوں ترقی پر تھی۔ بالآخر اس

نے اپنا دل کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگا کہ اے میرے دل و جان کی مالکہ، جب میں تیرے ساتھ ہوں۔ میرا عشق اور ارمان اور میری تمنا آئے دن بڑھ رہی ہے کیونکہ ابھی تک میرا ارمان پورا نہیں ہوا۔ اس نے جواب دیا کہ اے میری آنکھ کے تارے اور میرے دل کے ٹکڑے تو اپنا ارمان پورا کر کیونکہ خدا گواہ ہے کہ ہمارا اور کوئی شریک نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ میری مراد نہیں بلکہ میرا مقصد یہ ہے

کہ اپنا سچا سچا حال تجھ پر ظاہر کر دوں۔ سن میں سوداگر نہیں ہوں بلکہ ایک بادشاہ کا بیٹا شہزادہ ہوں۔ میرا باپ بہت بڑا بادشاہ ہے اور اس کا نام سلیمان شاہ ہے جس نے میری شادی کا پیغام تیرے باپ کے پاس بھیجا تھا۔ جب تجھے اس کی خبر دی گئی تو تو راضی نہ ہوئی۔ اس کے بعد اس نے سارا ماجرا شروع سے لے کر آخر تک بیان کر دیا اور دہرانے میں کوئی فائدہ نہیں۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے باپ کے پاس جا کر تیرے باپ کے پاس اپنی بھجواؤں کہ میں تجھ سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس سے میرے دل کو اطمینان ہو۔ جب شہزادی نے یہ باتیں سنیں تو وہ مارے خوشی کے باغ باغ ہو گئی کیونکہ اس کی بھی یہی آرزو تھی۔ اس پر دونوں کا اتفاق ہو گیا اور وہ سو گئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اور راتوں کے برخلاف اس رات ان پر نیند غالب آ گئی اور وہ سورج نکلنے تک سوتے رہے۔

اس وقت بادشاہ شہرمان اپنے تخت پر آ کر بیٹھا تھا اور ملک کے امراء اس کے سامنے کھڑے تھے کہ سناروں کا چودھری وہاں پہنچا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا ڈبہ تھا اور اس نے بادشاہ کے سامنے بڑھ کر اسے کھولا اور اس میں سے ایک نہایت نفیس صندوقچی نکالی جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی کیونکہ اس میں جواہرات اور یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے تھے اور جس کی نظیر دنیا کے کسی بادشاہ کے پاس نہ تھی۔ جب بادشاہ نے اسے دیکھا تو وہ اس کی خوبصورتی پر حیران ہو گیا اور اس خادم کی طرف مخاطب ہوا جس کے اور بڑھیا کے درمیان وہ واقعہ پیش آیا تھا اور اس سے کہنے لگا کہ اے کافور اس صندوقچی کو شہزادی دینا کے پاس لے جا۔ خادم اس کو لے کر روانہ ہو گیا اور شہزادی کے کمرے پر پہنچا اور دیکھ کہ اس کا دروانہ بند ہے اور اس کی دہلیز پر بڑھیا پڑی سو رہی ہے۔ خادم نے کہا کہ یہ وقت ہو گیا اور تم لوگ سو رہی ہو۔ جب بڑھیا نے خادم کی آواز سنی تو وہ جاگ پڑی اور ڈرنے لگی اور کہا کہ ٹھہر جا میں ابھی کنبیاں لاتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی جان کے ڈر سے بھاگی۔

ادھر تو بڑھیا چلتی ہوئی اور ادھر خادم کے دل میں شک گزرا اور اس نے کواڑ کو چول

سے نکال دیا اور کمرے میں گھس گیا اور دیکھا کہ شہزادی دینا اور تاج الملوک ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے سو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اسے سخت تعجب ہوا اور نے چاہا کہ اٹے پاؤں بادشاہ کے پاس جائے کہ اتنے میں شہزادی دینا کی آنکھ کھل گئی اور خادم کو دیکھ کر اس کا رنگ فق ہو گیا اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ کہنے لگی کہ اے کافور! جو راز خدا نے فاش نہیں کیا اسے تو بھی پوشیدہ رکھیو۔ اس نے جواب دیا کہ میری یہ طاقت نہیں کہ بادشاہ سے کوئی باپ چھپا سکوں۔ یہ کہہ کر اس نے دروازے میں قفل ڈال دیا اور بادشاہ کے پاس واپس گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تو صندوقچی شہزادی کو دے آیا ہے؟ خادم نے کہا کہ صندوقچی یہ ہے، اسے لے۔ میں کوئی بات تجھ سے چھپا نہیں سکا۔ سن، میں نے یہ دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان مرد شہزادی دینا کے ساتھ فرش پر لیٹا سو رہا ہے۔ بادشاہ نے دونوں کے حاضر کیے جانے کا حکم دیا اور جب وہ حاضر ہوئے تو ان سے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے! اور طیش میں آ کر اس نے اپنا خنجر نکال لیا اور تاج الملوک کے مارنا ہی چاہتا تھا کہ شہزادی دینا بچ میں آ گئی اور اپنے باپ کی طرف منہ کر کے کہنے لگی کہ اس سے قبل مجھے قتل کر۔ بادشاہ نے اسے جھڑکا اور حکم دیا کہ وہ اپنے حجرے میں پہنچا دی جائے۔ اس کے بعد وہ تاج الملوک کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ لعنت ہو تجھ پر! تو کہاں سے آیا ہے اور کس کا بیٹا ہے اور تجھے میری بیٹی کے ساتھ ایسی جسارت کیونکر ہوئی؟ تاج الملوک نے جواب دیا کہ اے بادشاہ، سن اگر تو نے مجھے قتل کیا تو تو تباہ ہو جائے گا اور تو اور تیری رعایا سب پچھتائیں گے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیسے؟ اس نے جواب دیا کہ میں بادشاہ سلیمان شاہ کا بیٹا ہوں اور قبل اس کے کہ تجھے خبر ہو وہ سوار اور پیادے لے کر یہاں پہنچ جائے گا۔ جب بادشاہ شہرمان نے یہ سنا تو وہ چاہتا تھا کہ اسے ابھی قتل نہ کرے بلکہ قید خانے میں رکھ کر اس بات کی تحقیقات کرے کہ آیا وہ سچ کہتا ہے مگر اس کے وزیر نے اس سے کہا کہ جہاں پناہ، میری رائے میں تو اس بد معاش کو

جلد قتل کر ڈال کیونکہ وہ بادشاہوں کی بیٹیوں کے ساتھ ایسی جسارت کرتا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے جلاد سے کہا کہ اس کی گردن اڑا دے کیونکہ اس نے خیانت کی ہے۔ جلاد نے اسے لے جا کر اس کی مشکلیں باندھیں اور ہاتھ اٹھا کر امراء سے مشورہ کیا، پہلے ایک بار اور پھر دوسری بار۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ جلدی نہ کرے۔ مگر بادشاہ نے اس سے غصے میں آ کر کہا کہ آکر تو کب تک مشورہ کرے گا! اگر تو نے ایک بات اور مشورہ کیا تو میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ اب جلاد نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ یہاں تک کہ اس کی بغل کے بال نظر آنے لگے اور چاہتا ہی تھا کہ اس کی گردن اڑا دے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔



• ایک سو چھتیس ویں رات

جب ایک سو چھتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جلاد نے اپنا ہاتھ اٹھایا یہاں تک کہ اس کی بغل کے بال دکھائی دینے لگے اور وہ چاہتا ہی تھا کہ اس کی گردن اڑا دے کہ اتنے میں ایک شور و غل سنائی دیا اور لوگ اپنی دوکانیں بند کرنے لگے۔ بادشاہ نے جلاد سے کہا کہ جلد مت کر اور کسی کو بھیج کر خبر منگوائی جائے۔ فرستادہ جا کر لوٹا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک لشکر دیکھا ہے جو موجزن سمندر کی طرح امنڈا چلا آ رہا ہے اور گھوڑے اس طرح ٹاپیں مار رہے ہیں کہ زمین ہل رہی ہے۔ اس سے زیادہ مجھے علم نہیں۔ بادشاہ کانپ اٹھا اور ڈرا کہ کہیں اس کا ملک چھن نہ جائے اور وزیر سے کہا کہ ہمارے لشکر میں سے کوئی اس لشکر کی طرف نہیں گیا؟ وہ اپنی بات پوری بھی نہ کرنے پایا تھا کہ اس کے حجب آنے والے بادشاہ کے ایلچیوں کو لے کر حاضر ہوئے اور من جملہ ان کے وزیر بھی تھا جس نے اسے سلام کیا۔ بادشاہ اٹھ کھڑا ہوا اور انہیں اپنے پاس بٹھایا اور ان کے آنے کی وجہ پوچھی۔ ان میں سے وزیر اٹھ کر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جو شخص تیرے ملک میں آیا ہے، وہ گزشتہ بادشاہوں اور سلطانوں سے بڑھ کر ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کون؟ وزیر نے جواب دیا کہ ارض خضر او عمودین اور جبال اصفہان کا بادشاہ سلطان سلیمان شاہ جو عادل اور صلح پرور ہے جس کی شہرت سواروں کے ذریعے دور دور پہنچی ہے۔ وہ عدل اور انصاف کا حامی اور ظلم و جور کا دشمن ہے۔ اس نے تجھے یہ پیغام بھیجا ہے کہ اس کا بیٹا یہاں تیرے شہر میں ہے اور وہ اس کے دل کا ٹکڑا اور ثمر ہے۔ اگر وہ اسے صحیح و سالم پائے گا تو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتا بلکہ وہ تیرا ممنون ہو گا اور تیری عزت کرے گا لیکن اگر وہ تیرے ملک میں کھو گیا ہو یا اسے کوئی نقصان پہنچا ہو تو یاد رکھ کہ تیرا بھیجا نکال لیا جائے گا اور تیرا ملک تباہ کر دیا جائے گا۔ وہ تیرے ملک

کو بیابان کر دے گا جہاں گدھے لوٹیں گے۔ بس اب میں پیغام پہنچا چکا۔

جب بادشاہ شہرمان نے ایلچی کی یہ باتیں سنیں تو اس کا دل کانپ اٹھا اور وہ ڈرا کہ کہیں

ملک ہاتھ سے نہ جاتا رہے اور اس نے حکومت کے امراء اور وزرا اور حاجبوں اور نوجوانوں کو طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو اس نے کہا کہ خدا کے لیے اس لڑکے کو ڈھونڈ کر لاؤ کیونکہ وہ جلاد کے قبضے میں تھا اور ڈر کی وجہ سے اس کا رنگ فق ہو گیا تھا۔

اب ایلچی کی نظر ادھر ادھر پڑنے لگی اور اس نے دیکھا کہ اس کے بادشاہ کا بیٹا قتل کے بوسے پر پڑا ہوا ہے۔ اسے پہچانتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور شہزادے پر گر پڑا اور باقی ایلچیوں نے بھی یہی کیا۔ اب لوگوں نے بڑھ کر اس کی مشکیں کھولیں اور اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور تاج الملوک نے آنکھیں کھول دیں اور اپنے باپ کے وزیر اور اپنے دوست عزیز کو پہچانا اور انہیں دیکھ کر مارے خوشی کے بے ہوش ہو گیا۔ یہ دیکھ کر بادشاہ شہرمان کو اپنے اوپر بڑی حیرانی اور پریشانی ہوئی اور وہ بے حد ڈر کیونکہ اسے یقین ہو گیا اور اس کے سر کو بوسہ دیا اور اس کے آنسو جاری ہو گئے اور وہ کہنے لگا کہ بیٹا، میں نے برائی کی ہے مگر تو میری برائی کا بدلہ برائی سے مت دے بلکہ میرے بڑھاپے پر رحم کھا اور میرے ملک کو تباہ مت کر۔ یہ سن کر تاج الملوک اس کے پاس آیا اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دے کر کہنے لگے کہ تیرا ہرگز بال بیکا نہ ہو گا کیونکہ تو میرے باپ کی جگہ ہے لیکن خبردار کہیں میری محبوبہ شہزادی دینا کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ بادشاہ نے کہا کہ اے میرے آقا، اس کے متعلق ڈر مت اسے خوشی ہی خوشی پہنچے گی۔ بادشاہ اسی طرح تاج الملوک سے معذرت کرتا جاتا تھا اور بادشاہ سلیمان کے وزیر کو مناتا جاتا تھا اور اسے بہت مال و دولت دینے کا وعدہ کرتا جاتا تھا بشرطیکہ جو کچھ اس نے دیکھا ہے اپنے بادشاہ سے نہ کہے۔

اب بادشاہ شہرمان نے اپنے امراء سے کہا کہ تاج الملوک کو حمام لے جاؤ اور پھر اسے بہترین پوشاک پہنا کر یہاں لاؤ۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور اسے حمام میں نہلا کر وہ پوشاک پہنائی جو بادشاہ شہرمان نے اس کے لیے الگ نکال رکھی تھی اور

اسے دربار میں لائے۔ جب وہ بادشاہ شہرمان کے پاس پہنچا تو بادشاہ کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے تمام امرا کو جو وہاں موجود تھے، حکم دیا کہ کھڑے ہو جائیں۔ اب تاج الملوک بیٹھ کر اپنے باپ کے وزیر اور عزیر سے بات چیت کرنے لگا اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ وزیر نے اس سے کہا کہ اس اثناء میں ہم نے تیرے باپ کے پاس جا کر اس سے کہا کہ شہزادی کی حرم سرا میں گیا تھا اور لوٹا نہیں۔ اس سے ہمیں اندیشہ ہے۔ جب بادشاہ نے یہ سنا تو اس نے لشکر تیار کیا اور اب ہم یہاں آئے ہیں اور ہمارے آنے سے تجھے خوشی ہوئی اور ہم مسرور ہوئے۔ اس نے ان سے کہا کہ تمہارے ہاتھوں شروع سے لے کر آخر تک بھلائی ہی بھلائی پہنچی ہے۔

ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر بادشاہ شہرمان اپنی بیٹی شہزادی دینا کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ تاج الملوک پر گریہ و زاری کر رہی ہے۔ علاوہ اس کے اس نے ایک تلوار نکال کر اس کا قبضہ زمین کی طرف اور نوک اپنی چھاتیوں کے درمیان دل کی طرف کی ہے اور اس پر جھک کر یہ کہہ رہی ہے اب میں اپنے آپ کو مار ڈالوں گی اور اپنے محبوب کے بعد زندہ نہیں رہنے کی۔ جب اس کا باپ اندر آیا اور اس نے شہزادی کو اس حالت میں دیکھا تو اس نے چلا کر اس سے کہا کہ اے شہزادیوں کی آقا، ایسا مت کر۔ اپنے باپ اور شہر والوں پر رحم کھا۔ پھر وہ اس کی طرف بڑھ کر کہنے لگا کہ ایسا مت کر کہ تیری وجہ سے تیرے باپ کو نقصان پہنچے۔ اس کے بعد اس نے سارا قصہ سنایا کہ تیرا محبوب بادشاہ سلیمان شاہ کا بیٹا تیرے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے اور نکاح اور شادی تیرے اوپر منحصر ہے۔ وہ مسکرائی اور کہنے لگی کہ میں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ وہ بادشاہ زادہ ہے! خدا کی قسم، اب سوائے اس کے کوئی چاہہ نہیں کہ میں اس سے کہوں کہ وہ تجھے دو درہم کی لکڑی پر پھانسی دے دے۔ باپ نے کہا کہ بیٹی، مجھ پر رحم کھا، خدا تجھ پر رحم کرے! اس نے کہا کہ اچھا فوراً جا کر اسے میرے پاس لے آ اور دیر مت کر۔ باپ نے کہا کہ بسر و چشم۔ یہ کہہ کر وہ فوراً وہاں سے روانہ ہو گیا اور تاج الملوک کے پاس جا کر اسے چپکے چپکے سارا ماجرا سنایا اور

پھر دونوں شہزادی کے پاس گئے۔ جب اس نے تاج الملوک کو دیکھا تو باپ کے سامنے ہی اسے گلے سے لگا لیا اور اسے چپٹ کر بوسے لینے لگی اور اس سے کہا کہ تیری وجہ سے میں بہت پریشان تھی۔ اس کے بعد وہ اپنے باپ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ کسی کی یہ مجال ہو سکتی ہے کہ ایسے حسین شخص کا بال بیکا کر سکے۔ علاوہ بریں وہ بادشاہ زادہ ہے اور شریف ہے اور برے کام سے بچتا ہے۔

یہ سن کر بادشاہ شہرمان وہاں سے چل دیا اور خود اپنے ہاتھ سے ان کے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور بادشاہ سلیمان شاہ کے وزیر اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر ان سے کہا کہ اپنے بادشاہ کو یہ پیغام پہنچا دو کہ اس کا بیٹا بخیریت اور خوش و خرم ہے اور اپنی معشوقہ کے ساتھ لذیذ ترین عیش میں مشغول ہے۔ ادھر وہ اپنے بادشاہ کے پاس گئے اور اسے یہ خبر پہنچا دی اور ادھر بادشاہ شہرمان نے حکم دیا کہ بادشاہ سلیمان شاہ کی فوج کے لیے بخششوں کا مال اور ضیافتوں کا سامان مہیا کیا جائے۔ جب انہوں نے ساری چیزیں مہیا کر لیں تو بادشاہ تو سوا اسیل گھوڑے اور سو اونٹ اور سو سفید غلام اور سو کنیریں اور سو حبشی غلام اور سو لونٹیاں نکلوائیں اور انہیں بطور ہدیے کے اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا اور حکومت کے اراکین اور خاص خاص لوگ اس کے ہم رکاب تھے۔ جب وہ شہر کے باہر پہنچے اور بادشاہ سلیمان شاہ کو ان کے آنے کی خبر پہنچی تو وہ اٹھ کر اس سے ملنے کے لیے کئی قدم بڑھا کیونکہ وزیر اور عزیز اس کو خبر پہنچا چکے تھے اور وہ سن کر بہت خوش ہوا تھا اور اس نے کہا تھا کہ شکر ہے خدا کا جس نے میرے بیٹے کا مقصد پورا کیا۔ اب بادشاہ سلیمان شاہ نے بادشاہ شہرمان کو اپنے سینے لگایا اور تخت پر اپنے پہلو بہ پہلو بٹھایا اور ایک دوسرے سے باتیں کر کر کے خوش ہونے لگے۔ اس کے بعد ان کے آگے کھانا پیش کیا گیا اور انہوں نے سیر ہو کر کھایا۔ پھر شیرینی لائی گئی اور انہوں نے شیرینی کھائی اور پھل اور نقل پیش کیے گئے اور انہوں نے پھل اور نقل تناول کیے۔ ابھی ایک پہر بھی نہ گزرا ہو گا کہ تاج الملوک عمدہ پوشاک پہنے اور بنا سنورا ان کے پاس پہنچا۔ جب اس کے باپ کی نظر اس پر پڑی تو وہ کھڑا ہو

گیا اور اس سے ہم آغوش ہو کر اسے بوسے دینے لگا۔ یہ دیکھ کر جتنے لوگ بیٹھے ہوئے تھے، کھڑے ہو گئے اور دونوں بادشاہوں نے اسے اپنے درمیان میں بٹھایا اور سب کے سب بیٹھ کر تھوڑی دیر تک باتیں کرنے لگے اور بادشاہ سلیمان شاہ نے بادشاہ شہرمان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے بیٹے کا نکاح نامہ تیری بیٹی کے ساتھ گواہوں کے سامنے لکھ لیا جائے تاکہ سنت کے مطابق اس کا اشتہار ہو جائے۔ اس نے کہا کہ بر و چشم اور فوراً قاضی اور گواہوں کو طلب کیا۔ انہوں نے آ کر تاج الملوک کا نکاح نامہ شہزادی دینا کے ساتھ مرتب کر دیا۔ اس کے بعد لوگوں کو بخششیں دی گئیں اور مٹھائی تقسیم کی گئی اور خوشبوؤں اور عطریات کا استعمال افراط کے ساتھ کیا گیا۔

یہ دن سب کے لیے خوشی کا دن تھا یہاں تک کہ امرا سے لے کر معمولی لشکری تک خوش و خرم تھے۔ اب بادشاہ شہرمان نے اپنی بیٹی کا جیز تیار کرانا شروع کر دیا۔

تاج الملوک نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ جوان عزیز بڑا شریف زادہ ہے اور اس نے میری بڑی خدمت کی ہے اور میرے لیے محبت و مشقت اٹھائی ہے اور سفر کیا ہے اور مجھے میرے مقصد تک پہنچایا ہے اور ثابت قدم رہا ہے اور مجھے ثابت قدم رکھا ہے تاکہ میری مراد بر آئے اور میرے ساتھ اب اسے دو سال ہو گئے ہیں اور وہ اپنے وطن سے دور پڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم اس کے لیے یہاں سے تجارت کا مال ساتھ کر دیں اور وہ خوش خوش یہاں سے روانہ ہو جائے۔ اس کا وطن یہاں سے دور نہیں ہے۔ اس کے باپ نے کہا کہ تیری رائے بہت مناسب ہے اور اس کے لیے سو بوجھ بہترین اور قیمتی کپڑوں کے تیار کرا دیے۔ اب تاج الملوک عزیز کے پاس یہ سارا سامان لے گیا اور اس سے رخصت ہوا اور کہنے لگا کہ اے میرے بھائی اور دوست، یہ مال محبت کی بنا پر بطور ہدیے کے میں تجھے دیتا ہوں، اسے قبول کر اور صحیح و سلامت اپنے وطن کو واپس جا۔ عزیز نے قبول کیا اور اس کے باپ کے سامنے نہیں بوس ہو کر رخصت ہوا۔ تاج الملوک تین میل تک اس کی مشایعت کے لیے گیا اور اس کی دلجمعی کی اور قسم دی کہ پھر ضرور آؤں۔ عزیز نے کہا کہ اے میرے

آقا‘ اگر مجھے اپنی والدہ کا خیال نہ ہوتا تو میں کبھی تجھ سے جدا نہ ہوتا۔ لیکن اے میرے آقا‘ اپنی خیریت سے مجھے مطلع کرتے رہیو۔ اس نے جواب دیا کہ اور تو بھی۔ اس کے بعد تاج الملوک واپس ہوا اور عزیز سفر کرتے کرتے اپنے وطن پہنچا۔ وہاں پہنچ کر وہ اپنی ماں کی طرف روانہ ہوا اور دیکھا کہ اس نے اس کے لیے بیچ گھر میں ایک قبر بنا رکھی ہے اور اس کی زیارت کرتی ہے۔ جب وہ اندر آیا تو اس نے دیکھا کہ ماں نے اپنے بال کھول کر قبر پر بچھا دیے ہیں اور رو رہی ہے۔ وہ اسی حالت میں تھی کہ عزیز آ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ جونہی ماں کی نظر اس پر پڑی تو وہ مارے خوشی کے غش کھا کر گر پڑی۔ عزیز نے اس کے منہ پر پانی چھڑکا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے اٹھ کر عزیز کو سینے سے لگا لیا اور وہ اسے لپٹ گئی اور وہ اسے لپٹ گیا اور اس نے اسے سلام کیا اور اس نے اسے سلام کیا اور ماں نے اس کے غائب رہنے کا سبب پوچھا۔ اور اس نے شروع سے لے کر آخر تک سارا قصہ بیان کر دیا اور اس سے کہا کہ تاج الملوک نے سو بوجھے کپڑوں اور دوسرے مال کے میرے ساتھ کر دیے ہیں۔ ماں کو اس پر بڑی خوشی ہوئی۔ اب عزیز اپنے شہر میں اپنی ماں کے پاس رہنے لگا اور بدذات ولیلہ کی بیٹی کی حرکت پر روتا تھا۔ یہ تو عزیز کی سرگزشت ہوئی۔ اب تاج الملوک کا حال سنئے۔ بادشاہ شہرمان نے اپنی بیٹی کے لیے سفر کی تیاری کرنی شروع کر دی تاکہ وہ اپنے شوہر اور سر کے ساتھ روانہ ہو جائے اور سارے براتیوں کے لیے توشہ اور تحفے تحائف ساتھ کر دیے اور وہ لوگ روانہ ہو گئے اور بادشاہ شہرمان تین دن تک ان کے ہمراہ رہا تاکہ ان کی مشایعت کرے۔ اس کے بعد بادشاہ سلیمان شاہ نے اسے قسم دی کہ لوٹ جائے اور وہ لوٹ گیا۔ ادھر تاج الملوک اور اس کا باپ اور اس کی بیوی اور سارا لشکر دن رات کوچ کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے شہر کے قریب پہنچے۔ لوگوں کو ان کے آنے کی خبر مل چکی تھی اور انہوں نے شہر کو آراستہ کر رکھا تھا۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت

ملی تھی۔

○ ○ ○

• ایک سو سینتیس ویں رات

جب ایک سو سینتیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ -----
 جب سلیمان شاہ اپنے شہر کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھا کہ لوگوں نے شہر کو سجا رکھا
 ہے۔ شہر کے اندر پہنچ کر بادشاہ کرسی پر بیٹھا اور اس کا بیٹا تاج الملوک اس کے
 پہلو میں اور اس نے داد و دہش شروع کر دی۔ اور قیدیوں کو آزاد کیا۔ اس کے بعد
 اس نے اپنے بیٹے کی خاطر ایک اور ولیمے کی دعوت کی جس میں دونیاں اور ایک
 مینے تک برابر گاتی بجاتی رہیں اور سنگار کرنے والیاں شہزادی دینا کی منہ دکھائی کی رسم
 ادا کرتی رہیں اور نہ وہ منہ دکھائی سے تھکتی تھی اور نہ وہ لوگ اسے دیکھنے سے سیر
 ہوتے تھے۔ جب تاج الملوک اپنے والدین سے ملاقات کر چکا تو وہ اپنی بیوی کے پاس
 آیا اور مرتے دم تک وہ عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتے رہے۔

اب ضوء المکان نے وزیر دندان سے کہا کہ تو واقعی اس قابل ہے کہ غمگین دل کو
 شاد کر سکے اور بادشاہوں کا ندیم بن سکے اور انہیں سیاست میں ٹھیک راستہ بتائے۔ اسی
 اثناء میں وہ قسطنطنیہ کا محاصرہ بھی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ چار سال گزر گئے اور
 انہیں وطن کی یاد ستانے لگی اور لشکری شکایت کرنے لگے۔ کیونکہ وہ جاگتے جاگتے اور
 محاصرہ کرتے کرتے اور دن رات لڑتے لڑتے تنگ آ گئے تھے۔ ضوء المکان نے بہران
 اور رستم اور ترکاش کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ ہم اتنے سال یہاں ٹھہرے ہیں
 لیکن ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوا بلکہ تکالیف زیادہ ہو گئیں۔

ہم بادشاہ عمر بن النعمان کا بدلہ لینے آئے تھے لیکن اپنے بھائی شرکان کو بھی کھو بیٹھے
 اور بجائے ایک حسرت کے دو حسرتیں اور بجائے ایک مصیبت کے دو مصیبتیں ہو گئیں۔
 اور ان سب کا سبب ذات الدواہی ہے کیونکہ اسی نے بادشاہ کو اس کے ملک کے اندر
 آ کر قتل کیا اور اس کی بیوی صفیہ کو لے گئی۔ اس پر بھی اس نے بس نہ کیا بلکہ

ہمیں فریب دے کر میرے بھائی کو ذبح کیا اور میں نے قسم کھائی اور حلف اٹھایا کہ میں بدلہ لے کر چھوڑوں گا۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ ان باتوں کو اچھی طرح سے سمجھ کر جواب دو۔ یہ سن کر انہوں نے سر نیچا کر لیا اور کہا کہ رائے دینا وزیر دندان کا کام ہے۔ اس پر وزیر دندان اٹھ کر بادشاہ ضوء المکان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جہاں پناہ، سن، اب یہاں زیادہ ٹھہرنے میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے وطن واپس جائیں اور وہاں کچھ مدت ٹھہر کر پھر واپس آئیں اور بت پرستوں پر جہاد کریں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ رائے بہت مناسب ہے کیونکہ سب لوگ اپنے اہل و عیال سے ملنے کی آرزو میں ہیں اور مجھے بھی اپنے بیٹے کان ماکان اور اپنی بھتیجی قضی فکان کے دیکھنے کی تمنا ہے کیونکہ وہ دمشق میں ہے اور نہ معلوم اس کا کیا حال ہو گا۔ جب لشکر والوں نے یہ خبر سنی تو وہ خوش ہو گئے اور وزیر دندان کو دعائیں دینے لگے۔

اب بادشاہ ضوء المکان نے یہ ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ تین دن کے بعد کوچ ہے اور لوگ سفر کی تیاری کرنے لگے اور چوتھے روز طبل بجنے لگے اور جھنڈے کھل گئے اور وزیر دندان لشکر کے مقدمے میں آیا اور بادشاہ قلب میں اور بڑا حاجب اس کے پہلو میں ہو لیا اور لشکر روانہ ہو گیا۔ دن رات کوچ کرتے کرتے وہ بغداد پہنچے۔ لوگ انہیں دیکھ کر خوش ہو گئے اور ان کا رنج و الم جاتا رہا اور مقیم، مسافروں سے ملے اور ہر سردار اپنے گھر گیا اور بادشاہ اپنے محل میں جا کر اپنے بیٹے کان ماکان سے ملا۔ اس وقت اس کی عمر سات سال کی ہو چکی تھی اور وہ سواری اور جنگ کے فن سیکھ رہا تھا۔ جب بادشاہ سے سفر کی تکان دور ہو چکی تو وہ اپنے بیٹے کے ساتھ حمام گیا اور وہاں سے نکل کر حکومت کی کرسی پر جلوہ افروز ہوا اور وزیر دندان اس کے سامنے کھڑا ہوا اور حکومت کے حکام اور امراء اس کی خدمت میں کمر بستہ ہوئے۔ اب ضوء المکان نے اپنے دوست بھٹی والے کو بلایا جس نے پردیس میں اس کے ساتھ بھلائی کی تھی۔ جب وہ بادشاہ کے سامنے آیا تو بادشاہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور اسے اپنے پاس بٹھایا۔

بادشاہ وزیر سے کہہ چکا کہ اس نے اس کے ساتھ کیا کیا بھلائیاں کی ہیں اس لیے وزیر اور تمام امراء نے اس کی تعظیم کی۔ کھانے پینے اور آرام کرنے کی وجہ سے بھٹی والا بہت موٹا تانہ ہو گیا تھا حتیٰ کہ اس کی گردن ہاتھی کی سی اور پیٹ وریفیل کا سا ہو گیا تھا۔ علاوہ بریں وہ خط الحواس ہو گیا تھا کیونکہ وہ اپنے مکان سے کبھی باہر نہ نکلتا تھا۔ اس لیے اس نے پہلے بادشاہ کو پہچانا ہی نہیں لیکن بادشاہ اس کی طرف بڑھ کر مسکرایا اور اسے بہترین طریقے سے سلام کیا اور کہنے لگا کہ تو مجھے کتنی جلد بھول گیا! اب بھٹی والے کو ہوش آیا اور اس نے غور سے دیکھا اور پہچانا اور کود کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے میرے پیارے، تجھے کس نے بادشاہ بنا دیا ہے؟ اس پر بادشاہ ہنس پڑا اور وزیر نے اس کے پاس جا کر سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ وہ تیرا بھائی اور دوست تھا اور ایک زمانہ یہ ہے کہ وہ دنیا کا بادشاہ ہے۔ اب وہ ضرور تیرے ساتھ بھلائی کرے گا۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جب وہ کہے کہ کچھ مانگ تو کوئی چیز مانگو کیونکہ وہ تجھے بہت چاہتا ہے۔ بھٹی والے نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں اس سے کوئی چیز مانگوں اور وہ نہ دے یا نہ دے سکے۔ وزیر نے کہا کہ جو کچھ تو اس سے مانگے گا وہ تجھے دے گا، اس میں تیرا کیا بگڑتا ہے! اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم، میں اس سے وہ چیز مانگوں گا جو میرے دل میں ہے اور جو میں ہر روز خواب میں دیکھتا ہوں اور جس کے بارے میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے عطا کرے۔ وزیر نے کہا کہ اطمینان رکھ کیونکہ اگر تو اس کے بھائی کی جگہ دمشق کا والی بھی بننا چاہے گا تو وہ تیری درخواست رد نہ کرے گا اور تجھے دمشق کا والی بنا دے گا۔

اب بھٹی والا سرودھ کھڑا ہو گیا۔ ضوع المکان نے اشارے سے کہا کہ بیٹھ جا لیکن وہ نہ مانا اور کہنے لگا کہ معاذ اللہ، اب وہ دن چلے گئے۔ جب میں تیرے سامنے بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں، وہ بھی تک باقی ہیں کیونکہ تو ہی میری زندگی کا باعث ہے۔ خدا کی قسم، جو کچھ تو مجھ سے مانگے گا، میں تجھے دوں گا۔ لیکن پہلے خدا سے مانگ

اور پھر مجھ سے۔ اس نے کہا کہ اے میرے آقا، مجھے ڈر لگتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ڈر مت۔ اس نے کہا کہ مجھے اس بات کا ڈر لگتا ہے کہ میں تجھ سے کچھ مانگوں اور تو نہ دے۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ ایسی کون سی چیز ہو سکتی ہے اور ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ اگر تو میرا آدھا ملک بھی مانگے تو میں تجھے اپنا شریک بنانے کے لیے تیار ہوں۔ لہذا مانگ اور زیادہ باتیں مت بنا۔ بھٹی والے نے کہا کہ مجھے ڈر لگتا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ڈر مت۔ اس نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میں کوئی چیز مانگوں اور تو نہ دے سکے۔ اس پر بادشاہ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا کہ مانگ جو تیرے دل میں ہے۔ اس نے کہا کہ میں پہلے تو خدا سے اور پھر تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے ایک پروانہ دے دے کہ میں بیت المقدس کے تمام بھٹی والوں کا سردار بنایا گیا۔ اس پر بادشاہ اور تمام حاضرین ہنس پڑے اور بادشاہ نے کہا کہ اور کچھ مانگ۔ اس نے کہا کہ اے میرے آقا، میں نے کہا نہ تھا کہ میں تجھ سے کوئی چیز مانگوں اور تو نہ دے یا نہ دے سکے۔ اس پر وزیر نے دوبارہ ٹھوکر ماری اور پھر سہ بارہ اور وہ ہر بار کہتا کہ میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ..... اور بادشاہ کہتا کہ جلد مانگ۔ اب اس نے کہا کہ میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے بیت المقدس یا دمشق کے خاکروہوں کا چودھری بنا دے۔ اس پر حاضرین ہنستے ہنستے لوٹ گئے اور وزیر نے پھر اسے ٹھوکر لگائی مگر اس نے وزیر سے کہا کہ تو مجھے مارنے والا کون ہوتا ہے، آخر میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ تجھی نے تو مجھ سے کہا تھا کہ کوئی بڑی چیز مانگ۔ اچھا تو مجھے وطن جانے دو۔ بادشاہ نے سمجھا کہ وہ مذاق کرتا ہے۔

تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد بادشاہ نے اس سے کہا کہ اے میرے بھائی، مجھ سے کوئی ایسی بڑی چیز مانگ جو تیری شان کے شایاں ہو۔ اس نے کہا کہ جہاں پناہ، میں پہلے خدا سے اور پھر بادشاہ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو اپنے بھائی کی جگہ مجھے دمشق کا والی بنا دے۔ بادشاہ نے کہا کہ خدا نے یہ تجھے عطا کیا اور اس نے بادشاہ کے آگے زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے لیے ایک کرسی لاؤ جو اس کے عہدے کے قابل ہو اور اسے نوابی کی خلعت عطا کی اور اس کے لیے ایک پروانہ لکھ کر اس

پر مہر لگا دی۔ اور وزیر سے کہا کہ سوائے تیرے اور کوئی اس کے ساتھ جانے کے قابل نہیں ہے، اور جب تو لوٹو تو اپنے ساتھ میری بھتیجی قضی فکان کو لیتے آؤ۔ وزیر نے کہا کہ بسر و چشم اور وہ اسے لے کر چلا گیا اور سفر کی تیاری کرنے لگا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بھٹی والے کے لیے خادم اور جلوس اور ایک نیا تخت اور شاہی ساز و سامان عطا کیا جائے اور اس نے امرا سے کہا کہ جس کو میں عزیز ہوں وہ اس کا احترام کرے اور اسے بڑے بڑے ہدیے دیے۔ اس پر تمام امراء نے اپنی اپنی ہمت کے موافق ہدیے پیش کیے۔ بادشاہ نے اس کا نام سلطان زبل خاں رکھا اور اس کو مجاہد کا لقب دیا۔

یہ تو سلطان زبل خاں کا ماجرا ہوا۔ اب وزیر دندان کا حال سنئے۔ وہ قضی فکان کے ساتھ منزلیں طے کرتا چلا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ ایک مہینے کے بعد رجبہ پہنچا اور وہاں سے روانہ ہو کر بغداد آیا اور اپنے آنے کی خبر ضوء المکان کو بھیجی۔ بادشاہ سوار ہو کر اس کی ملاقات کے لیے نکلا۔ جب وزیر نے اسے دیکھا تو چاہتا تھا کہ گھوڑے سے اتر پڑے مگر ضوء المکان نے اسے قسم دی کہ ایسا مت کر اور اپنے گھوڑے کو ایڑ دے کر اس کے پاس پہنچا اور اس سے زبل خاں مجاہد کی حالت دریافت کی۔ وزیر نے کہا کہ وہ بخیریت ہے اور تیری بھتیجی قضی فکان آگئی ہے۔ اس پر وہ بہت خوش ہوا اور اس سے کہا کہ تین دن تک سستا، اس کے بعد میرے پاس آؤ۔ اس نے جواب دیا کہ بسر و چشم۔ یہ کہہ کر وزیر اپنے مکان روانہ ہو گیا اور بادشاہ اپنے محل میں داخل ہو کر اپنی بھتیجی قضی فکان کے پاس گیا۔ اس کی عمر آٹھ سال کی ہو چکی تھی۔ جب بادشاہ نے اسے دیکھا تو وہ خوش ہو گیا اور اس کے باپ پر افسوس کرنے لگا اور اس کے لیے کپڑے بنوائے اور اسے قیمتی زیور اور جواہرات عطا کیے اور حکم دیا کہ وہ اس کے بیٹے کان ماکان کے ساتھ ایک ہی محل میں قیام کرے۔

جب دونوں بڑھ کر جوان ہوئے تو دنیا بھر میں ان سے زیادہ ذکی اور بہادر کوئی نہ تھا۔ فرق یہ تھا کہ قضی فکان بڑی مدبرہ اور دانش مند اور دور اندیش تھی اور کان ماکان

بڑا کریم اور سخی تھا اور آئندہ کی فکر نہ کرتا تھا۔ اب دونوں بڑے ہو کر دس سال کے ہوئے اور قضی فکان گھوڑے کی سواری کرتی اور اپنے چچیرے بھائی کے ساتھ جنگل میں جاتی اور اسے لے کر بہت دور نکل جاتی اور دونوں شمشیر زنی اور نیزہ بازی سیکھتے یہاں تک کہ باہ برس کے ہو گئے۔ اس اثناء میں بادشاہ جہاد کی تیاری کر چکا اور ہتھیار وغیرہ مہیا کر لیے اور وزیر دندان کو بلا کر کہا کہ سن، میرا ایک ارادہ ہو رہا ہے اور میں تجھے اس سے مطلع کرنا چاہتا ہوں۔ لہذا جلد جواب دیجیو۔ وزیر دندان نے کہا کہ وہ کیا؟ بادشاہ نے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے بیٹے کان ماکان کو بادشاہ بنا دوں اور اپنی زندگی ہی میں اس پر اپنا دل خوش کروں اور اس کے سامنے لڑ کر شہید ہو جاؤں۔ تیری اس میں کیا رائے ہے؟ وزیر دندان نے بادشاہ ضوء المکان کے آگے زمین کو بوسہ دیا اور اس سے کہنے لگا کہ اے بادشاہ اور سلطان اور دنیا کے مالک، تیرا ارادہ بہت عمدہ ہے لیکن ابھی اس کا وقت نہیں اور اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ تیرا بیٹا کان ماکان ابھی کم عمر ہے اور دوسری یہ کہ دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی بادشاہ اپنے جیتے جی اپنے بیٹے کو تخت پر بٹھا دیتا ہے، تو وہ پھر جلد ہی مر جاتا ہے۔ بس تیرے سوال کا یہی جواب ہے۔ بادشاہ نے کہا میں اسے بڑے حاجب کے سپرد کر دوں گا کیونکہ اب وہ ہمارا گوشت و پوست ہے اور چونکہ اس نے میری بہن کے ساتھ شادی کی ہے اس لیے وہ میرے بھائی کی طرح ہے۔ وزیر نے کہا کہ جو تیری مرضی ہو کر، کیونکہ ہم سب تیرے فرمانبردار ہیں۔ اب بادشاہ نے بڑے حاجب کو اپنے پاس بلوایا اور دیگر امرا کو بھی طلب کیا اور ان سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میرا بیٹا کان ماکان اپنے زمانے کا شہسوار ہے اور شمشیر زنی اور تیر اندازی میں اس کا نظیر نہیں۔ میں اسے تمہارا بادشاہ بناتا ہوں اور اس کے چچا بڑے حاجب کو اس کا سرپرست۔ حاجب نے کہا کہ جہاں پناہ، میں تیرا لگایا ہوا پودا ہوں۔ ضوء المکان نے کہا کہ اے حاجب، میرا بیٹا کان ماکان اور میری بھتیجی قضی فکان چچا زاد بھائی بہن ہیں اور میں دونوں کی شادی آپس میں کر دینا چاہتا ہوں۔ تم لوگ اس پر گواہ ہو۔ اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے کو اتنا مال عطا کیا کہ اس کے بیان سے زبان عاجز ہے۔

اب وہ اپنی بہن زہت الزماں کے پاس گیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے خوش ہو کر کہا کہ وہ دونوں میرے بچے ہیں، خدا انہیں زندہ رکھے اور تیرا سایہ ابد الابد تک ان کے سر پر رہے! بادشاہ نے کہا کہ جو کچھ ارمان میرے دل میں تھے، ان کو میں نکال چکا ہوں اور اپنے بیٹے پر مجھے اعتماد ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ تو اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے اور اس کی ماں کی بھی خبر گیری کرے۔ اسی طرح وہ دن رات حجب اور زہت الزماں کو اپنے بیٹے اور بھتیجی اور بیوی کے متعلق وصیت کرتا تھا کیونکہ اسے موت کا یقین ہو چکا تھا اور وہ نکلنے پر سر رکھے پڑا رہتا تھا اور حجب رعایا اور ملک پر فرمانروائی کرتا تھا۔ ایک سال کے بعد اس نے اپنے بیٹے کان ماکن کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ بیٹا، میرے بعد یہ وزیر تیرا باپ ہے کیونکہ اب میں اس فانی دنیا سے ہمیشگی کے گھر آخرت کی طرف جا رہا ہوں۔ دنیا میں میری ساری حسرتیں نکل چکی ہیں سوائے ایک کہ جس کے متعلق مجھے امید ہے کہ خدا تیرے ہاتھوں پورا کرے گا۔ بیٹے نے کہا کہ ابا جان، وہ کون سی حسرت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بیٹا، یہ کہ میں مر گیا اور اس بڑھیا سے جس کا نام ذات الدواہی ہے، تیرے دادا عمر بن النعمان اور تیرے چچا شرکان کا بدلہ نہ نکال سکا۔ اگر خدا تیری مدد کرے تو اس بدلے کو لینے سے غافل مت ہو جیو اور کفار کا یہ دھبہ دھو ڈالو اور اس بڑھیا کے مکر سے بچ کر ہیو اور جو کچھ وزیر دندان کے اس پر عمل کیجیو کیونکہ وہ قدیم زمانے سے ہمارے ملک کی پشت و پناہ ہے۔ بیٹے نے یہ ساری باتیں منظور کر لیں اور بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اب اس کا مرض بڑھتا جاتا تھا اور حکومت کا دارومدار اس کے بہنوئی حجب پر تھا۔ حجب بڑا آدمی ہو گیا تھا، وہی حاکم تھا اور وہی اوامر و نواہی جاری کرتا تھا۔ اس حالت میں ایک سال گزر گیا اور ضوء المکان اپنی بیماری سے فراغت نہ پاتا تھا۔ اور وہ اسے گھلائے ڈالتی تھی یہاں تک کہ چار سال گزر گئے اور بڑا حجب حکومت کرتا رہا اور رعایا اور امراء سب اس سے خوش تھے اور سارا ملک اس کے لیے دعا کرتا تھا۔

ادھر تو ضوء المکان اور حاجب اس حالت میں تھے اور ادھر شہزادہ کان ماکان کو سوائے گھوڑے کی سواری اور نیزہ بازی اور تیر اندازی کے اور کوئی کام نہ تھا اور یہی اس کی چھیری بہن قضی فکان کا حال تھا۔ وہ دونوں تڑکا ہوتے ہی باہر نکل جاتے اور رات کو واپس آ کر وہ اپنی ماں کے پاس جاتی اور وہ اپنی ماں کے پاس جاتا اور دیکھتا کہ وہ باپ کے سرہانے بیٹھی رو رہی ہے اور ساری رات صبح تک اس کی خدمت کرتا۔ اس کے بعد ہر روز کی طرح وہ اور اس کی چھیری بہن باہر نکل جاتے۔ ضوء المکان کی بیماری بڑھتی جاتی تھی اور وہ رویا کرتا تھا۔ ایک بار وہ تکتے پر سر رکھ کر سو گیا اور خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہہ رہا ہے کہ خوش ہو کیونکہ تیرا بیٹا ملک کو انصاف سے معمور کر کے اس پر حکومت کرے گا اور ساری مخلوق اس کی اطاعت کرے گی۔ اس خوش خبری کو سن کر وہ مارے خوشی کے جاگ پڑا اور اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ بغداد والوں کو اس کی موت پر بڑا صدمہ پہنچا اور ہر چھوٹا بڑا اس پر نوحہ کرتا تھا۔ جب اسے مرے ایک زمانہ گزر گیا تو جیسے کہ وہ کبھی تھا ہی نہیں۔ اور کان ماکان کی حالت بدل گئی اور بغداد والوں نے اسے معزول کر دیا اور اسے اور اس کے لوگوں کو علیحدہ جگہ رکھا۔ جب اس کی ماں نے یہ حالت دیکھی تو اس کی حالت ابتر ہو گئی اور وہ کہنے لگی کہ سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ میں خدا سے لطف و عنایت کی طالب ہو کر بڑے حاجب کے پاس جاؤں اور وہ اپنے گھر سے نکل کر حاجب کے پاس آئی جو اب بادشاہ ہو گیا تھا اور یہ دیکھ کر کہ وہ اپنے فرش پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کی بیوی نہت الزماں کے پاس گئی اور بلک بلک کر رونے لگی اور کہا کہ مرے کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ خدا تمہیں ابدالاباد تک محتاج نہ کرے! اور تم خاص و عام پر عدل و انصاف سے حکومت کرتے رہو! جو حکومت اور عزت اور جاہ و جلال اور عیش کی زندگی ہماری تھی اسے تم نے کانوں سے سنا اور آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اب زمانہ ہم سے پھر گیا ہے اور دنیا نے ہمارے ساتھ خیانت کی ہے اور ہم پر ظلم کر رہا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ لوگ ہمارے پاس بھلائی کی تمنا

میں آتے تھے اور آج میں تیرے پاس احسان کی خواہش مند ہو کر آئی ہوں کیونکہ جب مرد مر جاتا ہے تو اس کی بیوی بیٹیاں ذلیل و خوار ہو جاتی ہیں۔

جب زہت الزماں نے یہ باتیں سنیں تو اسے اپنے بھائی ضوع المکان اور اس کے بیٹے کان ماکان کی یاد آگئی اور اس نے اسے اپنے قریب بٹھا کر کہا کہ سچ ہے کہ آج میں امیر ہوں اور تو غریب، مگر خدا کی قسم میں نے تیرے مزاج پر سی اس وجہ سے نہیں کی کہ کہیں تیرا دل نہ ٹوٹ جائے اور تو نہ خیال کرے کہ جو کچھ ہم تجھے دیں وہ خیرات ہے کیونکہ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب تیری اور تیرے شوہر کی بدولت ہے۔

لہذا میرا گھر تیرا گھر ہے اور میرا محل تیرا محل اور میری بھلائی برائی اور تیری بھلائی برائی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اس کو ایک نفیس خلعت عطا کی اور محل میں اپنے کمرے سے ملا ہوا دوسرا کمرہ اس کے لیے مخصوص کر دیا اور وہ اس کا بیٹا کان ماکان مزے کی زندگی بسر کرنے لگے اور اس نے کان ماکان کو شاہانہ لباس پہننے کے لیے دیا اور ان دونوں کی خدمت کے لیے کنیریں مقرر کر دیں۔ کچھ زمانے کے بعد زہت الزماں نے اپنے بھائی ضوع المکان کی بیوی کا حال اپنے شوہر سے بیان کیا۔ یہ سن کر اس کے آنسو ڈبڈبا آئے اور وہ کہنے لگا کہ اگر تو دیکھنا چاہتی ہے کہ تیرے بعد دنیا کا کیا حال ہو گا تو دیکھ لے کہ اوروں کے بعد دنیا کا کیا حال ہے۔ لہذا اس کے ساتھ اچھا سلوک کر۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو اڑتیسویں رات

جب ایک سو اڑتیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب
 نہت الزماں نے حاجب سے کہا کہ اس کی بھانج کا کیا حال ہے تو اس نے جواب
 دیا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کر اور اس کی غربت کو دور کر۔
 یہ تو نہت الزماں اور اس کے شوہر اور ضواء المکان کی بیوی کا قصہ ہوا۔ اب کان ماکان
 اور اس کی چچیری بہن قضی فکان کا ماجرا سنئے۔ وہ جوان ہوئے اور بلند بالا اور ایسا معلوم
 ہوتا تھا کہ وہ دو پھلوں سے لدی ہوئی شاخیں ہیں یا چودھویں رات کے چاند۔ اب ان
 کی عمر پندرہ سال ہو گئی۔ قضی فکان پردہ نشین لڑکیوں میں سب سے زیادہ خوبصورت
 تھی۔ اس کا چہرہ حسین تھا اور رخسار چکنے چکنے اور کمر پتلی اور کولہ بھاری اور قد چھریرا
 اور ہونٹ پرانی شراب سے زیادہ لذیذ اور لعاب جیسے حوض کوثر کا پانی۔ خدا نے اس
 میں ساری خوبیاں جمع کر دی تھیں۔ اس کے قد کے آگے شاخیں شرماتیں اور گلاب
 کا پھول اس کے رخساروں سے پناہ مانگتا اور اس کا لعاب پرانی شراب پر طعنہ زنی کرتا
 اور اسے دیکھ کر دل اور آنکھیں خوش ہوتیں اور کان ماکان کا حسن بھی لاجواب تھا
 اور اسے ہر چیز میں کمال تھا۔ حسن اور خوبیوں میں وہ بے نظیر تھا۔ شجاعت اس کی
 پیشانی سے ظاہر تھی اور وہ اس پر گواہی دیتی تھی اور کبھی اس کے خلاف گواہی نہ دیتی۔
 سخت دل اس کی طرف مائل ہو جاتے۔ اس کی آنکھیں کالی کالی اور سارے اعضا مکمل
 اور وہ سبزہ آغاز تھا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ قضی فکان اپنی کینروں کو لے کر کسی رشتے دار کے ہاں عید
 منانے گئی ہوئی تھی اور وہ سرتاپا حسن تھی اور اس کے خد و خال پر رشک آ رہا تھا
 اور اس کے لبوں سے بابونہ مسکرا رہا تھا اور وہ چمکتے ہوئے چاند کی طرح تھی اور کان
 ماکان اپنا دل مضبوط کر کے اس کے حسن اور فراق کے اشعار گانے لگا۔ جب قضی

فکان نے سنا تو اس کے چہرے سے غصہ اور ملامت ظاہر ہونے لگی اور اس نے تیوری چڑھا کر ناراضگی کے لہجے میں کان ماکان سے کہا کہ تو اپنے اشعار میں میرا ذکر کرتا ہے تاکہ اپنے خاندان میں میری فضیلت کرائے۔ اگر تو اس سے باز نہ آیا تو میں تیری شکایت بڑے حاجب سے کر دوں گی جو خراسان اور بغداد کا بادشاہ اور عدل و انصاف کا حامی ہے اور وہ تجھے ذلیل و خوار کرے گا۔ کان ماکان چپ ہو گیا اور غصے میں آ کر وہ بغداد چلا گیا۔ اس کے بعد قضی فکان نے اپنے محل میں جا کر اپنے چچیرے بھائی کی شکایت اپنی ماں سے کی۔ ماں نے جواب دیا کہ بیٹی، اس کا مطلب تیری برائی کرنا نہ ہو گا۔ وہ بھی تو آخر یتیم ہے لیکن باوجود ان تمام باتوں کے اس کی زبان سے کبھی تیری برائی نہیں نکلی۔ خبردار، اس کا ذکر کسی اور سے نہ کریو۔ اگر بادشاہ تک یہ خبر پہنچ گئی تو اس کی زندگی ختم ہو جائے گی اور یاد مٹ جائے گی اور وہ کل کی طرح ہو جائے گا جسے اب کوئی یاد نہیں کرتا۔

باوجود ان تمام باتوں کے کان ماکان کی محبت قضی فکان کے ساتھ سارے بغداد میں مشہور تھی، حتیٰ کہ ہر عورت کی زبان پر اس کا ذکر تھا۔ بالآخر کان ماکان دل تنگ ہو گیا اور اس میں صبر کی طاقت نہ رہی اور اس کی سمجھ میں یہ نہ آتا تھا کہ کیا کیا جائے اور وہ لوگوں سے اپنا حال چھپانا نہ چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ جو تکلیفیں فراق کی وہ اٹھا رہا ہے، دل کھول کر کہہ ڈالے لیکن وہ قضی فکان کے عتاب سے ڈرتا تھا۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو انتالیس ویں رات

جب ایک سو انتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ جب بڑا حاجب بادشاہ ----- ہو گیا تو لوگوں نے اس کا نام ساسان بادشاہ رکھا اور تخت نشین ہو کر رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگا۔ ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس کان مکان کے اشعار پہنچے تو اسے گزشتہ حالت پر ندامت ہوئی اور اس نے اپنی بیوی نزہت الزماں کے پاس جا کر کہا کہ آگ اور پھونس کو یکجا جمع کرنا بڑے اندیشے کی بات ہے اور جب تک آنکھوں میں بینائی اور پلکوں میں جنبش باقی ہو اس وقت تک مرد کا اعتبار عورت کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔ تیرا بھتیجا اب بالغ ہو چکا ہے لہذا اسے پانزیب پہننے والیوں کے پاس جانے سے تجھے روکنا چاہیے اور اپنی بیٹی کو مردوں کے پاس جانے سے روکنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ اس جیسی لڑکی کو اب پردہ نشین ہونا چاہیے۔ اس نے جواب دیا کہ اے عقلمند بادشاہ، تو سچ کہتا ہے۔ دوسرے دن جب کان مکان عادت کے موافق اپنی پھوپھی نزہت الزماں کے پاس آیا تو اس نے اسے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ بیٹا، میں تجھ سے ایک بات کہتی ہوں اگرچہ میرا جی تو نہیں چاہتا کہ کہوں۔ کان مکان نے کہا کہ کہہ۔ اس نے کہا کہ قضی فکان کے باپ حاجب نے جو تیرا سرپرست ہے تیرے اشعار اس کے متعلق سنے ہیں اور حکم دیا ہے کہ وہ تجھ سے پردہ کرے۔ اس لیے بیٹا، اگر تجھے کوئی ضرورت ہو تو دروازے کے پیچھے سے تجھے دے دیا کروں گی۔ تو اس کے سامنے مت آئیو اور آج کے بعد اس مکان میں داخل نہ ہو جیو۔

جب اس نے پھوپھی کی یہ باتیں سنی تو کچھ جواب نہ دیا بلکہ وہاں سے نکل کر ماں کے پاس گیا اور وہ سب باتیں کہیں جو اس کی پھوپھی نے کہی تھیں۔ ماں نے جواب دیا کہ یہ باتیں تیری ہی فضول گوئی سے پیدا ہوئی ہیں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ

قضی فکان کے ساتھ تیری محبت کا چرچا ہر جگہ ہو رہا ہے۔ تو ان کا نمک کھاتا اور ان کی بیٹی کے ساتھ عشق کرتا ہے! اس نے جواب دیا کہ میرے علاوہ اور کون اسے لے سکتا ہے۔ وہ میری چچیری بہن ہے اور سب سے زیادہ میں اس کا مستحق ہوں۔

اس کی ماں نے کہا کہ یہ باتیں جانے دے اور چپ ہو۔ اگر اس کی خبر ساسن بادشاہ کو پہنچ گئی تو ہمیشہ کے لیے تو اس سے جدا ہو جائے گا اور تجھے تکلیف پہنچے گی اور تو تباہ ہو جائے گا اور آج رات سے ہمارا کھانا بند کر دیں گے اور ہم بھوک سے مر جائیں گے۔ اگر ہم کسی اور شہر میں ہوتے تو بھوک کی تکلیف اور بھیک کی ذلت سے کب کے مر چکے ہوتے۔ جب کان ماکن نے اپنی ماں کو یہ کہتے سنا تو اس کا رنج اور زیادہ ہو گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے اپنی ماں سے کہا کہ اب میرا رہنا اپنی چچی کے پاس یا ان لوگوں کے پاس ناممکن ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ محل سے نکل جاؤں اور شہر کے کنارے جا کر ٹھہروں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی ماں کے ساتھ محل سے روانہ ہو گیا اور جا کر غریب لوگوں کے پڑوس میں رہنے لگا مگر اس کی ماں ساسن کے محل میں اپنے اور اپنے بیٹے کے لیے کھانا پینا لینے جایا کرتی تھی۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ قضی فکان کان ماکن کی ماں سے تنہائی میں ملی اور اس سے کہنے لگی کہ چچی جان تیرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بیٹی وہ ہمیشہ روتا اور غمگین رہتا ہے اور تیری محبت میں گرفتار ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اسے چند اشعار سنائے جو کان ماکن نے کہے تھے۔ یہ سن کر قضی فکان رو پڑی اور کہنے لگی کہ واللہ میں نے نہ اس کے اشعار کی وجہ سے اسے ڈانٹا تھا اور نہ ناراضگی کی وجہ سے بلکہ اس خوف سے کہ کہیں دشمنوں سے اسے آزار نہ پہنچ جائے۔ جتنا وہ مجھے چاہتا ہے اس سے کئی گنا زیادہ میں اسے چاہتی ہوں مگر میں اپنی محبت کا اظہار زبان سے نہیں کر سکتی۔ محض اس کی زبان کی بے لگامی اور اس کے دل کے جوش کی وجہ سے میرے باپ نے اس کے ساتھ نیکی کرنا بند کر دیا ہے اور اسے منع کر کے

محروم کر دیا ہے لیکن زمانہ ہمیشہ گردش کرتا رہتا ہے، اس لیے ہر حالت میں صبر کرنا ہے اور ممکن ہے کہ جس نے ہمیں فراق میں مبتلا کیا ہے وہ اپنی مربانی سے ہمیں ملا بھی دے۔ جب کان ماکن کی ماں نے اسے یہ کہتے سنا تو اس کی شکر گزار ہوئی اور اسے دعائیں دینے لگی اور رخصت ہو کر چلی آئی اور اپنے بیٹے کو اس سے مطلع کیا۔ اس پر اس کا شوق اور بڑھ گیا اور اس کا دل مضبوط ہو گیا اور ناامیدی دور ہو گئی اور آپیں بند ہو گئیں اور وہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم، میں سوائے اس کے اور کسی کو نہیں چاہتا۔

اب دن گزر رہے تھے اور وہ محبت کی آگ میں جل رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی عمر سترہ سال ہو گئی اور اس کا حسن نکھر آیا اور دماغ پختہ ہو گیا۔ ایک رات اسے نیند نہیں آئی اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب میں زیادہ کیوں خاموش رہوں اور عشق میں گھلتا جاؤں اور اپنے محبوب کو نہ دیکھ سکوں در آں حالیکہ مجھ میں سوائے ناداری کے اور کوئی عیب نہیں۔ خدا کی قسم، میں بستی سے نکل کر جنگلوں اور بیابانوں میں چلا جاؤں گا کیونکہ یہاں رہنا میرے لیے ایک عذاب ہے اور اس جگہ نہ میرا کوئی دوست ہے، نہ رفیق جو مجھے تسلی دے۔ اس لیے میرا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ میں پردیس جا کر اپنا دل بہلاؤں، یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے اور میں اس ذلت اور تکلیف سے چھٹکارا پاؤں۔ یہ کہہ کر کان ماکن محل سے نکل کھڑا ہوا۔ اس طرح سے کہ وہ ننگے پاؤں تھا اور ایک اٹنگی اور چھوٹی آستین کی قمیص پہنے ہوئے تھا اور سر پر ایک سات سال کی پرانی ادنی ٹوپی تھی اور ایک تین دن کی باسی روٹی اس کے پاس تھی۔ رات کے اندھیرے میں وہ نکل کھڑا ہوا اور بغداد کے باب الارج پر آ کر ٹھہر گیا۔ جب شہر کا یہ دروانہ کھلا تو پہلا شخص جو اس میں سے باہر آیا، یہی کان ماکن تھا اور وہ ناک کی سیدھ پر چل کھڑا ہوا اور دن رات بیابان کی خاک چھاننے لگا۔ اس کے جانے کے بعد جب رات ہوئی تو اس کی ماں اسے ڈھونڈنے لگی لیکن اسے کہیں نہ پایا اور

دنیا باوجود اپنی وسعت کے اس پر تنگ ہو گئی اور اسے کسی چیز میں مزہ نہ ملتا تھا۔ پہلے دن اس نے انتظار کیا اور پھر دوسرے دن اور پھر تیسرے دن، یہاں تک ہکے دس دن گزر گئے اور اسے کوئی خبر نہ ملی اور اس کا دل گھبرانے لگا اور وہ بہت روئی پٹی اور کہنے لگی کہ اے میرے بیٹے۔ اے میرے پیارے، تو نے میرے غم کو تانہ کر دیا ہے۔ کیا میرا غم کافی نہ تھا کہ تو نے وطن چھوڑ کر اسے اور دوپلا کر دیا!

تیرے جانے کے بعد نہ مجھے کھانے میں مزہ آتا ہے اور نہ سونے میں اور سوائے رونے اور غمگین رہنے کے میرا اور کوئی کام نہیں۔ اے میرے بیٹے، میں کس ملک میں جا کر تجھے پکاروں، معلوم نہیں کہ تو کس ملک میں ہے! یہ کہہ کر وہ سرد آہیں بھرنے لگی اور اس کا کھانا پینا بالکل بند ہو گیا اور رونا اور سرد آہیں بھرنا دوپلا ہو گیا۔ حتیٰ کہ وہ لوگوں کے سامنے روتی اور سب لوگ اس کے ساتھ روتے اور کہتے کہ اے ضوء المکان تیرا چشم و چراغ کہاں گیا! اور زمانے کے حوادث کی شکایت کرتے اور اپنے دل میں کہتے کہ خدا جانے کہ کان ماکان پر کیا گزری کہ وہ گھر چھوڑ کر بے گھر ہو گیا حالانکہ اس کا باپ بھوکوں کو کھانا کھلاتا اور رعیت کے ساتھ انصاف کرتا اور انہیں امن و امان سے رکھتا تھا۔ ماں کی گریہ و زاری آئے دن بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ اس کی خبر بادشاہ ساسان کو پہنچی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• پوری ایک سو چالیسویں رات

جب پوری ایک سو چالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ، بادشاہ ساسان کو کان ماکن کی خبر اپنے اراکین کے ذریعے ملی۔ انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے بادشاہ کا بیٹا اور بادشاہ عمر بن النعمان کی اولاد میں سے ہے اور ہمیں معلوم ہوا کہ وہ وطن چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ جب بادشاہ ساسان نے ان کی باتیں سنیں تو وہ بہت ناراض ہوا حتیٰ کہ ان میں سے ایک کو پھانسی پر چڑھا دینے کا حکم دیا۔ باقی اراکین پر اس کا اتنا رعب پڑا کہ ان کی زبانیں بند ہو گئیں۔

اب ساسان کو ضواء المکان کے احسانات یاد آئے اور یہ کہ اس نے کان ماکن کو اس کے سپرد کیا تھا۔ اس پر اس کا دل کڑھنے لگا اور اس نے حکم دیا کہ اسے تمام ملکوں میں ڈھونڈا جائے۔ اس کے بعد اس نے ترکاش کو بلا کر حکم دیا کہ وہ سو سواروں کو لے کر کان ماکن کی تلاش میں نکلے۔ یہ سن کر ترکاش روانہ ہو گیا اور دس دن کے بعد واپس آ کر کہا کہ نہ مجھے اس کی کوئی خبر ملی اور نہ کسی سے اس کا حال معلوم ہوا۔ بادشاہ ساسان اپنے کئے پر بہت پچھتایا اور اس کی ماں کو نہ صبر آتا تھا نہ قرار اور اس پر بڑی مصیبت سے بیس دن گزرے۔

یہ تو ان لوگوں کا حال تھا۔ اب کان ماکن کا واقعہ سنئے۔ جب وہ بغداد سے نکلا تو نہایت حیران و پریشان تھا اور اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں جائے۔ وہ تین دن تک ریگستان میں اکیلا پھرتا رہا اور نہ اسے کوئی پیادہ دکھائی دیا اور نہ سوار۔ اس پر نیند حرام ہو گئی اور بیداری نے اسے آگھیرا اور وہ اپنے خاندان اور وطن کو یاد کرنے لگا۔ وہ زمین کی سبزی کھا کر گزارہ کرتا اور دیا کا پانی پیتا۔ اور دوپہر کے وقت درختوں کی چھاؤں میں سوتا۔ اب اس نے دوسری طرف کی راہ لی اور تین دن چلنے کے بعد چوتھے دن وہ ایک ایسی جگہ پر پہنچا جہاں سبزہ زار تھا اور رنگ برنگ نباتات اگی ہوئی تھیں اور

جس کے اطراف نہایت خوشگوار تھے۔ اس خطے پر ابھی حال میں بارش ہوئی تھی اور بادل کڑکے تھے اور قمریوں نے گانے گائے تھے۔ اس لیے ہر طرف سبزہ اگا ہوا تھا اور کھیت لہلہا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر کان ماکان کو اپنے بزرگوں کا وطن بغداد یاد آ گیا اور وہ رونے لگا۔ پھر اس نے آنسو پونچھ کر کچھ سبزی کھائی اور وضو کر کے نمازیں پڑھیں جو اس مدت میں قضا ہو گئی تھیں اور سستانے کے لیے دن بھر وہاں بیٹھا رہا۔ جب رات ہوئی تو اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ آدھی رات تک سوتا رہا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے کسی شخص کو عشقیہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا اور انہیں سن کر اس کا غم تانہ ہو گیا اور آنسو نالے کی طرح اس کے رخسار پر بننے لگے اور اس کے دل میں آگ کے شعلے بھڑکنے لگے اور وہ کھڑا ہو کر دیکھنے لگا کہ وہ اشعار پڑھنے والا کہاں ہے لیکن تاریکی کی وجہ سے کوئی شخص دکھائی نہ دیا۔ اس سے اس کی محبت اور بڑھ گئی اور اس کا رنج و غم دوبالا ہو گیا اور وہ وادی کے نیچے کی طرف اتر کر دیا کے کنارے چلنے لگا لیکن پھر اسے اسی شخص کی آواز سنائی دی وہ ٹھنڈی آہیں لے رہا تھا۔

جب کان ماکان نے دوبارہ اسی شخص کی آواز سنی مگر اسے کوئی نظر نہ آیا تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ بھی کوئی عاشق ہو گا جس کو اپنی محبوبہ سے ملنے میں ناکامی ہوئی ہے اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ شخص اس قابل ہے کہ میرا ساتھی بنے اور میں اسے غربت میں اپنا دوست بناؤں۔ یہ کہہ کر اس نے اسے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ اے اندھیری رات کے راہ رو، میرے پاس آ اور اپنا قصہ مجھے سنا، ممکن ہے کہ میں تیری مصیبت میں تیری مدد کر سکوں۔ جب اس اشعار پڑھنے والے نے یہ باتیں سنیں تو اس نے بلند آواز سے کہا کہ اے میری دعا کو قبول کرنے والے اور میرا قصہ سننے والے، تو کون شہسوار ہے؟ اور تو انسان ہے یا جن؟ جلد جواب دے قبل اس کے کہ تیری موت آئے۔ میں بیس دن سے اس جنگل میں ہوں لیکن نہ آج تک میں نے کسی انسان کی صورت دیکھی اور نہ تیری آواز کے سوا کسی کی آواز سنی۔ جب

کان ماکن نے یہ باتیں سنیں تو وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس کا قصہ بھی میرے ہی قصے کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ میں بھی بیس روز سے سفر کر رہا ہوں مگر نہ میں نے کسی شخص کی صورت دیکھی ہے اور نہ کسی کی آواز سنی۔ اس کے بعد اس نے اپنے دل میں کہا کہ صبح ہونے سے پہلے اسے کوئی جواب نہ دوں گا۔ یہ کہہ کر وہ چپ ہو گیا اور اس شخص نے پھر آواز دی اور کہا کہ اے پکارنے والے، اگر تو جن ہے تو چلتا ہو والسلام اور اگر انسان ہے تو ذرا ٹھہرا رہ جب تک کہ تڑکا ہو جائے اور رات کا اندھیرا جاتا رہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا اور کان ماکن اپنی جگہ۔ اور دونوں اشعار گاتے اور آنسو بہاتے یہاں تک کہ رات کا اندھیرا جاتا رہا اور صبح کی روشنی نمودار ہوئی۔ اب کان ماکن نے دیکھا کہ وہ ایک بدو عرب ہے مگر جوان۔ اس کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں اور ایک زنگ آلود تلوار اس کی میان میں ہے اور عشق کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ آگے بڑھا اور اسے سلام کیا اور بدو نے اس کے سلام کا جواب دیا اور تعظیم کے ساتھ اس کی آؤ بھگت کی، لیکن جب بدو نے دیکھا کہ وہ کم سن ہے اور فقیرانہ حال میں ہے تو وہ حقارت سے کہنے لگا کہ اے جوان، تو کس قوم سے ہے اور کسی عربی قبیلے کی طرف منسوب ہے اور تیرا قصہ کیا ہے؟ تو رات کے وقت سفر کرتا ہے، یہ تو بہادروں کا کام ہے اور رات میں تو نے مجھ سے اس طرح باتیں کہیں جس طرح کوئی دلیر شہسوار یا شیر مرد ہی کرتا ہے۔ اس وقت تیری جان میرے قبضے میں ہے لیکن تیری کم سنی پر مجھے رحم آتا ہے، اس لیے میں تجھے اپنے ساتھ لیے لیتا ہوں تاکہ تو میری خدمت کرے۔

جب کان ماکن نے دیکھا کہ یا تو وہ ایسی عمدہ ابیات گاتا تھا اور یا اب ایسی گندی باتیں کرتا ہے تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ اسے فقیر سمجھتا ہے اور غلام بنانے کی فکر میں ہے مگر وہ اس سے نرم کلامی اور خوش بیانی سے کہنے لگا کہ اے عربوں کے سردار میری کم سنی کو جانے دے اور تو یہ بتا کہ تو راتوں کو جنگل میں سفر کرتا اور اشعار

گاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے اور وہ تو مجھے اپنا خادم بنانا چاہتا ہے تو یہ بتا کہ تو ہے کون اور ایسی باتیں کیوں کرتا ہے! اس نے کہا کہ لڑکے سن میں صباح بن صباح بن ہمام ہوں اور میرا قبیلہ شام کے عربوں سے تعلق رکھتا ہے۔ میری ایک چچیری بہن ہے جس کا نام نجمہ ہے، جو اسے دیکھتا ہے، خوش ہو جاتا ہے۔ میرا باپ مر چکا ہے اور میری تربیت میرے چچا نجمہ کے باپ کے گھر ہوئی ہے۔ جب ہم دونوں بڑے ہو گئے تو چچا نے مجھ سے اس کا پردہ کرایا اور میرا اس سے، کیونکہ اس نے دیکھا کہ میں نادار ہوں اور میری گرہ میں مال نہیں۔ اس پر عرب کے شرفا اور قبیلوں نے شیخوں کے اسے برا بھلا کا کہا اور وہ مارے شرم کے راضی ہو گیا لیکن اس شرط پر کہ میں مر میں پچاس گھوڑے اور پچاس اونٹنیاں جو دس مہینے کی گاہن ہوں اور پچاس اونٹ جن پر گیہوں یا جو وغیرہ لدے ہوں اور دس غلام اور دس کنیریں دوں۔ غرض کہ اس نے وہ چیزیں طلب کیں جو میری فاقت سے باہر ہیں کیونکہ مہر کی اتنی زیادتی کر دی۔ اب میں شام سے عراق آیا ہوں اور بیس دن میں سوائے تیرے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں بغداد جاؤں اور دیکھوں کہ وہاں کون سا بڑا اور امیر تاجر نکلتا ہے تاکہ میں اس کے پیچھے ہو لوں اور ان کا مال لوٹ لوں اور آدمیوں کو قتل کر ڈالوں اور ان کے اونٹ اور سامان لے اڑوں۔ اب بتا کہ تو کون ہے؟ کان ماکان نے جواب دیا کہ میرا قصہ بھی تجھ جیسا ہے، فرق اتنا ہے کہ میرا مرض تیرے مرض سے زیادہ مہلک ہے کیونکہ میری چچیری بہن شہزادی ہے اور جن چیزوں کا تو نے ذکر کیا ہے وہ ان کے لیے کافی نہیں اور نہ وہ کسی ایسی چیز سے راضی ہو سکتے ہیں۔ صباح نے کہا کہ یا تو تو پاگل ہے اور یا عشق کی زیادتی سے تیرے ہوش و حواس جاتے رہے ہیں۔ تیری چچیری بہن کیونکر شہزادی ہو سکتی ہے حالانکہ تجھ میں کوئی شاہانہ بات پائی نہیں جاتی بلکہ تو محض ایک فقیر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے عربوں کے سردار، میرا ظاہری حال دیکھ کہ دھوکہ مت کھا۔ جو کچھ گزر چکا ہو گزر چکا۔

اگر تو سچ مچ جاننا چاہتا ہے تو میں کان ماکان بن الملک ضوء المکان بن الملک عمر بن النعمان

ہوں جو بغداد و خراسان کا بادشاہ تھا۔ زمانے نے میرے اوپر ظلم کیا اور میرا باپ مر گیا اور بادشاہ ساسان تخت پر بیٹھا اور میں چپکے سے بغداد کو چھوڑ کر نکل بھاگا تاکہ مجھے کوئی دیکھنے نہ پائے۔ یہ ہے میرا صحیح صحیح قصہ اور مجھے بھی بیس دن ہوئے ہیں کہ میں نے سوائے تیرے کسی کو نہیں دیکھا۔ دیکھ تیرا قصہ میرے ہی قصے کی طرح ہے جو تیری آرزو ہے، وہی میری بھی ہے۔

جب صبح نے یہ باتیں سنیں تو وہ چلا اٹھا کہ اب خوشی ہی خوشی ہے اور میری مراد بر آئی۔ اب تیرے سوا اور کسی کو لوٹنے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ تو بادشاہ زادہ ہے اور فقیرانہ لباس میں ہے۔ ضرور ہے کہ تیرے لوگ تجھے ڈھونڈیں گے اور اگر تجھے کسی کے پاس پائیں گے تو بہت مال و دولت دے کر تجھے چھڑائیں گے۔ لہذا اے لڑکے، اپنی پیٹھ میری طرف پھیر اور میری آگے آگے چل۔ کان ماکان نے جواب دیا کہ اے عرب سردار، ایسا مت کر کیونکہ میرے لوگ نہ مجھے چاندی دے کر رہا کرائیں گے اور نہ سونا دے کر۔ بلکہ میرے بدلے وہ تاجے کا درہم بھی نہ دیں گے کیونکہ میں فقیر آدمی ہوں اور نہ میرے پاس تھوڑا مال ہے اور نہ بہت۔ لہذا اس خیال کو چھوڑ دے اور میری رفاقت میں عراق سے نکل چل تاکہ ہم دنیا کا سفر کریں تاکہ ہمیں مر کا سامان مہیا ہو اور ہم دونوں کو اپنی اپنی چچیری بہنوں سے بوس و کنار حاصل ہو۔ جب صبح نے یہ باتیں سنیں تو وہ طیش میں آ گیا اور غصہ و غضب سے کہنے لگا کہ اے رذیل ترین کتے تو مجھ سے سوال جواب کرتا ہے! اپنی پیٹھ پھیر ورنہ میں تجھے سخت سزا دوں گا۔ کان ماکان نے مسکرا کر کہا کہ میں کیونکر اپنی پیٹھ تیری طرف پھیروں! کیا تجھ میں انصاف نہیں۔ کیا تو اسے نہیں ڈرتا کہ مجھ جیسے آدمی کو ذلت اور توہین سے قید کر کے عربوں کو ذلیل کرے حالانکہ تجھ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ جنگ کے میدان میں بہادر ثابت ہو گا یا بزدل۔ اس پر صبح ہنسنے لگا اور کہا کہ کیسے تعجب کی بات ہے کہ چھوٹا منہ بڑا نوالہ! ایسی باتیں تو بڑے بڑے سورما کیا کرتے ہیں، اور انصاف سے تیرا کیا مطلب ہے؟ کان ماکان نے کہا کہ اگر تو مجھے قید کر کے اپنی

خدمت کرانا چاہتا ہے تو اپنے ہتھیار پھینک دے اور کپڑے اتار کر میرے پاس آ اور مجھ سے کشتی لڑ۔ جو کوئی ہم میں سے ایک دوسرے کو پچھاڑ دے گا، وہی کامیاب سمجھا جائے گا اور وہی دوسرے کو اپنا غلام بنا لے گا۔ صبح ہنسا اور کہنے لگا کہ تیری فضول گوئی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تیری موت قریب ہے۔

یہ کہہ کر وہ اٹھا اور اس نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور اپنا دامن چڑھا لیا اور کان ماکان کے پاس آیا اور دونوں زور آزمائی کرنے لگے۔ بدو نے دیکھا کہ وہ اس سے زیادہ زبردست ہے اور اتنا بھاری ہے جتنا کہ قنطار درہم کے مقابلے میں بھاری ہوتا ہے۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ جوان کے پاؤں زمین میں اس طرح جے ہوئے ہیں جیسے کہ دو تعمیر کئے ہوئے مینار یا دو گڑے ہوئے کھونٹے یا دو مضبوط پہاڑ۔ اسے اپنی کمزوری کا یقین ہو گیا اور وہ کشتی لڑنے پر شرمندہ ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ کاش کہ میں اسے اپنے ہتھیار سے قتل کر ڈالتا! اب کان ماکان نے اس پر ایک تیج گانٹھا اور اسے اتنا ہلایا کہ بدو کو یہ محسوس ہوا کہ اس کی آنتیں پھٹی جاتی ہیں اور اس نے چلا کر کہا کہ اے لڑکے، اپنا ہاتھ روک لے لیکن کان ماکان نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ اسے خوب جھنجھوڑ ڈالا اور اسے اٹھا کر دیا کی طرف لے چلا تا کہ اسے اس میں پھینک دے۔ بدو نے چلا کر کہا کہ اے پہلوان، تو کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھے اس دیا میں ڈال دوں اور وہ تجھے دجلے میں پہنچا دے اور دجلہ نر عیسیٰ میں اور نر عیسیٰ فرات میں اور فرات تجھے تیرے وطن پہنچا دے تا کہ تیری قوم تجھے دیکھے اور پہچان لے اور تیری مروت اور سچی محبت سے آگاہ ہو۔ صبح چلا کر کہنے لگا کہ اے زر خیز خطے کے سورما، میرے ساتھ برے لوگوں کا سا سلوک مت کر بلکہ اپنی چچیری بہن کے طفیل میں جو خوبصورتوں کی زیب و زینت ہے، مجھے چھوڑ دے۔ یہ سن کر کان ماکان نے اسے زمین پر اتار دیا۔ جب بدو نے اپنے آپ کو آزاد دیکھا تو وہ اپنی تلوار اور ڈھال کے پاس گیا اور انہیں اٹھا لیا اور اپنے دل میں سوچنے لگا کہ وہ کیوں نہ اسے دھوکہ دے کر اس پر حملہ

کر دے۔ کان ماکن اس کی آنکھ سے پہچان گیا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اور اس سے کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہے کہ تیرے دل میں کیا کھوٹ ہے کیونکہ تو نے تلوار اور ڈھال پر قبضہ کر لیا ہے کیونکہ کشتی میں تیرا بس نہ چلا اور تو کوئی تیج نہ کر سکا۔ اگر تو گھوڑے کی پیٹھ پر بھی ہوتا اور مجھے پر تلوار سے بھی حملہ کرتا، تب بھی تو قتل ہو چکا ہوتا۔ اب میں تجھے اختیار دیتا ہوں تاکہ تیرے دل کی ہوس نکل جائے۔ اپنی ڈھال مجھے دے دے اور مجھ پر تلوار سے حملہ کر اور دیکھ کہ تو مجھے قتل کرتا ہے یا میں تجھے۔ بدو نے کہا کہ اچھا لے، اور ڈھال اس کی طرف پھینک دی اور تلوار کھینچ کر اس پر حملہ آور ہوا۔ کان ماکن نے ڈھال کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے کر اپنے آپ کو بچانا شروع کیا۔ صبح اس پر وار کرتا جاتا اور کہتا جاتا تھا کہ بس یہ آخری وار ہے لیکن وہ خالی پڑتا اور کان ماکن اسے ڈھال پر لے لیتا اور وار بے کار جاتا مگر وہ خود وار نہ کر سکتا کیونکہ اس کے پاس وار کرنے کے لیے کوئی ہتھیار ہی نہ تھا۔ اب وار کرتے کرتے صبح کا بازو شل ہو گیا اور اس کے دشمن نے یہ تاڑ لیا اور بدو پر بڑھ کر اسے زور سے دبایا اور جھٹک کر اسے زمین پر دے پٹکا اور اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر اس کی مشکلیں اسی کی تلوار کی میان سے باندھ دیں اور کھینچ کر دیا کی طرف چلا۔ صبح چلایا اور کہنے لگا کہ اے نوجوان اور مشہور شہسوار اور میدان کے سورما، تو میرے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے کہا نہ تھا کہ میں دیا کے راستے تجھے تیری قوم اور تیرے خاندان کو بھیجنا چاہتا ہوں تاکہ وہ تجھے دیکھ کر مطمئن ہو جائیں اور تو انہیں دیکھ کر مطمئن ہو جائے اور تو اپنی چچیری بہن کے ولیمے میں بھی شریک ہو سکے۔ صبح چلانے اور رونے پٹنے لگا اور اس نے کہا کہ اے بے نظیر شہسوار، ایسا مت کر بلکہ مجھے آزاد کر کے اپنا غلام بنا لے۔ یہ کہہ کر وہ رونے اور فریاد کرنے لگا۔

کان ماکن کو اس پر ترس آ گیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے وعدہ کر اور قسم کھا کہ تو میری رفاقت بھلائی کے ساتھ کرے گا اور ہر راستے میں میرے ساتھ رہے گا۔ بدو

نے کہا کہ ہاں اور قسم کھائی اور کان ماکان نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح نے اٹھ کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دینا چاہا لیکن اس نے اسے منع کیا۔ اب بدو نے اپنی خرجی کھول کر جو کی تین نکلیں نکالیں اور انہیں کان ماکان کے آگے رکھ دیا اور دیا کے کنارے بیٹھ کر دونوں باہم کھانے لگے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے کہ دونوں پر ان کے خاندانوں اور زمانے نے کیا کیا مصیبتیں ڈھائی ہیں۔ کان ماکان نے کہا کہ اب تیرا کیا قصد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں تیرے وطن بغداد جاؤں گا اور وہاں اس وقت تک ٹھہروں گا جب تک کہ خدا مہر کا سامان کر دے۔ شہزادے نے کہا کہ اپنی راہ لے، میں یہیں رہوں گا۔

بدو نے اس سے رخصت ہو کر بغداد کی راہ لی اور کان ماکان اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں کیا منہ لے کر اس فقر و فاقے کے ساتھ واپس جاؤں! خدا کی قسم، میں خالی ہاتھ نہیں جانے کا اور خدا نے چاہا تو ضرور کامیاب ہوں گا۔ یہ کہہ کر وہ دیا کے پاس گیا اور وضو کر کے نماز پڑھی۔ جب اس نے سجدہ کیا تو زمین پر سر رکھ کر خدا سے دعا مانگنے لگا کہ اے میرے اللہ جو تو پانی برساتا اور کیڑے کو پتھر کے اندر روزی پہنچاتا ہے، میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں کہ تو اپنی قدرت اور لطیف رحمت سے میرے اوپر بخشش کر۔ جب اس نے سلام پھیرا تو اسے سارے راستے مسدود معلوم ہوئے۔ ابھی وہ بیٹھا ہوا داسنے بائیں دیکھ رہا تھا کہ اسے ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا اور جو جھکا ہوا بیٹھا تھا اور لگام ڈھیلی چھوڑ دی تھی۔ یہ دیکھ کر کان ماکان سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد سوار اس کے پاس پہنچ گیا اور نے دیکھا کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ اسے اس کی موت کا یقین تھا کیونکہ اسے کاری زخم لگا تھا۔ جب سوار اس کے پاس پہنچا تو اس کے آنسو مشک کی طرح بہہ رہے تھے۔ اور کان ماکان سے کہنے لگا کہ اے عرب سردار جب تک میں زندہ ہوں تو مجھے اپنا دوست بنا لے کیونکہ مجھ جیسا تجھے میسر نہ ہو گا اور مجھے تھوڑا سا پانی پلا دے۔ اگرچہ زخمی کے لیے پانی پینا زہر

ہے۔ خاص کر اس وقت جب کہ خون بہہ رہا ہو اور دم نکلنے والا ہو۔ اگر میں زندہ رہا تو تیری تکلیف اور ناداری کو دور کر دوں گا اور اگر مر گیا تو اپنی نیک نیتی کی وجہ سے سعادت پائے گا۔ وہ شخص ایک ایسے گھوڑے پر سوار تھا جس کی تعریف میں زبان گوئی ہے اور اس کی ٹانگیں ایسی تھیں جیسے کہ مرمر کے ستون۔ جب کان ماکان نے اس شخص اور اس کے گھوڑے کو دیکھا تو اس کا دل مچل گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ ایسا گھوڑا آج کل ناپید ہے۔ یہ کہہ کر اس نے سوار کو گھوڑے سے اتارا اور اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا اور اسے ایک ایک گھونٹ کر کے پانی پلایا اور اسے تھوڑی دیر تک آرام کرنے دیا اور پھر اس سے پوچھا کہ کس نے تیرے ساتھ یہ ظلم کیا ہے؟

سوار نے جواب دیا کہ میرا صحیح ماجرا یہ ہے کہ میں گھوڑوں کا بڑا شاطر چور ہوں اور گھوڑے چرانا میرا دن رات کا مشغلہ ہے۔ میرا نام غسان ہے اور میں ہر گھوڑی اور گھوڑے کے لیے ایک آفت ہوں۔ اس گھوڑے کے متعلق میں نے سنا تھا کہ وہ روم کے ملک میں بادشاہ افریدوں کے پاس ہے اور اس کا نام قاتول اور لقب مجنوں ہے۔ اس کی خاطر میں نے قسطنطنیہ کا سفر اختیار کیا اور اس کی تاک میں لگا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز ایک بڑھیا اس پر سوار ہو کر نکلی جس کی عزت رومی بہت زیادہ کرتے ہیں اور جس کا حکم وہاں چلتا ہے۔ اس کا نام شطابہ ذات الدواہی ہے اور اس کے مکر و فریب کی کوئی انتہا نہیں۔ جب وہ نکلی تو اس کے ساتھ محض دس غلام تھے جو اس کی خدمت کرتے تھے اور یہ گھوڑا تھا۔ اس کا ارادہ بغداد و خراسان کے ملک کو جانے کا تھا تا کہ اس کے بادشاہ ساسان سے صلح کرے۔ اس گھوڑے کے لالچ میں، میں ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ میں برابر ان کے پیچھے لگا رہا۔ مگر گھوڑے تک رسائی نہ ہوئی کیونکہ غلام اس کی سخت نگہبانی کرتے تھے۔ اب وہ چلتے چلتے اس ملک میں پہنچ گئے اور میں نے خیال کیا کہ کہیں وہ بغداد میں داخل نہ ہو جائیں۔ میں ابھی اس گھوڑے

کے چرانے کی فکر میں لگا ہی ہوا تھا کہ ایک گرد انھی اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ جب گرد ہٹی تو اس میں پچاس سوار نظر آئے جو سوداگروں پر ڈاکہ ڈالتے تھے۔ ان کا سردار ایک بڑا سورما تھا جو لڑائی میں مثل شیر کے تھا۔ اس کا نام کھر داش تھا اور وہ جنگ میں ایسا شیر تھا کہ بہادروں کو پتنگے بنا دیتا تھا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو اکتالیس ویں رات

جب ایک سو اکتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- اس زخمی سوار نے کان ماکان سے کہا کہ کھرداش نے بڑھیا اور اس کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا اور ان پر وار کئے اور نعرے بلند کئے اور برا بھلا کہنے لگے۔ ابھی ایک لمحہ بھی نہ گزرا ہو گا کہ انہوں نے دس غلاموں اور بڑھیا کی مشکیں باندھ دیں اور گھوڑا لے لیا اور سب کو لے کر خوش خوش روانہ ہو گئے۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میری محنت اکارت گئی اور میرا مقصد پورا نہ ہوا اور میں انتظار کرنے لگا کہ دیکھوں اب کیا ہوتا ہے؟ جب بڑھیا نے دیکھا کہ وہ گرفتار ہو گئی ہے تو وہ رونے لگی اور اس نے کھرداش سے کہا کہ اے سوار، سردار اور شیر سورا، گھوڑا تو تجھے مل گیا۔ اب ایک بڑھیا اور غلاموں کو لے کر تو کیا کرے گا! اس کے بعد وہ میٹھی میٹھی باتیں کر کے اسے پھسلانے لگی اور اس نے قسم کھائی کہ میں تجھے گھوڑے اور گائے بیل بھیجوں گی۔ اس پر اس نے غلاموں کو بھی چھوڑ دیا اور بڑھیا کو بھی، اور اپنے ہمراہیوں کو لے کر چلتا ہوا۔ مگر میں ان کے پیچھے پیچھے لگا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اس ملک میں پہنچے اور موقع پا کر میں نے اسے چرا لیا اور اس پر سوار ہو گیا اور چابک نکال کر اس کو مارنا شروع کیا۔ جب ان لوگوں کو اس کا پتا چلا تو وہ میرے پیچھے دوڑے اور چاروں طرف سے گھیر کر مجھ پر تیر اور نیزے چلانے لگے، مگر میں اس گھوڑے پر بیٹھا رہا اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے میری خاطر لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ میں تیر کی طرح ان کے درمیان میں سے نکل آیا۔ یہ کہہ کہہ لٹختے ہوئے تارے کی طرح۔ لیکن جب وہ مجھ پر وار کر رہے تھے تو مجھے چند زخم لگے۔ آج تین دن سے میں اس کی پیٹھ پر سوار ہوں اور کھانا اور سونا میرے اوپر حرام ہے اور میرے ہاتھ پاؤں کمزور پڑ گئے ہیں

اور دنیا مجھے عبث معلوم ہوتی ہے۔ تو نے میرے اوپر احسان کیا ہے اور مہربان ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ تو برہنہ بدن ہے اور تیرے چہرے سے غم ظاہر ہوتا ہے مگر تجھ سے عیش و عشرت کے آثار نمودار ہیں۔ آخر کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور کہاں جانا ہے؟

شہزادے نے جواب دیا کہ میرا نام کان ماکان ہے اور میں بادشاہ ضوء المکان کا بیٹا اور بادشاہ عمر بن النعمان کا پوتا ہوں۔ میرا باپ مر چکا ہے اور یتیمی کی حالت میں میری پرورش ہوئی ہے اور اس کے بعد ایک کمینہ شخص تخت نشین ہوا ہے اور وہی ہر چھوٹے اور بڑے پر حکومت کرتا ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنی ساری سرگزشت اول سے آخر تک کہہ سنائی۔ اس پر گھوڑے کے چور کا دل پلج گیا اور وہ کہنے لگا کہ واللہ، تو بڑے حسب و نسب والا ہے اور تجھ میں بے انتہا شرافت ہے۔ تو بڑا آدمی ہو کر رہے گا اور تجھ سے بڑا کوئی شہسوار دنیا میں نہ ہو گا۔ اگر تو یہ کر سکتا ہے کہ مجھ کو سوار کرے اور خود میرے پیچھے بیٹھ جائے اور مجھے میرے وطن پہنچا دے تو تجھے دنیا میں شرف اور آخرت میں ثواب ملے گا کیونکہ اب مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں اپنے آپ کو سنبھال لوں۔ اگر یہ میری زندگی کا آخری دن ہے تو کسی دوسرے کی بجائے تو اس گھوڑے کا مستحق ہے۔ کان ماکان نے کہا کہ واللہ، اگر میں تجھے اپنے کندھوں پر لاد کر لے جا سکوں اور اپنی زندگی کا ایک حصہ تجھے دے سکوں تو میں تیار ہوں بغیر اس کے کہ یہ گھوڑا مجھے ملے کیونکہ میرا کام نیکی کرنا اور مصیبت زدوں کی مدد کرنا ہے اور خالص خدا کے لیے نیکی کرنا ستر آسیبوں کو دور کرنا ہے لہذا روانگی ارادہ کر لے اور خدا پر بھروسہ کر۔

شہزادہ اسے گھوڑے پر سوار کرنے والا ہی تھا اور چاہتا تھا کہ خدا پر بھروسہ کر کے روانہ ہو جائے کہ بدو نے کہا کہ ذرا ٹھہر جا۔ یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور ہاتھ کھول دیئے اور کہنے لگا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد عبده ورسوله اس کے بعد اس نے کہا کہ اے بڑے خدا، میرے بڑے گناہ معاف کر کیونکہ بڑے گناہوں

کو سوائے بڑی ذات کے اور کوئی بخش نہیں سکتا۔ یہ کہہ کر اس نے مرنے کی تیاری کر لی اور اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور منہ کھل گیا اور اس نے زور سے ایک چیخ ماری اور اس کا دم نکل گیا۔

کان ماکان نے ایک گڑھا کھود کر اسے گاڑ دیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔ اس کے بعد وہ گھوڑے کے پاس آیا اور اسے بوسہ دیا اور اس کے منہ پر ہاتھ پھیرنے لگا اور بہت خوش ہو کر کہنے لگا کہ اس جیسے گھوڑے میں میرا کوئی شریک نہیں بلکہ بادشاہ ساسان کے پاس بھی اس کی نظیر نہیں۔

یہ تو کان ماکان کے ساتھ پیش آیا۔ اب بادشاہ ساسان کا قصہ سنئے۔ اسے یہ خبر ملی کہ وزیر دندان اور آدھا لشکر اس سے باغی ہو گیا ہے اور انہوں نے حلف اٹھایا ہے کہ سوائے کان ماکان کے وہ اور کسی کو اپنا بادشاہ نہیں تسلیم کرتے اور وزیر نے ان سے وعدے لے لیے اور قسمیں کھلوائی ہیں اور انہیں لے کر جزائر ہند اور بربر اور سوڈان چلا گیا ہے اور لشکر موج زن سمندر کی طرح اس کے گرد جمع ہیں جن کی نہ ابتدا معلوم ہوتی ہے اور نہ انتہا اور وزیر کا ارادہ ہے کہ بغداد پر چڑھائی کر کے اس پر قبضہ کر لے اور جو کوئی اس کی مخالفت کرے، اسے قتل کر ڈالے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ جب تک وہ کان ماکان کو تخت پر نہ بٹھالے گا اپنی تلوار میان میں نہ ڈالے گا۔ جب بادشاہ ساسان کو یہ خبر ملی تو وہ فکر میں پڑ گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ ملک کے چھوٹے بڑے سب اس کے خلاف ہو گئے ہیں۔ اس سے اس کا رنج اور زیادہ ہو گیا اور اس نے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور امرا کو مال و دولت تقسیم کرنا شروع کر دیا اور اس کی یہ تمنا ہوئی کہ کان ماکان اس کے پاس آئے اور وہ احسان اور مہربانی سے اس کا دل اپنی طرف کھینچ لے اور اسے اس لشکر کا سپہ سالار بنا دے جو اس کی ماتحتی میں نہیں ہے تاکہ بغاوت کی آگ بجھ جائے۔

جب کان ماکان کو یہ خبر سوداگروں کی زبانی ملی تو وہ اسی گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً بغداد پہنچا۔ ابھی بادشاہ ساسان اپنے تخت پر حیران و پریشان بیٹھا ہی تھا کہ اسے اطلاع

پہنچی کہ کان ماکن آ گیا ہے۔ یہ سن کر تمام لشکر اور بغداد کے بڑے بڑے آدمیوں کو اس کی ملاقات کے لیے بھیجا اور سارا بغداد اس سے ملنے کے لیے نکل کھڑا ہوا اور وہ اسے جلوس کے ساتھ محل تک لائے اور سیڑھیوں تک پہنچا گئے اور کنیزوں اور خادموں نے اس کی ماں کے پاس جا کر اس کی واپسی پر اسے مبارک باد دی۔ اب ماں نے آ کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس نے کہا کہ اے میری ماں، مجھے میرے چچا بادشاہ ساسن کے پاس جانے دے جس نے مجھے نیکیوں اور احسانوں سے زیر بار کر دیا ہے۔

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور ادھر سارے محل اور حکومت والے اس گھوڑے کی خوبصورتی پر محو تھے اور کہتے تھے کہ کسی انسان کے پاس تو ایسا گھوڑا ہے نہیں۔ اب کان ماکن نے بادشاہ ساسن کے پاس جا کر سلام کیا اور کھڑا ہو گیا اور اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور وہ گھوڑا بطور ہدیئے کہ پیش کش کیا۔ ساسن نے اس کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ اہلاً و سہلاً اے میرے بیٹے کان ماکن۔ خدا کی قسم، تیرے چلے جانے سے دنیا میرے اوپر تنگ ہو گئی تھی مگر خدا کا شکر ہے کہ تو صحیح سلامت ہے۔ اس پر کان ماکن اسے دعائیں دینے لگا۔ جب بادشاہ کی نظر اس گھوڑے قاتول پر پڑی تو اسے یاد آ گیا کہ اس نے اسے فلاں سال میں دیکھا تھا جب کہ وہ ضوء المکان کے ساتھ صلیب پرستوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھا جس میں شرکان قتل ہوا ہے اور وہ کان ماکن سے کہنے لگا کہ اگر یہ گھوڑا تیرے باپ کو ملتا تو وہ اس کے بدلے ایک ہزار اسیل گھوڑے دیتا۔ لیکن اب عزت، عزت والے کے پاس لوٹ آئی ہے۔ میں اسے قبول کرتا ہوں اور اپنی طرف سے تجھے بطور ہدیئے کے پیش کرتا ہوں۔ تو سب سے زیادہ اس کا حقدار ہے کیونکہ تو شمسواروں کا سردار ہے۔ اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ کان ماکن کے لیے خلعت لائے جائیں اور اسے گھوڑے پیش کئے جائیں اور اس نے محل میں سب سے بڑا حصہ اس کے لیے مخصوص کر دیا اور اس کے ساتھ بڑی عزت اور مربانی سے پیش آیا اور اسے بہت سا مال و دولت عطا کیا اور اس کے ساتھ بہت احترام

سے پیش آیا کیونکہ اسے ڈر تھا کہ کہیں وزیر کی حرکت کا نتیجہ اس کے خلاف نہ پڑے۔ کان ماکان اس پر بہت خوش ہوا اور جو توہین وہ اب تک محسوس کرتا تھا، دور ہو گئی اور وہ محل میں اپنی ماں کے پاس جا کر گھنے لگا کہ اماں، میری چچیری بہن کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بیٹا، میں تیری غیر موجودگی میں اتنی تیری یاد کرتی رہی کہ سب لوگ میری یاد سے اتر گئے حتیٰ کہ تیری محبوبہ بھی بالخصوص اس وجہ سے کہ تیرے چلے جانے کی وجہ وہی ہے۔ اس نے اپنی پریشانی کی شکایت اماں سے کر کے کہا کہ اے ماں، اس کے پاس جا کر اس سے مل، ممکن ہے کہ وہ مجھے ایک نظر دیکھ لینے دے اور میرے دل کی حسرت نکل جائے۔ ماں نے کہا کہ لالچ کی وجہ سے انسان ذلیل ہوتا ہے۔ ایسی بات مت کر جس سے تو وبال میں پھنس جائے۔ میں اس کے پاس جا کر کبھی ایسی بات نہ کہوں گی۔

اس کے بعد اس نے اپنی ماں سے ذات الدواہی کا قصہ بیان کیا جو اس نے گھوڑوں کے چور سے سنا تھا کہ وہ اس ملک میں آ گئی ہے اور وہ اب بغداد میں داخل ہونا چاہتی ہے اور یہ وہی بڑھیا ہے جس نے میرے چچا اور دادا کو قتل کیا ہے اور اب یہ میرا فرض ہے کہ میں اس سے بدلہ لے کر اپنے دامن سے دھبہ دھوؤں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی ماں کے پاس سے چل کھڑا ہوا اور ایک منحوس فریبی دغا باز بڑھیا کے پاس گیا جس کا نام سعدانہ تھا اور اسے اپنا سارا دکھڑا سنایا اور یہ کہ اسے اپنی چچیری بہن قضی فکان سے کتنی محبت ہے اور اس سے کہا کہ تو اس کے پاس جا کر میری سفارش کر۔ بڑھیا نے کہا کہ بسر و چشم۔ یہ کہہ کر وہ رخصت ہوئی اور قضی فکان کے محل میں جا کر اس سے سفارش کی، وہاں سے لوٹ کر شہزادے کے پاس آئی اور اس سے کہا کہ قضی فکان تجھے سلام کہتی ہے اور پیغام بھیجتی ہے کہ وہ آج آدھی رات کے وقت تیرے پاس آئے گی۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو بیالیسویں رات

جب ایک سو بیالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- بڑھیا نے آ کر کان ماکان کو خبر دی کہ تیری چچیری بہن تجھے سلام کہتی ہے اور وہ آج آدھی رات کو تیرے پاس آئے گی۔ اس پر وہ مارے خوشی کے پھول گیا اور قضی فکان کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ ابھی آدھی رات بھی ہونے پائی تھی کہ وہ سیاہ ریشمی چادر اوڑھے آ پہنچی اور اس کے پاس جا کر اسے جگایا اور کہنے لگی کہ تو کس طرح دعویٰ کرتا ہے کہ تجھے مجھ سے عشق ہے حالانکہ تو اطمینان سے سو رہا ہے۔ اس پر وہ چونک پڑا اور کہنے لگا کہ اے میرے دل کی تمنا، میرے سونے کی وجہ محض یہ تھی کہ مجھے امید تھی کہ خواب میں تیری تصویر نظر آئے گی۔ اس کے بعد وہ پیار سے اسے لعنت ملامت کرنے لگی اور وہ شرم کے مارے اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے معذرت کرنے لگا اور دونوں ایک دوسرے کے سینے سے لپٹ گئے اور جدائی اور شکوے شکایت کرنے لگے۔ یہ حالت اس وقت تک رہی جب کہ صبح کی روشنی نکلی اور پھیلی گئی اور قضی فکان نے جانے کا ارادہ کیا مگر کان ماکان رونے لگا اور اس کی ہچکی بندھ گئی۔ اب قضی فکان اس سے رخصت ہو کر چل دی اور اپنے سرا پردے میں پہنچ گئی۔ مگر ایک کنیز کو اس بھید کا پتا چل گیا اور اس نے جا کر بادشاہ ساسان کو خبر کر دی۔ بادشاہ اس کے پاس گیا اور اس کے حجرے میں داخل ہوا اور تلوار کھینچ کر وہ چاہتا تھا کہ اسے قتل کر دے کہ اتنے میں اس کی ماں نہت الزماں پہنچ گئی اور اس سے کہنے لگی کہ خدا کے لیے اسے ایذا مت پہنچا۔ اگر تو نے اسے کوئی ایذا پہنچائی تو یہ خبر لوگوں میں مشہور ہو جائے گی اور بادشاہوں کے آگے تیری کرکری ہو جائے گی۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ کان ماکان حرام کی اولاد نہیں ہے اور دونوں کی تربیت ایک ساتھ ہوئی ہے اور وہ عزت آبرو والا آدمی ہے اور اس نے کوئی بے جا حرکت نہیں

کی۔ ذرا صبر سے کام لے اور اتنی جلد بازی مت کر کیونکہ محل اور شہر میں یہ خبر پھیل چکی ہے کہ وزیر دندان مختلف ملکوں سے لشکر جمع کر کے چڑھائی کر رہا ہے تاکہ کان ماکن کو بادشاہ بنائے۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم، میں اسے سخت عذاب میں مبتلا کروں گا اور وہ بھی ایسی جگہ جہاں نہ زمین اسے بچا سکے اور نہ آسمان اس پر سایہ کر سکے۔ میں نے جو اس پر احسان کیا ہے اور اسے خوش کر دیا ہے وہ محض اپنے ملک و دولت والوں کی خاطر کیا ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس کے طرف دار ہو جائیں۔ تو عنقریب دیکھ لے گی کہ میں اس کی کیا گت بناتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور حکومت کے کاروبار میں لگ گیا۔

یہ تو بادشاہ ساسان کا حال ہوا۔ اب کان ماکن کا ماجرا سنئے۔ دوسرے دن اس نے اپنی ماں کے پاس جا کر کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں جا کر لوٹ مار کروں اور ڈاکے ڈالوں اور گھوڑے اور مویشی اور لونڈی غلام لوٹ کر جمع کروں اور جب میں امیر ہو جاؤں اور میری حالت سدھر جائے تو میں اپنی چچیری بہن قضی فکان کے پاس شادی کا پیغام بھیجوں اور اپنے چچا بادشاہ ساسان سے نکاح کی اجازت مانگوں۔ ماں نے کہا کہ بیٹا، لوگوں کا مال مفت میں نہیں ہاتھ لگ جاتا، کیونکہ ان کی مدد شمشیر زنی اور نیزہ بازی سے ہوتی ہے اور ایسے جواں مردوں سے جو درندوں کو کھا ڈالتے اور ملکوں کو تباہ کر ڈالتے اور شیروں اور چیتوں کا شکار کرتے ہیں۔ کان ماکن نے کہا کہ میں اپنے ارادے سے نہیں تل سکتا جب تک کہ میری مراد نہ بر آئے۔ یہ کہہ کر اس نے بڑھیا کو قضی فکان کے پاس بھیجا اور یہ کہلایا کہ میں اب تیری شان کے قابل مہر کی تلاش میں جاتا ہوں اور بڑھیا سے کہا کہ تو ضرور اس کا جواب لے کر آئیو۔ اس نے کہا کہ بسر و چشم اور جا کر جواب لے آئی اور کہنے لگی کہ وہ آدھی رات کے وقت تیرے پاس آئے گی۔

یہ سن کر وہ آدھی رات تک جاگتا رہا۔ اور بے چین تھا یہاں تک کہ اس کو خبر بھی نہ ہوئی اور وہ آ پہنچی اور کہنے لگی کہ تیرے جاگنے پر میری جان قربان! وہ گھبرا

کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے میرے دل کی تمنا تیری تمام بلائیں میری جان پر اس کے بعد اس نے اپنا ارادہ بیان کیا اور وہ رونے لگی۔ اس نے بتایا کہ میری چچیری بہن، رومت۔ جس شخص نے ہمیں فراق میں مبتلا کیا ہے، وہی ہمیں ملائے گا بھی۔

اس کے بعد کان ماکان نے سفر کا تہیہ کر لیا اور ماں کے پاس سے رخصت ہوا اور محل سے نکل کر اپنی کمر سے تلوار لگائی اور عمامہ باندھا اور نقاب ڈالی اور اپنے گھوڑے قاتول پر سوار ہو کر شہر میں سے گزرا۔ وہ چودھویں رات کے چاند کا سا تھا اور بغداد کے دروازے پر پہنچا اور کیا دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ صبح بن رتاح بھی شہر سے باہر جا رہا ہے۔ جب صبح نے اسے دیکھا تو گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس کے پاس پہنچا۔ سلام کیا۔ شہزادے نے سلام کا جواب دیا اور صبح نے کہا کہ اے میرے بھائی، یہ گھوڑا تجھے کہاں سے ہاتھ لگا اور یہ تلوار اور کپڑے؟ میرے پاس ابھی تک میری تلوار اور ڈھال کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ کان ماکان نے کہا کہ ہر صیاد کو اپنی نیت کے مطابق شکار ملتا ہے۔ تجھ سے رخصت ہونے کے بعد ایک پہر بعد مجھے یہ لاجواب چیز ہاتھ لگی۔ کیا تو چاہتا ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ میرے ساتھ آئے اور میرے ساتھ اس جنگل کا سفر کرے؟ اس نے جواب دیا کہ کعبے کے رب کی قسم، ابے میرے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ تجھے اپنا آقا کہہ کر پکاروں۔ یہ کہہ کر اس نے تلوار کاندھے پر رکھی اور خربجی دونوں پٹھوں کے بیچ میں اور گھوڑے کے آگے چلنے لگا اور کان ماکان اس کے پیچھے پیچھے تھا، اس طرح سے وہ چار دن تک جنگل میں اونچی پہاڑی پر پہنچے جس کے نیچے سبزہ زار اور تالاب تھے۔ اور وہاں اونٹ اور گائیں اور بیل اور بھیڑیں اور گھوڑے چرے رہے تھے اور ساری اونچی نیچی جگہیں ان سے بھری ہوئی تھیں اور ان کے بچے چراگاہ کے ارد گرد اچھل کود رہے تھے۔ جب کان ماکان نے یہ دیکھا تو وہ خوش ہو گیا اور اس بات پر تل گیا کہ حملہ کر کے اونٹوں اور اونٹنیوں وغیرہ پر قبضہ کر لے۔ اس نے صبح سے کہا کہ چل ان جانوروں کو لوٹ لائیں کیونکہ

ان کے مالک ان کو اکیلا چھوڑ گئے ہیں۔ اگر دور نزدیک کوئی بھی ہو گا تو ہم اس سے جنگ کریں گے اور کچھ نہ کچھ مال ضرور ہمارے ہاتھ لگ جائے گا۔ صبح نے کہا کہ اے میرے آقا! ان کے مالکوں کی تعداد بہت بڑی ہے اور ان میں پیادے اور سوار بہت بہادر لوگ ہیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو خطرے میں ڈالیں گے تو ہمیں بہت بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہم میں سے ایک بھی صحیح سلامت بچ کر اپنی چھیری بہن کے پاس نہ جاسکے گا۔ اس پر کان ماکن ہنس پڑا اور اسے معلوم ہو گیا کہ وہ بڑا ڈرپوک آدمی ہے اور خود شور مچاتا اور اشعار گاتا ہے۔ لوٹنے کی خاطر پہاڑی پر سے اترا اور اور اونٹنیوں پر اونٹ کی طرح حملہ آور ہوا اور بھیڑوں اور مویشیوں اور گھوڑوں اور اونٹوں کو لے چلا کہ اتنے میں غلاموں نے اس پر چکمتی ہوئی تلواروں اور لمبے لمبے بھالوں سے حملہ کر دیا۔

ان کا سردار ایک ترکی سوار تھا جو بڑا جنگجو اور شمشیر زنی اور نیزہ بازی کا ماہر تھا۔ اس نے کان ماکن پر حملہ کیا اور کہنے لگا کہ تف ہو تجھ پر! اگر تجھے معلوم ہوتا کہ یہ کس کی ملکیت ہے تو کبھی ایسی حرکت نہ کرتا۔ سن! یہ مال رومی بہادروں کا ہے جو بحری سورا ہیں اور چوکس قوم میں سے ہیں اور جو سب کے سب خونخوار لڑنے والے ہیں۔ ان کی تعداد ایک سو بہادر ہے جو کسی بادشاہ کی رعایا نہیں۔ ان کا ایک گھوڑا چوری گیا ہے اور انہوں نے قسم کھائی ہے کہ بغیر اس کے لیے وہ یہاں سے نہیں ہٹیں گے۔ جب کان ماکن نے یہ کلام سنا تو وہ بلند آواز سے کہنے لگا کہ اے مردودو! یہی وہ گھوڑا ہے جس کا تم ذکر کرتے ہو اور جس کی تلاش تمہیں ہے اور جس کی وجہ سے تم کو مجھ سے لڑنا پڑے گا۔ تم سب کے سب میرے مقابلے میں آؤ اور جو کر سکتے ہو کرو۔ یہ کہہ کر اس نے قاتل کے دونوں کانوں کے بیچ میں سیٹی دی اور وہ مثل بھوت کے ان کے اوپر ٹوٹ پڑا۔ اور کان ماکن نے اس سوار پر جھک کر نیزے اور تیرے سے حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد دوسرے پر بڑھا اور پھر تیسرے پر اور پھر چوتھے پر اس طرح ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر سارے

غلام اس سے ڈر گئے اور اس نے چلا کر کہا کہ اے حرام زادو، اونٹوں اور گھوڑوں کو لے کر بھاگو ورنہ میں اپنے بھالے کو تمہارے خون سے رنگ دوں گا۔ یہ سن کر وہ اونٹوں کو لے کر بھاگے۔ اب صبح نیچے اتر آئے اور مارے خوشی کے چلانے لگا۔

اتنے میں ایک غبار اٹھا اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور اس میں سے سو سوار نکلے جو شیر کی طرح تیوریاں چڑھائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر صبح بھاگا اور وادی چھوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور لڑائی کا تماشا دیکھنے اور یہ کہنے لگا کہ میں تو محض ہنسی مذاق کا شہسوار ہوں۔ اب ان سو سواروں نے چاروں طرف سے آ کر کان ماکان کو گھیر لیا اور

ان میں سے ایک سوار نے آگے بڑھ کر کہا کہ یہ اونٹ کہاں لیے جاتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے ان پر قبضہ کر لیا ہے اور ان کے لیے جاتا ہوں اور تجھے ان سے محروم کر رہا ہوں۔ اب تیرے لیے سوائے جنگ کے چارہ نہیں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص تیرے سامنے ہے وہ خطرناک شیر اور بہادر بھیڑیا اور ایسی تلوار

ہے جو ہر طرف سے کاٹتی ہے۔ جب اس سوار نے اس کی باتیں سنیں تو وہ اس کی طرف دیکھنے لگا اور دیکھا کہ وہ بہادر شیر کی طرح ہے لیکن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کا سا ہے اور اس کی پیشانی سے شجاعت ٹپک رہی ہے۔ یہی سوار ان سو سواروں کا سردار تھا اور اس کا نام کمرداش تھا۔ جب اس نے کان ماکان کو دیکھا کہ باوجود انتہائی درجے کے شہسوار ہونے کے وہ نہایت حسین بھی ہے اور اس کا ناک نقشہ اس کی معشوقہ کی طرح ہے جس کا نام فاقن ہے اور جو حسین ترین عورتوں میں شمار کی جاتی ہے اور جسے خدا نے حسن و جمال اور خوش خوئی اور تمام قسم کے کمال عطا کئے

ہیں، جن کی تعریف زبان سے نہیں ہو سکتی اور جن پر انسان لوٹ جاتا ہے۔ سارے قبیلے کے سوا اس کے دبدبے سے خائف تھے اور اس پاس کے تمام بہادر لوگوں پر اس کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے آپ کو نکاح میں کسی کے سپرد نہ کرے گی جب تک کہ وہ اسے لڑائی میں زیر نہ کر لے۔ کمرداش کا بھی شمار اس کے چاہنے والوں میں تھا۔ اس نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ جو شخص

میدان اور جنگ اور نیزہ بازی میں مجھے زیر نہ کرے، اسے میں اپنے پاس نہ پھٹکنے دوں گی۔ جب کہر داش کو یہ خبر ملی تو اسے یہ کسی طرح گوارا نہ ہوا کہ وہ ایک لڑکی سے جنگ کرے کیونکہ لوگ اسے برا کہیں گے۔ اس کے ایک دوست نے اس سے کہا کہ تو بھی تو حسن و جمال میں یکتا ہے، اگر تو اس کا مقابلہ کرے تو خواہ وہ تجھ سے زیادہ طاقتور ہی کیوں نہ ہوں تاہم تو اسے زیر کر لے گا کیونکہ جب وہ تیرا حسن و جمال دیکھے گی تو تیرے سامنے سے بھاگ کھڑی ہو گی اور تیرے قبضے میں آ جائے گی۔ عورتوں کو مردوں کی ضرورت ہوتی ہے، یہ تو تو بھی جانتا ہو گا۔ باوجود ان تمام باتوں کے کہر داش نے انکار کر دیا اور اس سے لڑنے کی حامی نہ بھری اور نہ لڑنے پر راضی ہوا۔ یہاں تک کہ اب کان ماکان کے ساتھ یہ ماجرا پیش آیا اور اس کا خیال ہوا کہ یہ اس کی محبوبہ فاتن ہے۔ چونکہ اس کے حسن اور شجاعت کی وجہ سے اسے اس سے محبت ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ اس سے ڈر گیا اور آگے بڑھ کر اس سے کہنے لگا کہ افسوس ہے تجھ پر اے فاتن، تو مجھے اپنی بہادری دکھانے آئی ہے۔ گھوڑے سے اتر تاکہ میں تجھ سے باتیں کروں۔ دیکھ میں اونٹ چرا کر لایا ہوں اور میں نے دوستوں کے ساتھ خیانت کی ہے اور شمسواروں اور سورماؤں پر ڈاکہ ڈالا ہے مگر یہ سب کچھ تیرے حسن و جمال کی خاطر کیا ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں۔ اگر تو میرے ساتھ شادی کر لے تو شہزادیاں تیری خدمت کریں گی اور تو اس خطے کی ملکہ بن کر رہے گی۔

جب کان ماکان نے یہ باتیں سنیں تو اس کے اندر غصے کی آگ بھڑک گئی اور وہ چلا کر بولا کہ اے عجمی کتے، فاتن کا ذکر جانے دے اور اس کا شبہ اپنے دل سے نکال ڈال اور نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے لیے تیار ہو جا کیونکہ عنقریب تو زمین پر لوٹنا نظر آئے گا۔ یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو پھیرا اور اس پر حملہ کیا اور بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارے۔ جب کہر داش نے دیکھا تو اسے یقین آ گیا کہ کوئی بہادر سوار اور شیر دل سورما ہے، اور جب اس نے دیکھا کہ وہ سبزہ آغاز ہے گویا سرخ گلاب کے اندر مندی

اگی ہوئی ہے تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ اس کے وار سے گھبرا گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ تم میں سے محض ایک ایک کر کے اس کے اوپر حملہ آور ہو اور اسے اپنی تیز تلوار اور ہلتا ہوا نیزہ دکھائے کیونکہ بہت لوگوں کا ایک پر حملہ کرنا عیب کی بات ہے خواہ کتنا ہی بہادر سوار اور نہت سورا کیوں نہ ہو۔

یہ سن کر ایک شیر دل سوار نے اس پر حملہ کر دیا۔ یہ سوار ایک مشکلی گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا تھا جس کے کھروں کے اوپر اور پیشانی پر درہم کی طرح سفید داغ تھے اور جسے دیکھ کر عقل اور آنکھ دونوں دنگ رہ جاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ عنتر کا گھوڑا بجزا ہے۔ الغرض اس نے آگے بڑھ کر کان ماکان پر حملہ کر دیا اور تھوڑی دیر تک دونوں سپہ گری اور شمشیر زنی کے گر دکھانے لگے جن سے لوگوں کی عقلیں دنگ ہو گئیں اور آنکھیں چونڈھیا گئیں۔ اتنے میں کان ماکان نے آگے بڑھ کر ایسا پھرتلا وار کیا کہ وہ پگڑی اور خود کو کاٹتا ہوا اس کے سر میں اتر گیا اور اس طرح گھوڑے پر سے گرا جیسے کہ اونٹ اوپر سے نیچے کی طرف گرتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا بڑھا اور اس نے حملہ کیا اور پھر تیسرے نے اور پھر چوتھے نے اور پھر پانچویں نے اور سب کا حشر پہلے سوار کی طرح ہوا۔ یہ دیکھ کر دوسرے لوگ بہت گھبرائے اور ان کو غصہ آیا اور سب نے مل کر اس پر حملہ کر دیا مگر ذرا دیر بھی نہ گزرنے پائی تھی کہ اس نے ان کو اپنے بھالے کا شکار بنا لیا۔

جب کمر داش نے یہ حالت دیکھی تو اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور یقین آ گیا کہ وہ بڑے مضبوط دل والا ہے اور بہادروں اور شمسواروں میں اس کا جواب نہیں اور وہ کان ماکان سے کہنے لگا کہ میں تیرا اور اپنے ساتھیوں کا خون معاف کرتا ہوں۔ تو جتنے اونٹ چاہتا ہے لے کر چلتا ہو۔ تیری ثابت قدمی پر میں رحم کرتا ہوں اور زندگی تیرے واسطے بہتر ہے۔ کان ماکان نے اس سے کہا کہ خدا کرے کہ بڑے لوگوں کی شرافت تجھ میں رہے مگر باتیں مت بنا اور اپنی جان لے کر بھاگ اور ملامت سے مت ڈر اور یہ مت سمجھ کہ غنیمت کا مال تجھے واپس مل جائے گا۔ تیرے لیے یہی بہتر ہے

کہ اپنی جان بچانے کا سیدھا راستہ اختیار کر۔ یہ سن کر کھرداش طیش میں آ گیا اور اس نے وہ طریقہ استعمال کیا جو اس کے لیے موت کا باعث ہوا۔ اس نے کان ماکان سے کہا کہ حیف ہے تجھ پر! اگر تجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں کون ہوں تو تو لڑائی میں کبھی ایسی جسارت نہ کرتا۔ سن، میں وہ بہادر شیر ہوں جو کھرداش کے نام سے مشہور ہے اور جو بڑے بڑے بادشاہوں پر چھاپہ مارتا ہے اور ہر قافلے کو لوٹتا ہے اور تاجروں کے مال پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ میں اس گھوڑے کی تلاش میں تھا، جس پر تو سوار ہے۔ بتا کہ وہ تجھے کس طرح ہاتھ لگا کہ تو اس کا مالک بن بیٹھا۔ کان ماکان نے جواب دیا کہ یہ گھوڑا میرے پھوپھا بادشاہ ساسان کے پاس جا رہا تھا اور ایک عالی خاندان بڑھیا اسے لیے جا رہی تھی جس کی خدمت میں دس غلام تھے۔ تو نے اس پر چھاپہ مارا اور یہ گھوڑا لے لیا۔ میرے دادا عمر بن النعمان اور چچا شرکان کی وجہ سے ہمارا اس کے اوپر خون بہا ہے۔ کھرداش نے کہا کہ تیری ماں مرے، کون ہے تیرا باپ؟ اس نے جواب دیا کہ میں صوء المکان کا بیٹا عمر بن النعمان کا پوتا کان ماکان ہوں۔ جب کھرداش نے یہ سنا تو کہنے لگا کہ ہاں اب مجھے یقین ہو گیا کہ تجھ میں بہادری اور خوبصورتی کیوں اٹھا ہیں۔ تجھے میں امان دیتا ہوں کیونکہ میرے اوپر تیرے باپ کا احسان ہے۔ کان ماکان نے جواب دیا کہ اے رذیل، میرے دل میں بالکل تیری عزت نہیں جب تک کہ میں تجھے میدان میں نیچا نہ دکھاؤں۔ یہ سن کر اس بدو کو طیش آ گیا اور دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور جنگ کے نعرے مارنے لگے، یہاں تک کہ گھوڑوں نے اپنے کان بند کر لیے اور دیں اٹھا دیں۔ ان کے حملوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پھٹا پڑتا ہے۔ اس کے بعد وہ دونوں لڑائی کے دو مینڈھوں کی طرح لڑنے لگے اور دونوں میں نیزہ بازی ہونے لگی۔ کھرداش نے گھما کر اس پر نیزے سے وار کیا لیکن اس نے وار خالی کر دیا اور اپنا نیزہ اس طرح مارا کہ سینے سے ہوتا ہوا پیٹھ سے نکل آیا۔ اب اس نے گھوڑوں اور غنیمت کے مال کو اکٹھا کیا اور غلاموں سے کہا کہ ان کو تیز ہانکو۔

یہ دیکھ کر صبح نیچے اترا اور کان ماکان کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اے مشہور شہسوار، شہباش! میں تیرے لیے دعا کر رہا تھا اور خدا نے میری دعا قبول کی۔ یہ کہہ کر صبح نے کمرِ داش کا سر کاٹ لیا۔ اس پر کان ماکان ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ اے صبح، حیف ہے تجھ پر! تو یہ گمان کرتا تھا کہ میدان کا مرد ہے۔ اس نے کہا اس غنیمت کے مال میں اپنے غلام کا حصہ مت بھولیو تا کہ میں اپنی چچیری بہن نجمہ سے شادی کر سکوں۔ کان ماکان نے کہا کہ تجھے اس میں سے ضرور حصہ ملے گا لیکن غنیمت کے مال اور غلاموں کے نگہبانی کیجیو۔ یہ کہہ کر کان ماکان اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گیا اور دن رات چلتے چلتے بغداد پہنچا اور کل لشکر کو اس کی خبر ہوئی اور انہوں نے غنیمت کے مال اور اونٹوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور نیز کمرِ داش کے سر کو جو صبح کے نیزے پر تھا، تاجروں نے کمرِ داش کے سر کو پہچانا اور خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ خدا نے اپنی مخلوق کو اس سے نجات دی کیونکہ وہ ڈاکو تھا۔ انہیں اس کے مارے جانے پر تعجب ہوا اور انہوں نے اس کے قاتل کو دعائیں دیں۔ اب بغداد والے کان ماکان کے پاس آئے اور اس سے ماجرا پوچھا۔ اس نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ اس پر تمام لوگ اس سے ڈرنے لگے اور شہسواروں اور بہادروں پر اس کا رعب چھا گیا۔ اب وہ اپنا غنیمت کا مال لے کر محل کے نیچے پہنچا اور جس نیزے پر کمرِ داش کا سر تھا، اسے محل کے دروازے پر زمین میں گاڑ دیا اور لوگوں کو گھوڑے اور اونٹ تقسیم کئے۔ اس پر بغداد والوں کے دل اس کی طرف مائل ہو گئے۔ اس سے اور زیادہ محبت ہو گئی۔ اس کے بعد وہ صبح کی طرف متوجہ ہوا اور اسے ایک وسیع مکان میں اتارا اور اسے بھی مال غنیمت میں سے مال کا ایک حصہ دیا۔ اب وہ اپنی ماں کے پاس گیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا جو اسے سفر میں پیش آیا تھا۔

جب بادشاہ کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے خاص خاص لوگوں کو دربار میں بلایا اور ان سے کہا کہ میں تم پر اپنا ایک بھید ظاہر کرنا چاہتا ہوں اور تم سے اپنے دل کی بات کہتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کان ماکان کی وجہ سے ہمیں ایک روز یہ ملک

چھوڑنا پڑے گا کیونکہ اس نے کھرداش کو قتل کیا ہے حالانکہ کردوں اور ترکوں کے بہت سے قبیلے اس کے ساتھ ہیں۔ اس وجہ سے ہمیں تباہ ہو جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ ہمارے لشکر میں اس کے بہت سے رشتہ دار ہیں اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وزیر دندان نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔ اس نے میری نیکیوں اور احسانات پر پانی پھیر دیا اور قسم کھانے کے بعد مجھے دھوکہ دیا۔ مجھے یہ خبر بھی ملی ہے کہ اس نے کئی ملکوں سے فوجیں جمع کی ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ کان ماکان کو بادشاہ بنائے کیونکہ اس کے باپ دادا بادشاہ رہ چکے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ مجھے بلا قتل کئے نہ چھوڑے گا۔ جب حکومت کے خاص لوگوں نے اس کی باتیں سنیں تو وہ کہنے لگے کہ اے بادشاہ، اس کی مجال کیا ہے! اگر ہمیں معلوم نہ ہوتا کہ اس کی تربیت تیرے پاس ہوئی ہے تو ہم میں سے ایک بھی اس کے پاس نہ بھٹکتا۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہم تیرے فرمانبردار ہیں۔ اگر تو چاہتا ہے کہ وہ قتل کر دیا جائے تو ہم اس کو قتل کر دیں گے اور اگر تو چاہتا ہے کہ وہ شہر بدر کر دیا جائے تو ہم اسے شہر بدر کر دیں گے۔ جب بادشاہ نے یہ سنا تو وہ کہنے لگا کہ اس کا قتل کرنا بہتر ہے، لیکن پہلے آپس میں حلف اٹھا لینا چاہیے۔ اس پر انہوں نے آپس میں حلف اٹھایا کہ وہ کان ماکان کو بے قتل کئے نہ چھوڑیں گے۔ جب وزیر دندان یہاں آئے گا اور سنے گا کہ وہ قتل ہو چکا ہے تو اس کی قوت ٹوٹ جائے گی اور وہ اپنے ارادے سے باز آ جائے گا۔ جب وہ لوگ عہد و پیمان باندھ چکے تو بادشاہ نے ان کی بڑی عزت کی اور محل میں چلا گیا۔ لیکن سردار اس سے پھر گئے اور پیادوں نے سوار ہونے اور سواروں نے پیادہ ہونے سے انکار کر دیا تاکہ وہ پہلے دیکھ لیں کہ کیا ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ لشکر کا بڑا حصہ وزیر دندان کے ساتھ ہے۔

جب قضی فکان کو یہ خبر ملی تو اسے بہت رنج ہوا اور اس نے بڑھیا کو بلایا جو اس کے چچیرے بھائی کا پیغام لایا کرتی تھی۔ جب وہ آئی تو اس نے اس کے ساتھ کان ماکان کو خبر بھیجی۔ جب وہ اس کے پاس پہنچی اور اس نے سلام کیا تو وہ خوش ہو گیا

اور بڑھیا نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے سن کر جواب دیا کہ میری چچیری بہن کو سلام کہیو اور کہیو کہ زمین کا مالک خدا ہے، جس کو وہ چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے۔ بڑھیا نے اس کی چچیری بہن کے پاس جا کر اس کا پیغام پہنچایا اور کہنے لگی کہ کان ماکن شہر ہی میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اب بادشاہ ساسان اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ وہ بغداد سے باہر نکلے تو وہ اسے قتل کرنے کے لیے کسی کو پیچھے روانہ کرے۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ وہ شکار کھیلنے لگا اور صبح کے ساتھ تھا کیونکہ وہ رات دن اس کا ساتھ نہ چھوڑتا تھا اور اس نے دس ہرنوں کا شکار کیا۔ من جملہ ان کے ایک سرمہ چشم ہرنی تھی جو گردن موڑ موڑ کر داہنے بائیں دیکھتی جاتی تھی۔ شہزادے نے اسے آزاد کر دیا۔ صبح نے پوچھا کہ تو نے اس کو کیوں آزاد کر دیا؟ اس پر کان ماکن ہنسا اور سب کو آزاد کر دیا اور صبح سے کہنے لگا کہ جس ہرنی کے بچے ہوں، اس کو چھوڑ دینا انسانیت ہے۔ اگر اس ہرنی کے بچے نہ ہوتے تو وہ کبھی داہنے بائیں نہ دیکھتی۔ اس پر صبح نے کہا کہ مجھے بھی آزاد کر دے تاکہ میں اپنے گھر چلا جاؤں۔ شہزادہ ہنسنے لگا اور اس کے قلب پر نیزہ الٹی طرف سے مارا اور وہ گر کر سانپ کی طرح لوٹنے لگا۔

اسی اثناء میں انہوں نے دیکھا کہ گرد اڑتی چلی آ رہی ہ اور سوار ایڑ لگائے آ رہے ہیں اور گرد کے نیچے سوار اور سورا ہیں۔ اس کا سبب یہ تھا کہ لوگوں نے بادشاہ ساسان کو خبر دی تھی کہ کان ماکن سیر کے لیے نکلا ہے اور اس نے ایک دیلمی سردار کو جس کا نام جامع تھا، بہت کچھ انعام دے کر بیس سواروں کے ساتھ بھیجا تھا کہ کان ماکن کو قتل کر ڈالیں۔ جب یہ سوار اس کے پاس پہنچے تو انہوں نے حملہ کیا مگر اس نے ان پر حملہ کر کے سب کو قتل کر ڈالا۔ اتنے میں بادشاہ ساسان سوار ہو کر ان کی خبر کے لیے پہنچا اور دیکھا کہ وہ سب قتل ہو چکے ہیں۔ اس پر اسے سخت حیرانی ہوئی اور جب وہ واپس گیا تو شہر والوں نے اسے گرفتار کر کے اس کی مشکلیں باندھ دیں۔ اب کان ماکن صبح بدو کو لے کر وہاں سے چل دیا۔ وہ چلے جا رہے تھے کہ انہوں

نے دیکھا کہ ایک نوجوان شخص اپنے دروازے پر بیٹھا ہوا ہے اور اس نے اسے سلام کیا اور جوان نے سلام کا جواب دیا اور اندر جا کر دو پیالے لے آیا۔ ایک میں تو دودھ تھا اور دوسرے میں شرید جس میں گھی تیر رہا تھا اور دونوں پیالوں کو کان ماکان کے آگے رکھ دیا اور کہنے لگا کہ ہمارا کھانا کھا کہ ہم پر احسان کر۔ کان ماکان نے کھانے سے انکار کیا۔ جوان نے کہا کہ مرد آدمی، تو کیوں نہیں کھاتا ہے؟ کان ماکان نے کہا کہ میں نے نذر مانی ہے۔ جوان نے کہا کہ کیا نذر مانی ہے؟ اس نے کہا کہ بادشاہ ساسان نے میرا ملک زبردستی چھین لیا ہے۔ حالانکہ مجھ سے پہلے میرے باپ دادا بادشاہ ہوتے چلے آئے ہیں۔ میرے باپ کے مرنے کے بعد وہ زبردستی مالک بن بیٹھا ہے اور میری کم سنی کی وجہ سے مجھے چلتا کیا ہے۔ اس پر میں نے نذر مانی ہے کہ جب تک میں اپنے دشمن سے اپنے دل کی بھڑاس نہ نکال لوں اس وقت تک کسی دوسرے کا کھانا نہ کھاؤں گا۔ جوان نے کہا کہ خوش ہو کہ خدا نے تیری نذر قبول کر لی اور تیرا دشمن ایک مکان میں محبوس ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس اونچے گنبد میں۔ اب کان ماکان کی نظر ایک بلند گنبد پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ لوگ اس گنبد میں جاتے اور ساسان کے طمانچے مارتے ہیں اور وہ موت کے گھونٹ پی رہا ہے۔ کان ماکان اٹھ کر اس گنبد کے پاس گیا اور اس کے اندر دیکھ کر واپس آیا اور کھانے کے لیے بیٹھ گیا اور جتنا کھایا گیا کھایا اور باقی کو اپنی خرابی میں رکھ لیا اور بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور اس کا جوان میزبان سو گیا۔

اب کان ماکان اس گنبد میں گیا جہاں ساسان تھا اور دیکھا کہ اس کے آس پاس کتے پرہ دے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کتا اس کی طرف لپکا۔ اس نے اپنی خرابی میں سے ایک ٹکڑا گوشت کا نکال کر کتے کے آگے پھینک دیا۔ اسی طرح وہ اور کتوں کے آگے گوشت پھینکتا ہوا گنبد کے پاس پہنچا اور اندر داخل ہوا اور بادشاہ ساسان کے پاس پہنچ کر اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کان ماکان جس کے قتل کی تو کوشش کر رہا تھا لیکن خدا نے

تیری تدبیر الٹی کر دی۔ کیا تیرے لیے یہ کافی نہ تھا کہ تو میرے اور میرے باپ دادا کے ملک پر قابض ہو گیا تھا کہ میری جان کے بھی پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے؟ ساسان جھوٹی قسمیں کھانے لگا اور کہا کہ میں تیرے قتل کی کوشش نہیں کر رہا ہوں، یہ خبر بالکل غلط ہے۔ یہ سن کر کان ماکان نے اسے معاف کر دیا اور اس سے کہا کہ میرے ساتھ چل۔ اس نے جواب دیا کہ میں اتنا کمزور ہوں کہ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ کان ماکان نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو ہم دو گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل کی راہ لیں گے اور اس نے ایسا ہی کیا اور وہ اور ساسان سوار کر صبح تک چلتے رہے۔ پھر انہوں نے فجر کی نماز پڑھی اور چل کھڑے ہوئے اور چلتے چلتے ایک باغ میں پہنچے اور وہاں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

کان ماکان نے ساسان سے کہا کہ کیا اب بھی تیرے دل میں میری طرف سے کوئی برائی باقی ہے؟ ساسان نے جواب دیا کہ خدا کی قسم نہیں۔ اب دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ بغداد جائیں۔ صبح بدو نے کہا کہ میں آگے جا کر تمہاری خوشخبری پہنچاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا اور اس نے تمام مرد عورتوں کو خوش خبری سنائی اور لوگ ڈھول اور شہنائیاں لے کر اس کے استقبال کے لیے آئے۔ قضی فکان بھی آئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اندھیری رات میں چاند چمک رہا ہے اور کان ماکان اس سے ملا اور روح کی کشش روح کی طرف ہوئی اور بدن بدن کا مشتاق ہوا۔

لوگوں کی زبان پر سوائے کان ماکان کے اور کوئی ذکر نہ تھا۔ سوار اس کا لوہا مان گئے تھے اور وہ سب سے زیادہ بہادر ہے اور لوگ کہتے تھے یہ ناممکن ہے کہ سوائے کان ماکان کے اور کوئی ہمارا بادشاہ بنے۔ اسے اپنے باپ دادا کی حکومت واپس ملنی چاہیے۔ اب ساسان نہت الزماں کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ لوگوں کی زبان پر سوائے کان ماکان کے کوئی اور ذکر نہیں اور وہ اس کی طرف ایسے اوصاف منسوب کرتے ہیں جن کے بیان سے زبان عاجز ہے۔ مگر سنی سنائی بات ایسی نہیں ہوتی جیسی آنکھ دیکھی۔ میں نے اسے خود دکھا ہے مگر اس میں کوئی کمال اور خوبی نہیں پاتا۔ لوگ ہمیشہ وہ بات نہیں

کہتے جو سنتے ہیں۔ وہ اس کی تعریف اور محبت میں ایک دوسرے کی تقلید کرتے ہیں۔ خدا نے لوگوں کی زبان پر اس کی مدح جاری کر دی ہے۔ یہاں تک کہ بغداد والوں کے دل اس کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور وزیر دندان غدار اور خاں ہے، اس نے کان ماکان کے لیے ہر ملک سے لشکر جمع کیا ہے۔ دنیا میں ایسا کون شخص ہے جو بادشاہ ہو کر ایک یتیم کی فرمانبرداری کرے جس کی کچھ حقیقت نہ ہو۔ نہت الزماں نے کہا کہ آخر تیرا مطلب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں تاکہ وزیر دندان اپنے ارادے میں ناکام ہو اور میرا محکوم اور فرمانبردار ہو جائے اور سوائے میری خدمت کے اس کے لیے اور کوئی چارہ نہ رہے۔ پھر اپنوں کے ساتھ کہنا! بہتر یہ ہے کہ تو اپنی بیٹی قضی فکان کی شادی اس کے ساتھ کر دے۔ جب ساسان نے یہ سنا تو وہ غصے میں بھر گیا اور اس کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تیرے قتل کرنے میں عیب نہ ہوتا تو میں ابھی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا اور تیری زندگی ختم کر دیتا اس نے کہا کہ تجھے غصہ کیوں آگیا؟ میں تو تیرے ساتھ مذاق کرتی تھی۔ یہ کہہ کر وہ اٹھی اور ساسان کا سر اور ہاتھ چومنے لگی اور کہا کہ ٹھیک وہی ہے جو تیری رائے ہے۔ ابھی ہم مل کر اس کے قتل کرنے کا کوئی حیلہ نکالتے ہیں۔ جب اس نے یہ سنا تو خوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ جلدی کوئی حیلہ نکال اور میری تکلیف دور کر کیونکہ میری سمجھ میں کوئی ترکیب نہیں آتی۔ اس نے کہا کہ ابھی ایک حیلے سے اس کی زندگی کا ختمہ کئے دیتی ہوں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کیونکر؟ اس نے جواب دیا کہ اپنی کنیز کے ذریعے جس کا نام باکون ہے کیونکہ وہ مکر و فریب میں استاد ہے۔ یہ کنیز ایک بڑی مکار بڑھیا تھی اور بدذاتی نہ کرنا اس کے مذہب میں جائز نہ تھا اس نے کان ماکان اور قضی فکان، دونوں کو پالا تھا اور کان ماکان کو اس سے بہت انس تھا حتیٰ کہ وہ اس کی پائنتی سویا کرتا تھا۔ جب بادشاہ ساسان نے اپنی بیوی سے یہ باتیں سنیں تو وہ کہنے لگا کہ بس یہی رائے ٹھیک ہے اور اس نے کنیز کو بلایا اور

اس سے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ وہ کان ماکان کو قتل کرنے کی کوشش کرے اور اس کے ساتھ بڑی نیکیاں کرنے کا وعدہ کیا۔ بڑھیا نے کہا کہ تیرا حکم میرے سر آنکھوں پر لیکن میں چاہتی ہوں کہ تو مجھے زہر میں بجھا ہوا خنجر دے تاکہ میں اس کا جلد کام تمام کر دوں۔ ساسن نے کہا کہ شاباش! اور اسے ایک خنجر دیا جو موت سے بھی جلد کام کرتا تھا اس پر بڑھیا نے بہت سے حکایتیں اور اشعار سنے تھے اور اسے بہت سے لطیفے اور قصے یاد تھے۔ اس نے خنجر لیا اور یہ سوچتی ہوئی وہاں سے چل دی کہ کس طرح اسے ہلاک کیا جائے اور کان ماکان کے پاس پہنچی۔ وہ بیٹھا ہوا شنرا دی قضی فکان کے وعدے کا انتظار کر رہا تھا۔ آج رات اسے اس کی بہت یاد آ رہی تھی اور اس کی محبت اس کے دل میں شعلہ زن تھی۔

وہ اسی حالت میں تھا کہ کنیز باکون اس کے پاس پہنچی اور کہنے لگی کہ وصال کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور جدائی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ جب اس نے شنرا دی کو یہ خبر سنائی تو اس نے بڑھیا سے پوچھا کہ قضی فکان کا کیا حال ہے؟ باکون نے کہا کہ وہ دن رات تیری محبت میں گرفتار ہے۔ یہ سن کر کان ماکان کھڑا ہو گیا اور اپنا دو شالہ اتار کر اسے دے دیا اور اس سے اور بہت سی بھلائیاں کرنے کا وعدہ کیا۔ بڑھیا نے کہا کہ آج رات میں تیرے پاس سوؤں گی اور تجھے کہانیاں سناؤں گی جو میں نے سنی ہیں اور مجنوں عاشقوں کے قصے بیان کروں گی جو محبت کے مرض میں گرفتار ہیں۔ کان ماکان نے کہا کہ ایسی کہانی سنا جس سے میرا دل خوش اور میرا غم غلط ہو جائے۔ باکون نے کہا کہ بسر و چشم۔ یہ کہہ کر وہ اس کے پہلو میں بیٹھ گئی اور خنجر کو اپنے کپڑوں میں چھپا لیا۔

بڑھیا نے کہا کہ سب سے زیادہ نفیس کہانی جو میرے کانوں نے سنی ہے یہ ہے کہ ایک شخص خوبصورت عورتوں سے بہت محبت کرتا ہے، حتیٰ کہ اس نے اپنا سارا مال ان پر خرچ کر دیا اور قلائچ فقیر ہو گیا اور دنیا سے تنگ آ گیا اور اپنی روزی کے لیے بازاروں میں بھیک مانگنے لگا۔ ایک دن وہ اسی طرح چلا رہا تھا کہ ایک لوہے کی کیل اس کی انگلی میں چبھ گئی اور اس سے خون بہنے لگا۔ اس نے بیٹھ کر خون پونچھا اور انگلی پر پٹی باندھی اور کراہتا ہوا اٹھا اور ایک حمام کے پاس سے گزرا اور اس کے اندر داخل ہوا اور اپنے کپڑے اتارے۔ جب وہ حمام کے اندر تھا تو اس نے دیکھا کہ وہ کیسا صاف ستھرا ہے اور حوض پر بیٹھ گیا اور اپنے سر پر پانی ڈالنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ تھک گیا۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو تینتالیس ویں رات

جب ایک سو تینتالیس ویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ، وہ حوض پر بیٹھ کر اپنے سر پر پانی ڈالنے لگا یہاں تک کہ وہ تھک گیا اور ٹھنڈے حوض پر پہنچا۔ یہاں کوئی اور نہ تھا اور اس نے اپنے آپ کو اکیلا دیکھ کر ایک نکلزا بھنگ کا نکالا اور اسے نگل گیا۔ بھنگ فوراً اس کے سر میں چڑھ گئی اور وہ مرمر کے فرش پر لیٹ گیا اور بھنگ کے اثر سے اسے یہ معلوم ہونے لگا کہ ایک بہت بڑا رئیس اس کے بدن کی مالش کر رہا ہے اور دو غلام اس کے سرہانے کھڑے ہیں، ایک کے ہاتھ میں پانی کا کونڈا ہے اور دوسرے کے پاس حمام کا سامان اور جن جن چیزوں کو حماچی کو میرے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے اور یا یہ بھی میری طرح بھگڑا ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے دونوں پاؤں پھیلا دیئے اور اسے یہ نظر آیا کہ حماچی اس سے کہتا ہے کہ اے میرے آقا، تیرے نکلنے کا وقت آ گیا ہے اور آج تیری باری ہے۔ اس پر وہ ہنس پڑا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اے بھنگ، ماشاء اللہ! اس کے بعد وہ چپ چاپ بیٹھ گیا اور حماچی اٹھا اس کی کمر میں سیاہ ریشم کا ایک پٹکا باندھا اور اسے ہاتھ پکڑ کر لے چلا اور دونوں غلام کونڈا اور دیگر سامان لیے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے اور چلتے چلتے ایک کمرے میں پہنچے۔ وہاں انہوں نے خوشبوئیں جلائیں اور اس نے دیکھا کہ وہاں پھل اور عطریات بھری پڑی ہیں۔ اب انہوں نے اس کے لیے ایک تربوز کاٹا اور اسے آبنوس کی کرسی پر بٹھایا اور دونوں غلاموں نے اس پر پانی ڈالنا اور حماچی نے اسے نہلانا شروع کیا۔ اس کے بعد انہوں نے خوب اس کی مالش کی اور اس سے کہا کہ اے ہمارے آقا وزیر، خدا تجھے ہمیشہ نعمتوں میں رکھے! یہ کہہ کر وہ باہر چلے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔

جب اس کے تخیل میں یہ باتیں آئیں تو وہ اٹھا اور پٹکے کو اپنی کمر سے کھولا اور دیر

[illegible]

تھی۔

جب کان ماکان نے کنیر سے یہ کہانی سنی تو مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ گیا، اور باکون سے کہنے لگا کہ اے میری آیا، یہ نہایت عجیب کہانی ہے، ایسی میں نے آج تک نہیں سنی، کیا تجھے اور کوئی کہانی یاد ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں اور وہ کان ماکان کو دوسری خرافات اور مزاحیہ کہانیاں سننے لگی یہاں تک کہ اسے نیند آگئی اور کنیر اس کے سرہانے بیٹھی رہی۔ یہاں تک کہ رات کا بڑا حصہ گزر گیا۔ اب اس نے اپنے دل میں کہا کہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے اور اٹھ کر خنجر کھینچ لیا اور کان ماکان کی طرف لپکی، چاہتی ہی تھی کہ اسے زنج کر ڈالے کہ اتنے میں کان ماکان کی ماں آ پہنچی۔ جب باکون نے اسے دیکھا تو اس کا خیر مقدم کیا اور اس پر خوف طاری ہو گیا اور وہ کانپنے لگی گویا کہ اسے بخار چڑھا ہے۔ جب کان ماکان کی ماں نے اسے دیکھا تو اسے تعجب ہوا اور اس نے اپنے بیٹے کو نیند سے جگایا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اس کی ماں وہاں موجود ہے۔ ماں کا آ جانا اس کے زندہ رہنے کا باعث تھا اور وہ اس وجہ سے آئی تھی کہ قضی فکان کو معلوم ہو گیا تھا کہ کان ماکان کے قتل کا مشورہ ہوا ہے اور اس نے اس کی ماں سے کہا تھا کہ چچی، قبل اس کے کہ پتیا باکون اس کو قتل کرے تو وہاں پہنچ جا، اس نے سارا ماجرا شروع سے آخر تک بیان کر دیا تھا۔ ماں بدحواس ہو کر چل کھڑی ہوئی اور اسی وقت پہنچی جب کہ وہ سو چکا تھا اور باکون نے اس کے قتل کی ٹھان لی تھی۔ جب ماں نے جگایا تو وہ کہنے لگا کہ اماں، تو خوب وقت پر آئی کیونکہ میری آیا باکون آج رات میرے پاس ہے اور وہ باکون کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تجھے میری جان کی قسم، کیا ان کہانیوں سے اور اچھی بھی کوئی کہانی تجھے یاد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جو میں بیان کر چکی ہوں اس میں اور اس میں جواب بیان کروں گی زمین آسمان کا فرق ہے کیونکہ وہ کہیں زیادہ شیریں ہو گی لیکن وہ کہانی میں کسی اور وقت کہوں گی۔

یہ کہہ کر باکون اٹھ کھڑی ہوئی مگر اسے یقین نہ آتا تھا کہ وہ بچ جائے گی اور کان ماکان نے کہا کہ خدا حافظ۔ باکون تاڑ گئی تھی کہ اس کی ماں کو سارا واقعہ معلوم ہو گیا ہے اور وہ جلدی سے چلتی ہوئی۔

اب اس کی ماں نے کہا کہ بیٹا، یہ مبارک رات ہے کیونکہ آج رات اس ملعونہ کے ہاتھ سے تیری جان بچ گئی۔ اس نے پوچھا کہ یہ کیونکر؟ ماں نے شروع سے لے کر آخر تک سارا ماجرا بیان کر دیا۔ بیٹے نے کہا کہ اماں جان جس کی قسمت میں زندہ رہنا لکھا ہو، اسے کوئی مار نہیں سکتا اور اگر اسے کوئی قتل بھی کرے تو وہ مرے گا نہیں لیکن مصلحت یہ ہے کہ ہم ان دشمنوں کے پاس سے چلے جائیں اور پھر خدا کی جو مرضی ہو وہ کرے۔

جب صبح ہوئی تو کان ماکان شہر چھوڑ کر وزیر دندان سے جا ملا۔ اس کے جانے کے بعد بادشاہ ساسان اور نہت الزماں میں کچھ ایسی باتیں پیش آئیں کہ وہ بھی شہر چھوڑ کر ان سے جاملی اور بادشاہ ساسان کے سارے درباری جو ان لوگوں سے محبت رکھتے تھے، ان سے جا ملے۔ اب سب کے سب بیٹھ کر تدبیریں سوچنے لگے اور اس بات پر سب متفق ہوئے کہ روم کے ملک پر جہاد کر کے بدلہ لیں۔ اب وہ روم کی طرف جنگ کرنے گئے اور روم کے بادشاہ رومزان نے ان کو گرفتار کر لیا اس کی تشریح بہت طول طویل ہے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ رومزان نے کہا کہ کان ماکان اور وزیر دندان اور اس کے ساتھیوں کو حاضر کیا جائے۔ جب وہ حاضر کئے گئے تو اس نے انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا اور حکم دیا کہ دسترخوان بچھائے جائیں اور جب وہ بچھ چکے تو ان سب نے کھایا پیا اور انہیں اطمینان ہوا کیونکہ جب وہ دربار میں طلب کئے گئے تھے تو ان کو موت کا یقین ہو گیا تھا اور وہ ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ ہم محض قتل ہونے کے لیے بلائے جا رہے ہیں۔

جب انہیں اطمینان ہو گیا تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور جب میں نے اسے رہبانوں سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ سوائے دندان کے

اور کوئی اس کی تعبیر بیان نہیں کر سکتا ہے۔ وزیر نے کہا کہ جہاں پناہ خیر تو ہے تو نے کیا خواب دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے وزیر میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اندھے کنوئیں کی طرح ایک گڑھا ہے اور میں اس میں پڑا ہوں اور لوگ مجھے مار رہے ہیں۔ میں اٹھ کر نکلنا چاہتا ہوں مگر جونہی اٹھتا ہوں گر پڑتا ہوں اور اس گڑھے سے نکل نہیں سکتا۔ اب میں نے مڑ کر دیکھا تو اس گڑھے میں مجھے سونے کی ایک پیٹی نظر آئی۔ جب میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھایا تو معلوم ہوا کہ ایک نہیں دو پیٹیاں ہیں۔ میں نے دونوں کو کمر سے باندھ لیا اور دونوں ایک ہو گئیں۔ اے وزیر یہ میرا خواب ہے اور جس وقت میں نے اسے دیکھا تو میں بڑے مزے میں تھا۔ وزیر دندان نے کہا کہ اے میرے آقا سلطان تیرے خواب کی یہ تعبیر ہوئی کہ تیرا کوئی بھائی یا بھتیجا یا چچرا بھائی ہے یا کوئی اور رشتے دار ہے جو تیرے ہی گوشت و پوست سے ہے۔ بہر حال وہ قریبی رشتے دار ہے۔ جب بادشاہ نے یہ باتیں سنیں تو اس نے کان ماکان اور نہت الزماں اور قضی فکان اور وزیر دندان کو نظر اٹھا کر دیکھا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر میں ان کی گردنیں اڑا دوں تو ان کے مر جانے کی وجہ سے ان کے لشکر کے دل ٹوٹ جائیں گے اور میں جلد اپنے ملک کو واپس جا سکوں گا تا کہ کہیں سلطنت میرے ہاتھ سے نہ جاتی رہے۔ جب اس نے یہ ٹھان لی تو جلاد کو بلا کر حکم دیا کہ کان ماکان کی گردن فوراً اڑا دے۔ اتنے میں بادشاہ کی آیا وہاں پہنچی اور کہنے لگی کہ اے نیک بخت بادشاہ تو کس سوچ میں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس سوچ میں ہوں کہ اپنے قیدیوں کو قتل کر ڈالوں اور ان کے سروں کو ان کے لشکر میں پھینک دوں اور اپنے لشکر کے ساتھ ان پر دھاوا بول دوں جو قتل ہوں گے وہ قتل ہوں گے اور باقی بھاگ جائیں گے اور لڑائی کا فیصلہ ہو جائے گا اور اس سے قبل میری حکومت میں کوئی حادثہ گزرے میں وطن واپس پہنچ جاؤں۔

جب آیا نے بادشاہ کی باتیں سنیں تو وہ اس کی طرف مخاطب ہو کر فرنگی زبان میں کہنے لگی کہ تو یہ کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ خود اپنے بھتیجے اور بہن اور بھانجے کو قتل

کرے۔ جب بادشاہ نے اپنی آیا سے یہ بات سنی تو وہ طیش میں آ گیا اور کہنے لگا کہ اے ملعونہ، کیا تجھے معلوم نہیں کہ میری ماں قتل ہوئی ہے اور میرے باپ کو زہر دیا گیا ہے اور تو نے مجھے ایک ہیرا دیا ہے کہ یہ ہیرا میرے باپ کا ہے۔ کیا یہ ساری باتیں جھوٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ، جو کچھ میں نے تجھ سے کہا تھا سچ ہے لیکن میرے اور تیرے واقعات عجیب و غریب ہیں۔ تجھے یہ تو معلوم ہے کہ میرا نام مرجانہ ہے اور تیری ماں ابرینہ تھی جو انتہا درجے کی خوبصورت تھی اور جس کی بہادری ضرب المثل تھی اور شجاعت کی وجہ سے وہ سورماؤں میں مشہور تھی اور تیرا باپ بغداد و خراسان کا فرماں روا بادشاہ عمر بن النعمان تھا۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس نے اپنے بیٹے کو اس وزیر دندان کے ساتھ ایک جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ انہوں نے جو کچھ کیا سو کیا مگر تیرا بھائی شہزادہ شرکان تنہا لشکر سے آگے نکل گیا اور اس کی ملاقات تیری ماں شہزادی ابرینہ سے محل میں ہو گئی، اس وقت ہم لوگ تیری ماں کے ساتھ کشتی لڑنے کے لیے ایک تنہا جگہ میں آئے ہوئے تھے اور وہاں ہم نے شرکان کو دیکھا جو تیری ماں سے کشتی لڑا اور تیری ماں نے اسے اپنے حسن و شجاعت کی وجہ سے پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد تیری ماں نے اسے پانچ دن تک اپنے محل میں مہمان رکھا۔ یہ خبر اس کی دادی شواہی نے جس کا لقب ذات الدواہی تھا اس کے باپ کو پہنچائی۔ تیری ماں تیرے بھائی شرکان کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکی تھی اور وہ اسے چھپا کر بغداد لے گیا اور ریحانہ اور بیس کنیریں اس کے ساتھ تھیں اور ہم سب شہزادہ شرکان کے ہاتھ پر اسلام لا چکے تھے۔

جب ہم تیرے باپ بادشاہ عمر بن النعمان کے پاس پہنچے اور اس کی نظر تیری ماں شہزادی ابرینہ پر پڑی تو وہ اس پر عاشق ہو گیا اور ایک رات اس کے پاس جا کر اس سے ہم خلوت ہوا اور تیرا حمل رہ گیا۔ تیری ماں کے پاس تین ہیرے تھے جو اس نے تیرے باپ کو دے دیئے تھے۔ اس نے ان میں سے ایک ہیرا اپنی بیٹی نہت الزماں کو دیا اور دوسرا تیرے بھائی ضوء المکان کو اور تیسرا تیرے بھائی شہزادہ شرکان کو۔ شرکان

سے وہ ہیرا شنزادی ابرینہ نے لے لیا اور تیرے لیے اٹھا رکھا۔ جب ولادت کا زمانہ قریب ہوا تو تیری ماں کو اپنے خاندان والوں سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور اس نے اس کا ذکر مجھ سے کیا اور میں ایک حبشی غلام کے پاس گئی جس کا نام غضبان تھا اور اسے چپکے سے سارا ماجرا کہہ سنایا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ ہمارے ساتھ سفر کرے۔ وہ غلام ہمیں لے کر شہر سے بھاگ نکلا۔ اب تیری ولادت کا زمانہ قریب تھا۔ جب ہم اپنے ملک کی سرحد کے قریب ایک تنہا جگہ میں پہنچے تو تیری ماں کو نہ کا درد محسوس ہوا اور غلام کے دل میں برا خیال پیدا ہوا اور جب وہ اس کے پاس آیا اور اس سے بد فعلی کرنا چاہتا تھا تو اس نے غلام کو زور سے ڈانٹا اور سہم گئی اور اس ڈر کی وجہ سے فوراً تیری ولادت ہو گئی۔ اسی وقت جنگل میں ہمارے ملک کی طرف سے ایک گرد اٹھتی دکھائی دی جو اڑ کر اتنی بلند ہوئی کہ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ غلام کو اپنی جان کا ڈر لگا اور اس نے شنزادی ابرینہ پر تلوار سے وار کیا اور اسے قتل کر ڈالا کیونکہ اسے طیش آ گیا تھا اور گھوڑے پر چڑھ کر فوراً چلتا بنا۔ جب گرد ہٹی تو اس میں سے تیرا نانا بادشاہ خردوب روم کا حکمران دکھائی دیا۔ جب اس کی نظر اپنی بیٹی تیری ماں پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ وہ قتل کی ہوئی زمین پر پڑی ہے تو اسے بہت صدمہ ہوا اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ وہ کس طرح قتل ہوئی اور اپنے باپ کے ملک سے کیوں بھاگ آئی؟ اس پر میں نے شروع سے آخر تک سارا ماجرا بیان کر دیا اور یہی ہے سبب رومیوں اور بغدادیوں کے درمیان عداوت کا۔ اب ہم نے تیری مقتول ماں کو لے جا کر دفن کیا اور میں نے تجھے لے جا کر تیری پرورش کی اور جو ہیرا شنزادی ابرینہ کے پاس تھا اسے تیرے گلے میں ڈال دیا۔ جب تو بڑا ہو کر بالغ ہوا اس وقت بھی میرے لیے ناممکن تھا کہ تجھے اصلی حالت سے مطلع کروں کیونکہ اگر میں یہ ساری باتیں بیان کرتی تو تمہارے درمیان جنگ ہو جاتی اور دوسری بات یہ ہے کہ تیرے نانا نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ان باتوں کو پوشیدہ رکھوں۔ پھر میری کیا مجال تھی کہ میں روم کے بادشاہ خردوب کی نافرمانی کر سکوں! بس یہی وجہ ہے کہ میں نے تجھے

اس بات سے مطلع نہیں کیا بادشاہ عمر بن النعمان تیرا باپ ہے۔ میرا خیال تھا کہ جب تیرے ہاتھ میں حکومت آ جائے گی تو میں تجھ سے بیان کر دوں گی، مگر اے جہاں پناہ مجھے آج سے پہلے اس بات کا موقع نہیں ملا کہ میں تجھ سے بیان کر دوں۔ بس یہی باتیں میرے دل کے اندر تھیں جو میں نے اب تجھ پر ظاہر کر دی ہیں۔ اب تو جو بہتر سمجھتا ہے کر۔

تمام قیدی بادشاہ کی آیا کنیز مرجانہ کی یہ باتیں سن رہے تھے۔ اس پر نہت الزماں نے زور سے ایک چیخ ماری اور کہنے لگی کہ یہ بادشاہ رومزان میرا بھائی اور میرے باپ عمر بن النعمان کا بیٹا ہے اور اس کی ماں روم کے بادشاہ خردوب کی بیٹی شہزادی ابرینہ ہے! میں اس کی کنیز مرجانہ کو خوب پہچانتی ہوں۔ بادشاہ رومزان یہ سن کر حیران ہو گیا اور اپنا قصہ سن کر اسے سخت حیرانی ہوئی اور اس نے فوراً نہت الزماں کو اپنے پاس بلایا جب بادشاہ نے اس کی طرف دیکھا تو خون کی کشش خون کی طرف ہونے لگی اور اس نے اس سے اپنا قصہ پوچھا۔ نہت الزماں نے ہو بہو وہی قصہ بتایا جو بادشاہ کی آیا مرجانہ نے بیان کیا تھا۔ اب بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ وہ عراقی ہے، اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ کہ اس کا باپ بادشاہ عمر بن النعمان، اس پر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنی بہن نہت الزماں کی بیڑیاں کھول دیں۔ یہ دیکھ کر وہ آگے بڑھی اور اس نے بادشاہ کے ہاتھ چومے اور رونے لگی۔ اسے روتا دیکھ کر بادشاہ بھی رو پڑا اور برادرانہ محبت اس کے دل میں بیٹھ گئی اور اپنے بھتیجے کان ماکان کی طرف بھی اس کے دل میں کشش ہونے لگی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے جلاد کے ہاتھ سے تلوار لے لی۔ اس پر قیدیوں کو یقین ہو گیا کہ اب ہم مارے گئے۔ ادھر ان کا خیال تھا اور ادھر بادشاہ نے ان کو اپنے پاس بلا کر ان کی بیڑیاں کھول دیں اور اپنی آیا مرجانہ سے کہا کہ جو قصہ تو نے مجھے سنایا ہے انہیں بھی سننا۔ مرجانہ نے کہا کہ اے بادشاہ، یہ بوڑھا شخص وزیر دندان ہے اور وہ میرا سب سے بڑا گواہ ہے کیونکہ وہ تمام باتوں سے ٹھیک ٹھیک واقف ہے۔ یہ کہہ کر اس نے ان لوگوں اور

روی اور فرنگی بادشاہوں کے سامنے جو وہاں موجود تھے ساری باتیں دہرائیں اور نہت الزماں اور وزیر دندان اور ان کے سامنے جتنے قیدی تھے سب نے اس کی تصدیق کی۔ اس گفتگو کے بعد کنیز مرجانہ کی نظر کان ماکان پر پڑی اور اس نے دیکھا کہ اس کے گلے میں وہ ہیرا پڑا ہوا ہے جس کی طرح کے دو ہیرے شہزادی ابرینہ کے پاس تھے۔ اسے پہچان کر مرجینا ایسی زور سے چیخ اٹھی کہ تمام ہوا گونج گئی اور وہ بادشاہ سے کہنے لگی کہ بیٹا، اب میرا یقین اور بھی بڑھ گیا کیونکہ یہ ہیرا جو اس قیدی کے گلے میں ہے اس دوسرے ہیرے کی طرح ہے جو میں نے تیرے گلے میں ڈالا تھا اور یہی قیدی تیرا بھتیجا ہے اور اس کا نام کان ماکان ہے یہ کہہ کر مرجانہ کان ماکان کی طرف متوجہ ہوئی اور اس سے کہنے لگی کہ جہاں پناہ ذرا یہ ہیرا مجھے دکھا اس نے وہ ہیرا گلے سے اتار کر اس کنیز کو دے دیا جو بادشاہ رومزان کی آیا تھی۔ جب وہ اس ہیرے کو لے چکی تو اس نے نہت الزماں سے تیسرے ہیرے کے متعلق دریافت کیا، اور اس نے تیسرا ہیرا بھی اسے دے دیا۔ دونوں ہیرے اس کے ہاتھ میں آ گئے تو اس نے انہیں بادشاہ رومزان کے سامنے پیش کیا اور اسے یقین آ گیا کہ سارا ماجرا سچ ہے اور اسے اس بات کی تحقیق ہو گئی کہ وہ بادشاہ کان ماکان کا چچا ہے اور بادشاہ عمر بن النعمان اس کا باپ ہے۔ اب وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور وزیر دندان کو گلے لگا لیا اور پھر بادشاہ کان ماکان کو گلے لگایا اور ہر طرف سے خوشی کے نعرے بلند ہونے لگے۔

یہ خوش خبری فوراً چاروں طرف پھیل گئی اور نقارے اور ڈھول بجنے لگے اور بانسریوں کی آوازیں آنے لگیں اور لوگ خوشیاں منانے لگے۔ جب عراق اور شام کے لشکروں نے سنا کہ رومیوں کی طرف سے خوشی کی آوازیں آ رہی ہیں تو وہ سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ حتیٰ کہ ملک زبل خان بھی سوار ہو گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ خدا جانے کہ فرنگی اور رومی لشکر کیوں خوشی کے نعرے مار رہے ہیں! عراقی لشکر آگے بڑھا اور انہوں نے جنگ کا تہیہ کر لیا اور اس میدان میں آ گئے جو لڑائی اور نیزہ بازی کی جگہ تھی۔ جب بادشاہ رومزان کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ

لشکر آگے بڑھ رہے ہیں اور لڑائی کے لیے تلے ہوئے ہیں۔ اس نے لوگوں سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس پر اس نے اپنی بھتیجی قضی فکان سے کہا کہ فوراً شام اور عراق کے لشکروں کے پاس جا کر انہیں سارے واقعے سے مطلع کر اور یہ کہ بادشاہ رومزان کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ وہ بادشاہ کان ماکن کا چچا ہے۔ قضی فکان خوش ہو کر روانہ ہوئی اور ملک زبل خان کے پاس پہنچ کر اسے سلام کیا اور اس سے سارا واقعہ بیان کیا اور یہ کہ اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بادشاہ رومزان اس کا اور کان ماکن کا چچا ہے۔ جب وہ اس کے پاس پہنچی تو وہ رو رہا تھا اور امرا اور اراکین کے متعلق وہ ڈر رہا تھا۔ جب اس نے سارا ماجرا شروع سے آخر تک بیان کیا تو سب کا غم غلط ہو گیا اور وہ خوش ہو گئے اور ملک زبل خاں اور تمام امرا اور اراکین سوار ہو گئے اور قضی فکان ان کے آگے آگے روانہ ہو کر ان کو بادشاہ رومزان کے سراپردے میں لے گئی جب وہ اس کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ اور اس کا بھتیجا بادشاہ کان ماکن کے ساتھ بیٹھے ہیں اور وہ وزیر دندان سے ملک زبل خان کے متعلق مشورہ کر رہا ہے اور دونوں اس پر متفق ہو گئے ہیں کہ اسے دمشق سپرد کر دیا جائے اور وہ پہلے کی طرح اس کا حاکم رہے اور باقی سب لوگ عراق جائیں۔ لہذا انہوں نے زبل خان کو دمشق کا حاکم بنا دیا اور اسے وہاں جانے کا حکم دے دیا جو اپنا لشکر لے کر دمشق روانہ ہو گیا اور وہ لوگ اسے رخصت کرنے کچھ دور تک اس کے ساتھ گئے اور پھر واپس آ گئے اور لشکروں کو عراق کی طرف کوچ کا حکم دے دیا اور دونوں لشکر شہر و شکر ہو گئے۔

اب بادشاہ نے آپس میں کہا کہ ہمارے دلوں کو اس وقت تک اطمینان نہ ہو گا اور ہمارا غصہ اس وقت تک ٹھنڈا نہ ہو گا جب تک کہ ہم بڑھیا شواہی سے جس کا لقب ذات الدواہی ہے، بدلہ نہ لے لیں اور اپنا دھبہ نہ دھو لیں۔ اب بادشاہ رومزان اپنے امرا اور اراکین کو لے کر روانہ ہو گیا اور سلطان کان ماکن اپنے چچا بادشاہ رومزان سے بڑا خوش تھا اور کنیز مرجانہ کو دعائیں دیتا تھا کہ اس نے ایک دوسرے کو آپس

میں پہچنوا دیا۔ اب وہ کوچ کرتے کرتے اپنے ملک میں پہنچے۔ جب بڑے حاجب ساسان کو یہ خبر ملی تو وہ شہر سے نکلا اور اس نے بادشاہ رومزان کے ہاتھ چومے اور اس نے حاجب کو خلعت عطا کیا۔ اس کے بعد بادشاہ رومزان بیٹھا اور اس نے اپنے بھتیجے بادشاہ کان ماکان کو اپنے پہلو میں بٹھایا۔ کان ماکان نے اپنے چچا بادشاہ رومزان سے کہا کہ اے چچا، یہ ملک اب سوائے تیرے اور کسی کے قابل نہیں ہے مگر اس نے جواب دیا کہ معاذ اللہ میں تیری حکومت میں حصہ دار ہوں۔ وزیر دندان نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں برابر کے حکمران ہوں اور ہر ایک ایک دن حکومت کرے۔ اس پر دونوں راضی ہو گئے۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو چوالیسویں رات

جب ایک سو چوالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ ایک دن ایک حکومت کرے گا اور ایک دن دوسرا۔ اس کے بعد انہوں نے دعوتیں دیں اور قربانیاں لکیں اور خوشیاں منائیں اور ایک مدت اسی طرح گزاری۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر کان ماکان راتیں اپنی چچیری بہن قضی فکان کے ساتھ بسر کرتا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ اپنی حالت کی بہتری پر بیٹھے خوشی منا رہے تھے کہ انہیں گرد اٹھتی دکھائی دی جو اڑ کر بلند ہوئی اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور ایک سوداگر چلاتا ہوا اور دہائی مانگتا ہوا وہاں پہنچا اور کہنے لگا کہ جہاں پناہو، یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کافروں کے ملک سے تو میں صحیح و سلامت گزروں اور تمہارے ملک جو عدل و امان

کا ملک ہے لوٹ لیا جاؤں۔ بادشاہ رومزان نے آگے بڑھ کر اس کا حال پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں ایک تاجر ہوں اور وطن چھوڑے ہوئے مجھے زمانہ ہو گیا ہے۔ بیس سال سے میں مختلف ملکوں کا سفر کر رہا ہوں۔ میں دمشق سے ایک خط لایا ہوں جو مرحوم شہزادہ شرکان کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اسے

ایک کنیز پیش کش کی تھی۔ جب میں ہندوستان کی نایاب چیزوں کے سو بوجھے لے کر اس ملک میں داخل ہوا اور بغداد کے قریب پہنچا جو تمہاری حکومت کا دارالسلطنت ہے اور امن اور انصاف کی جگہ ہے تو ہمارے اوپر بدوؤں اور کردوں کا ایک جتھہ ٹوٹ پڑا جو مختلف جگہوں سے آ کر جمع ہوئے تھے اور انہوں نے میرے غلاموں کو مار ڈالا اور میرا مال لوٹ لیا۔ بس یہ ہے تشریح میرے حال کی۔ یہ کہہ کر وہ سوداگر بادشاہ رومزان کے آگے رونے لگا اور کمر ٹیک کر فریاد کرنے لگا۔ بادشاہ کو اس پر ترس آیا اور اس کا دل پیچ گیا۔ اسی طرح اس کے بھتیجے بادشاہ کان ماکان کو بھی اس پر رحم آیا اور انہوں نے قسم کھائی کہ ہم ان ڈاکوؤں کا پیچھا کریں گے۔

یہ کہہ کر وہ سو سواروں کو لے کر نکل کھڑے ہوئے جن میں ایک، ایک، ہزاروں کا جواب تھا۔ تاجر آگے آگے چلتا اور انہیں راستہ بتاتا جاتا تھا۔ اس طرح وہ دن بھر اور رات بھر چلتے رہے اور دوسری صبح کو وہ ایک وادی میں پہنچے جہاں نہریں بہہ رہی تھیں اور بہت سے درخت تھے۔ وہاں انہوں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس تاجر کا مال آپس میں تقسیم کر کے ادھر ادھر پڑے ہوئے تھے مگر کچھ سامان ابھی باقی تھا۔ اب سو سواروں نے ان پر دھاوا بول دیا اور انہیں چاروں طرف سے آگھیرا اور بادشاہ رومزان اور اس کے بھتیجے بادشاہ کان ماکان نے نعرے بلند کئے اور ذرا سی دیر میں ان سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان کی تعداد تین سو سوار کے قریب تھی۔ جن میں طرح طرح کے بدمعاش بدو شامل تھے۔ جب وہ سب گرفتار ہو گئے تو سوداگر کا جو مال ان کے پاس تھا وہ سب ان سے چھین لیا گیا اور ان کی مشکیں باندھ کر انہیں بغداد لے چلے۔ اب بادشاہ رومزان اور اس کا بھتیجا بادشاہ کان ماکان ساتھ ساتھ ایک تخت پر بیٹھے اور سب ڈاکو ان کے سامنے پیش کئے گئے اور انہوں نے ان سے ان کا ماجرا پوچھا اور یہ کہ ان کے سردار کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے سردار محض تین تین ہیں اور انہوں نے ہمیں مختلف ملکوں اور جگہوں سے اکٹھا کیا ہے۔ دونوں بادشاہوں نے کہا کہ بتاؤ وہ کون کون ہیں اور انہوں نے بتایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے اور باقیوں کو چھوڑ دیا جائے اور ان کا تمام مال لے کر سوداگر کو واپس دے دیا جائے۔ جب سوداگر نے اپنے کپڑوں اور مال کا جائزہ لیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا ایک چوتھائی حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ بادشاہ نے اس سے وعدہ کیا کہ جو مال ضائع ہو چکا ہے وہ اس کا ڈنڈ بھر دیں گے۔

اب سوداگر نے دو خط نکالے، ایک تو شرکان کے قلم سے لکھا ہوا تھا اور دوسرا نہبت الزماں کے قلم کا۔ یہ وہی سوداگر تھا جس نے نہبت الزماں کو بدو کے ہاتھ سے خریدا تھا جب کہ وہ لڑکی تھی اور اسے شرکان کے ہاتھ بیچا تھا اور اس کا اور اس کے بھائی کا ماجرا بیان کیا جا چکا ہے۔ بادشاہ کان ماکان نے دونوں خطوں کو غور سے دیکھا اور

اپنے چچا شرکان کا خط پہچان لیا اور چونکہ اسے اپنی پھوپھی نہت الزماں کی سرگزشت سے آگاہی تھی لہذا وہ دوسرا خط لے کر جو اس سوداگر کو دیا تھا جس کا مال لوٹا گیا تھا اس کے پاس گیا اور اس سے سوداگر کا قصہ شروع سے لے کر آخر تک بیان کیا۔ نہت الزماں کو اس سوداگر کی یاد آگئی اور اس نے اپنا خط پہچان لیا اور سوداگر کو کھانا بھیجا اور اپنے بھائی بادشاہ رومزان اور اپنے بھتیجے بادشاہ کان ماکان سے کہا کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ کان ماکان نے حکم دیا کہ اسے بہت سا مال اور حبشی اور گورے غلام دیئے جائیں کیونکہ اس نے بڑی خدمت کی ہے اور نہت الزماں نے اسے ایک لاکھ درہم بھیجے اور پچاس بوجھے سوداگری کے مال کے اور بہت سے تحفے تحائف اور اسے اپنے پاس بلایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو وہ اس کے سامنے آئی اور اسے سلام کیا اور اس سے کہا کہ میں بادشاہ عمر بن النعمان کی بیٹی ہوں اور بادشاہ رومزان میرا بھائی ہے اور بادشاہ کان ماکان میرا بھتیجا۔ سوداگر یہ سن کر نہایت خوش ہوا اور اسے اس کی سلامتی اور بھائی سے ملنے پر مبارک باد دی اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اس کا شکریہ ادا کیا اور اس سے کہا کہ واللہ تیری نیکی بے کار نہیں گئی۔ یہ کہہ کر وہ حرم سرا میں چلی گئی اور سوداگر تین دن تک ٹھہر کر ان سے رخصت ہوا اور شام کی طرف روانہ ہو گیا۔

اب دونوں بادشاہوں نے ان تینوں شخصوں کو طلب کیا جو ڈاکوؤں کے سردار تھے اور ان سے ان کا حال پوچھا۔ اس پر ان میں سے ایک نے آگے آ کر کہا کہ میں بدو ہوں اور میرا پیشہ یہ ہے کہ میں چھوٹے بچوں اور کنواری لڑکیوں کی گھات میں لگا رہتا ہوں اور انہیں چرا کر سوداگروں کے ہاتھ بیچتا ہوں۔ ایک مدت تک میرا یہی کام رہا مگر کچھ دن ہوئے کہ مجھے شیطان نے بہکایا اور میں ان دونوں بدذاتوں کے ساتھ مل کر بدمعاش بدوؤں اور شہریوں کو جمع کرنے لگا، تاکہ ہم لوگ سوداگروں پر ڈاکہ ڈالیں اور ان کا مال لوٹیں۔ بادشاہوں نے اس سے کہا کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے چرانے کے سلسلے میں جو عجیب ترین واقعہ تجھے پیش آیا ہو اسے سن۔ اس نے کہا کہ جہاں پناہو، جو عجیب

ترین واقعہ میرے ساتھ پیش آیا وہ یہ ہے کہ بائیس سال ہوئے کہ ایک دن میں نے بیت المقدس سے ایک لڑکی چرائی تھی جو نہایت حسین و جمیل تھی مگر تھی وہ نوکرانی اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھی اور اس کے سر پر ایک ٹکڑا عبا کا پڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے ایک سرائے سے نکلتے دیکھا اور فوراً فریب دے کر اسے اڑا لے گیا اور اونٹ پر بٹھا کر چلتا ہوا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں اسے لے کر اپنے گھر جاؤں گا جو ریگستان میں ہے اور وہ اونٹ چرائے اور وادی میں یینگنیاں جمع کرے۔ مگر وہ زار و قطار رونے لگی اور میں نے اس کے پاس جا کر اسے خوب مارا اور اسے لے کر دمشق چلا گیا۔ وہاں ایک سوداگر نے اسے میرے ساتھ دیکھا اور وہ اسے دیکھ کر دنگ ہو گیا اور اس کی شیریں کلامی اسے بہت پسند آئی اور اس نے اپنے دل میں ٹھان لی کہ وہ اس لڑکی کو مجھ سے خرید لے۔ وہ اس کے دام برابر بڑھاتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے اسے ایک لاکھ درہم میں اس کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ جب میں اسے بیچ چکا تو مجھے اس کی شیریں بیانی کا تجربہ ہوا اور اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ سوداگر نے اسے عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنا کر اسے دمشق کے والی کے پیش کش کیا اور والی نے اسے اس کی قیمت سے دوئی دی جو اس نے مجھے دی تھی۔ جہاں پناہو یہ ہے عجیب ترین قصہ جو میرے ساتھ پیش آیا اور میری جان کی قسم وہ قیمت بھی اس لڑکی کے مقابلے میں بہت کم تھی۔

جب بادشاہوں نے یہ قصہ سنا تو ان کو تعجب ہوا اور جب نہت الزماں نے بدو کی زبانی قصہ سنا تو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور اس نے چلا کر اپنے بھائی رومزان سے کہا کہ یہی وہ بدو ہے جو بیت المقدس سے مجھے چرا لے گیا تھا۔ اس میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں۔ اس کے بعد نہت الزماں نے ان لوگوں سے تمام تکلیفوں اور مار اور بھوک اور ذلت اور توہین کا ذکر کیا جو اسے اس بدو کے ہاتھوں سے دیں میں پہنچی تھیں اور کہنے لگی کہ اب میرے لیے اس کا قتل کرنا جائز ہے۔ یہ کہہ کر اس نے تلوار کھینچ لی اور بدو کی طرف بڑھی تاکہ اسے قتل کر دے مگر بدو چلایا اور کہنے لگا

کہ جہاں پناہو، اسے میرے قتل سے روک لو جب تک کہ میں ایک عجیب و غریب ماجرا نہ بیان کر لوں۔ اس کے بھتیجے کان ماکان نے کہا کہ پھوپھی، پہلے اسے اپنا قصہ بیان کر لینے دے اس کے بعد جو تیرا جی چاہے، کیجیو۔ یہ سن کر اس نے اپنا ہاتھ روک لیا اور بادشاہوں نے بدو سے کہا کہ اب ماجرا سنا۔ اس نے کہا کہ جہاں پناہو، اگر میں عجیب و غریب قصہ سناؤں تو تم مجھے معاف کر دو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔

○ حماد بدو کی کہانی

بدو نے اپنا عجیب ترین قصہ کہنا شروع کیا کہ تھوڑے زمانے کا واقعہ ہے کہ ایک رات مجھے بالکل نیند نہ آتی تھی اور مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صبح کبھی نہ ہو گی۔ جب صبح ہوئی تو میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور تلوار لگائی اور گھوڑے پر سوار ہوا اور نیزہ ٹیکا اور سیر و شکار کے لیے چل دیا۔ راہ میں مجھے کچھ لوگ ملے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کہاں جا رہا ہے؟ جب میں نے ان پر اپنا ارادہ ظاہر کیا تو کہنے لگے کہ ہم بھی تیرے ساتھ ہیں اور ہم سب ایک ساتھ روانہ ہوئے۔ ابھی ہم جا ہی رہے تھے کہ ہمیں ایک شتر مرغ دکھائی دیا اور ہم اس کی طرف بڑھے لیکن وہ پر کھول کر بھاگا اور ظہر کے وقت تک بھاگتا رہا اور ہم اس کے پیچھے لگے رہے یہاں تک کہ ہم ایک بیابان میں پہنچے، جہاں نہ سبزہ تھا اور نہ پانی سوائے سانپوں کی کٹکناہت اور جنوں کے شور اور بھوتوں کے غل کے اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ جب ہم اس جگہ پہنچے تو وہ شتر مرغ غائب ہو گیا اور ہمیں یہ پتہ بھی نہ چلا کہ وہ آسمان کی طرف اڑ گیا یا زمین پھٹ گئی اور وہ اس میں سما گیا۔ اس لیے ہم نے گھوڑوں کی بھاگیں پھیر دیں اور واپسی کا تہیہ کر لیا لیکن اب ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ایسی گرمی میں واپس ہونا سخت مضر ہے کیونکہ سورج کی تپش بڑھتی تھی اور ہمیں سخت پیاس لگی ہوئی تھی اور ہمارے گھوڑے ہمت ہار چکے تھے اور ہمیں موت کا یقین آ چکا تھا۔ ہم اسی سوچ و بچار میں تھے کہ ہمیں

دور سے ایک وسیع سبزہ زار نظر آیا جہاں ہرن چوکڑی بھر رہے تھے اور اس میں ایک خیمہ لگا ہوا تھا اور خیمے کے بازو میں ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اور ایک گڑے ہوئے بھالے کا پھل چمک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر ہماری جان میں جان آئی اور ناامیدی جاتی رہی اور ہم نے گھوڑوں کا منہ اس خیمے کی طرف پھیر دیا تاکہ ہم اس سبزہ زار اور نہر کی طرف جائیں۔ اب ہم سب ادھر چل دیئے مگر میں سب کے آگے تھا یہاں تک کہ ہم سبزہ زار میں پہنچ گئے۔ وہاں ہم ایک کنوئیں پر ٹھہر گئے اور پانی پیا اور گھوڑوں کو پانی پلایا۔ یہ خیال کر کے دیکھوں تو سہی کہ اس خیمے میں کیا ہے، میں اس کے دروازے پر پہنچ گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک نوجوان بیٹھا ہوا ہے جس کی داڑھی مونچھیں بھی نہیں نکلی ہیں گویا کہ وہ نیا چاند ہے اور اس کے داہنی طرف ایک نازک بدن لڑکی بیٹھی ہوئی ہے گویا وہ بید کی شاخ ہے۔

جب میری نظر اس لڑکی پر پڑی تو میں اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا اور میں نے جوان کو سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ اب میں نے کہا کہ اے عرب کے سردار بتا کہ تو کون ہے اور یہ لڑکی جو تیرے پاس بیٹھی ہے، تیری کیا لگتی ہے؟ یہ سن کر جوان نے اپنا سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ پہلے تو بتا کہ تو کون ہے اور تیرے ساتھ یہ سوار کس لیے آئے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میرا نام حماد بن انفزاری ہے اور میں مشہور سوار ہوں اور عربوں میں میرا شمار پانچ سو سواروں کے برابر ہے۔ ہم لوگ سیر و شکار کے لیے نکلے تھے اور ہمیں پیاس لگی تو ہم اس خیمے کے دروازے پر آئے تاکہ تمہارے یہاں ہمیں شاید ایک گھونٹ پانی مل جائے۔ جب اس نے میری باتیں سنیں تو وہ حسین لڑکی کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اس شخص کے لیے پانی اور جو کچھ کھانا حاضر ہو لا۔ لڑکی اپنا دامن کھینچتی ہوئی اٹھی اور سونے کی پازیبیں اس کے پاؤں میں چھم چھم کرتی تھیں اور اس کے بالوں میں اس کے پاؤں اٹکتے جاتے تھے۔ اس طرح سے وہ چل دی اور تھوڑی دیر کے بعد لوٹی اور

اس کے دانے ہاتھ میں ایک چاندی کا برتن تھا جس میں ٹھنڈا پانی بھرا ہوا تھا اور اس کے بائیں ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جس میں کھجوریں اور دودھ اور جنگلی جانوروں کا گوشت تھا۔ میں اس لڑکی پر اتنا فریفتہ تھا کہ نہ اس کے ہاتھ سے کھانا لے سکتا تھا اور نہ پانی۔ جب میں کھا پی چکا تو میں نے نوجوان سے کہا کہ اے عرب سردار، میں تو اپنا حال تجھے سنا چکا، اب میں چاہتا ہوں کہ تو اپنا حال بتائے اور اپنا قصہ سنائے۔ جوان نے کہا کہ یہ لڑکی میری بہن ہے۔ میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو اسے مجھ سے اپنی خوشی سے بیاہ دے ورنہ میں تجھے قتل کر کے اسے زبردستی لے جاؤں گا۔ یہ سن کر جوان نے اپنا سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہنے لگا کہ تو نے یہ ضرور سچ کہا ہے کہ تو مشہور سوار اور معروف سورا ہے اور تو بن کا شیر ہے۔ لیکن اگر تم دھوکے بازی سے مجھ پر حملہ کر کے مجھے قتل کر ڈالو گے اور میری بہن کو لے جاؤ گے تو یہ تمہارے لیے عیب کی بات ہے اور اگر تم ایسے ہی ہو جیسا کہ کہتے ہو کہ شہسوار ہو اور تمہارا شمار بہادروں میں ہوتا ہے اور تم جنگ و جدل سے ڈرتے نہیں تو اتنا ٹھہر جاؤ کہ میں ہتھیار لگا لوں اور تلوار کمر سے باندھ لوں اور نیزے کو سیدھا کر لوں اور گھوڑے پر سوار ہو لوں تو ہم تم میدان میں نکلیں گے۔ مگر میں کامیاب ہوا تو میں تم سب کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا اور اگر میدان تمہارے ہاتھ رہا اور تم نے مجھے قتل کر دیا تو یہ لڑکی میری بہن تمہاری ملکیت ہے۔

جب میں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو میں نے کہا کہ واقعی یہ انصاف کی بات ہے اور ہم اس سے متفق ہیں۔ اس لڑکی کی محبت کا جنون مجھ پر زیادہ سوار ہو گیا تھا تاہم میں نے گھوڑے کو پیچھے پھیر لیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر اس کے حسن و جمال کی تعریف کی اور کہا کہ جو جوان اس کے ساتھ ہے وہ بھی بڑا خوبصورت اور قوی دل ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک ہزار سواروں کے برابر ہے۔ اس کے بعد میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ خیمے کے اندر کس قدر مال و دولت اور کیسے کیسے تحائف ہیں اور یہ کہ اگر یہ جوان بہت بڑا بہادر نہ ہوتا تو اس جگہ آ کر اکیلا نہ رہتا۔ پھر

میں نے کہا کہ ہم میں سے جو کوئی اس جوان کو قتل کرے، وہی اس کی بہن کو لے جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہمیں منظور ہے۔ یہ کہہ کر میرے ساتھی ہتھیار لگا کر اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اس جوان کی طرف روانہ ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ وہ بھی ہتھیار لگا چکا ہے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو چکا ہے۔ یہ دیکھ کر اس کی بہن اس کی طرف دوڑی اور اس کی رکاب میں لپٹ گئی اور اس کا برقع آنسوؤں سے تر ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہیں اس کا بھائی مارا نہ جائے وہ واویلا کرنے لگی۔ اس کا بھائی بھی یہ سن کر رونے لگا اور اس نے اپنے گھوڑے کا منہ اس کی طرف پھیر کر کہا کہ بہن، جو کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں اور تجھے نصیحت کرتا ہوں اسے سن۔ اس نے جواب دیا کہ سر آنکھوں پر۔ جوان نے کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو تو اپنے آپ کو کسی کے سپرد مت کیجیو۔ اس پر لڑکی اپنا منہ پیٹنے لگی اور اس نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ تو مرا پڑا ہو اور میں دشمنوں کے قبضے میں ہوں۔ یہ سن کر جوان نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور اس کی نقاب اٹھا دی اور ایسا معلوم ہوا کہ بادلوں میں سے سورج نکل آیا۔ اس نے اپنی بہن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس سے رخصت ہوا۔

اس کے بعد وہ ہماری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے سوارو، تم مہمان بن کر آئے ہو یا شمشیر زنی اور نیزہ بازی کا ارادہ رکھتے ہو؟ اگر تم مہمان بننا چاہتے ہو تو خوش ہو کہ تمہارے لیے میزبانی کا سامان موجود ہے اور اگر تمہیں اس چمکتے ہوئے چاند کا لالچ ہے تو ایک ایک کر کے میدان میں آؤ اور جنگ اور نیزہ بازی کا فن دکھاؤ۔ یہ سن کر ایک بہادر سوار نکلا جوان نے پوچھا کہ تیرا اور تیرے باپ کا کیا نام ہے؟ کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس شخص کو قتل نہ کروں گا جو میرا ہم نام ہو اور جس کا باپ میرے باپ کا ہم نام ہو۔ اگر تجھ میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں تو میں یہ لڑکی تیرے حوالے کر دوں گا۔ سوار نے کہا کہ میرا نام بلال ہے اور پھر دونوں ایک دوسرے پر وار کرنے لگے اور جوان نے اس کے سینے پر ایک نیزہ مارا کہ اس کی نوک

پیٹھ سے نکل آئی۔ اب دوسرا سوار اس کے مقابلے میں آیا اور جوان نے ذرا سی دیر میں اسے بھی لہولہا کر دیا اور کہنے لگا کہ اب کون آتا ہے؟ اس پر ایک اور سوار نکلا مگر اس کے سینے پر بھی جوان نے ایسا نیزہ مارا کہ اس کا پھل اس کی پیٹھ سے نکل آیا۔ جوان نے پھر کہا کہ اب کون نکلتا ہے؟ اب چوتھا سوار نکلا اور جوان نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا کہ ہلال اور دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور تلواریں چلنے لگیں لیکن جوان کا ہاتھ پہلے پڑا اور اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ الغرض جو اس کے مقابلے میں آتا گیا وہ قتل ہوتا گیا۔

جب میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی سب قتل ہو چکے تو میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر میں نے اس کا مقابلہ کیا تو میں بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکوں گا اور اگر بھاگا تو عربوں میں میری سخت بدنامی ہو گی لیکن جوان نے مجھے ذرا بھی مہلت نہ دی اور میری طرف لپک کر اس نے مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑا اور زمین پر گرا دیا اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اب اس نے تلوار اٹھائی اور چاہتا تھا کہ میری گردن اڑا دے مگر میں اس کے دامن سے چمٹ گیا اور اس نے مجھے اپنے ہاتھ میں لٹکا لیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں اس کے پاس گڑیا کی طرح ہوں۔ جب اس لڑکی نے یہ دیکھا تو وہ اپنے بھائی کی بہادری پر بہت خوش ہوئی اور اس نے بڑھ کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ جوان نے مجھے اپنی بہن کے سپرد کر کے کہا کہ اس کی خبر گیری کر اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کر کیونکہ اب وہ ہماری پناہ میں ہے۔ لڑکی میرے زہ کے حلقے پکڑ کر مجھے کتے کی طرح کھینچتی لے چلی۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھائی کا زہ بکتر اتار کر اسے کپڑے پہنائے اور اس کے لیے ہاتھی دانت کی ایک کرسی بچھائی۔ جوان اس پر بیٹھ گیا اور لڑکی نے کہا کہ اللہ تیری عزت آبرو چمکائے اور تجھے زمانے کے حادثات سے محفوظ رکھے! اب میں اپنی حالت پر غور کرنے لگا اور یہ دیکھ کر کہ میں قیدی ہوں، میں خود اپنی نگاہ میں گر گیا۔ اب اس کے بعد میں اس لڑکی کو دیکھنے لگا جو اس کی بہن تھی اور اس کے حسن میں محو ہو گیا اور اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ سارا فتنہ

اسی کا برپا کیا ہوا ہے۔ میں اس کی خوبصورتی پر حیران تھا اور میرے آنسو جاری تھے کہ اتنے میں لڑکی اپنے بھائی کے لیے کھانا لائی۔ جوان نے مجھے اپنے ساتھ کھانے کے لیے بلایا۔ اس پر میں خوش ہو گیا اور میرے دل سے قتل ہونے کا ڈر نکل گیا۔ جب وہ کھا چکا تو لڑکی اس کے لیے شراب نوشی کے سامان لائی اور جوان شراب پینے میں مشغول ہو گیا اور اتنی پی کہ شراب اس کے سر میں چڑھ گئی اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اب اس نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے حماد، تو مجھے جانتا ہے کہ نہیں؟ میں نے کہا کہ تیری جان کی قسم، میں بالکل ناواقف ہوں۔ اس نے کہا کہ میں عباد بن تمیم بن ثعلبہ ہوں۔ خدا نے تیری جان بچا لی اور تجھے تیری شادی کے لیے زندہ رکھا۔ اس کے بعد اس نے مجھے ایک جام پیش کیا اور میں اسے چڑھا گیا، پھر دوسرا پیش کیا پھر تیسرا اور پھر چوتھا اور میں سب کے سب پی گیا اور اس نے مجھے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا لیا اور مجھے قسم دی کہ میں اس کے ساتھ کبھی دغا بازی نہ کروں۔ میں نے ایک ہزار پانچ سو قسمیں کھائیں کہ میں اسے ہرگز دھوکہ نہ دوں گا بلکہ اس کا ہاتھ بٹاؤں گا۔

اب اس نے اپنی بہن سے کہا کہ وہ مجھے دس ریشتی خلعت دے اور وہ خلعت لے آئی اور میں نے ان کو پہنا اور یہ پوشاک جو میں پہنے ہوئے ہوں، انہیں کی ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ مجھے بہترین اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی دے، اور وہ ایک اونٹنی لے آئی جس کے اوپر تجھے تحائف اور کھانے پینے کا سامان لدا ہوا تھا۔ پھر اس نے میرے لیے ایک سرنگ گھوڑا منگوایا اور وہ اسے بھی لے آئی۔ یہ ساری چیزیں اس نے مجھے دی تھیں اور میں ان کے ساتھ تین دن تک رہا اور ان کی دعوتیں کھاتا رہا۔ جو جو چیزیں اس نے مجھے دے دیں تھیں، میرے پاس اب تک موجود ہیں۔ تین دن کے بعد وہ مجھ سے کہنے لگا کہ اے بھائی، اے حماد، میں چاہتا ہوں کہ ذرا سو رہوں تاکہ مجھے آرام ملے اور میں اپنی جان تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اگر تجھے سوار آتے ہوئے نظر آئیں تو ڈریو مت کیونکہ وہ بنی ثعلبہ کے قبیلے کے ہوں گے جو مجھ سے

لڑنا چاہیں گے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی تلوار سرہانے رکھی اور سو گیا۔ جب وہ گہری نیند میں تھا تو شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ میں اسے مار ڈالوں اور میں نے جلدی سے اٹھ کر اس کے سرہانے سے تلوار نکالی اور اس پر ایسا وار کیا کہ اس کا سر بدن سے جدا ہو گیا۔ جب اس کی بہن کو معلوم ہوا کہ میں نے کیا کیا تو وہ خیمے کی طرف سے دوڑی آئی اور اپنے بھائی پر گر پڑی اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور کہنے لگی کہ لعنت ہو تیرے آباؤ اجداد پر، تو نے میرے بھائی کو کیوں دغا بازی سے قتل کر دیا حالانکہ وہ چاہتا تھا کہ دوسرے مہینے کے شروع میں وہ میری شادی تجھ سے کر دے اور تجھے تجھے تحائف اور کھانے پینے کا سامان دے کر تیرے وطن بھیج دے؟ یہ کہہ کر اس نے وہ تلوار کھینچ لی جو اس کے پاس تھی اور اس کا قبضہ زمین سے ٹیکا اور نوک اپنے سینے کی طرف کر کے اس پر جھکی یہاں تک کہ وہ اس کی پیٹھ سے نکل آئی اور وہ مردہ ہو کر زمین پر گری پڑی۔ اس پر میں سخت غمگین ہوا اور مجھے سخت پشیمانی ہوئی لیکن اب پچھتانے سے کیا ہوتا تھا اور میں رونے لگا۔ اس کے بعد میں جلدی سے اٹھ کر خیمے میں گیا اور جو چیزیں ہلکی اور قیمتی تھیں، انہیں لے کر چلتا ہوا اور ڈرا اور عجلت کی وجہ سے نہ میں اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور نہ لڑکی کی طرف اور نہ جوان کو دفن کیا۔ یہ قصہ پہلے قصے سے زیادہ عجیب ہے جو اس خادمہ لڑکی کے ساتھ پیش آیا ہے جسے میں بیت المقدس سے چرا کر لے گیا تھا۔ جب نزہت الزماں نے بدو کا یہ قصہ سنا تو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو پینتالیسویں رات

جب ایک سو پینتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ جب نزہت الزماں نے بدو کو یہ کہتے سنا کہ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا اور اٹھ کھڑی ہوئی اور تلوار کھینچ کر بدو حماد پر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ وہ اس کی گردن کو زخمی تک کاٹتا ہوا چلا گیا۔ حاضرین نے اس سے کہا کہ تو نے اس کے قتل کرنے میں اتنی جلدی کیوں کی؟ اس نے جواب دیا کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے میری زندگی میں یہ موقع دیا کہ میں اپنا بدلہ اپنے ہاتھ سے لوں۔ اس کے بعد اس نے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ اس کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچیں اور کتوں کے آگے ڈال آئیں۔

اب وہ تین میں سے باقی دو کی طرف مخاطب ہوئے۔ ان میں سے ایک حبشی غلام تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اپنا حال صحیح بتا۔ اس نے کہا کہ میرا نام غضبان ہے اور اس نے وہ سارا قصہ بیان کیا جو اسے روم کے بادشاہ حردوب کی بیٹی شہزادی ابرینہ کے ساتھ پیش آیا تھا اور یہ کہ اس نے اسے کس طرح قتل کیا اور بھاگ گیا۔ ابھی غلام اپنا قصہ پورا نہ کرنے پایا تھا کہ بادشاہ رومزان نے تلوار سے اس کی گردن اڑا دی اور کہنے لگا کہ شکر ہے خدا کا کہ اس نے مجھے میری ماں کا بدلہ لینے تک زندہ رکھا۔ اس کے بعد اس نے لوگوں سے کہا کہ میری آیا مرجانہ نے مجھ سے اس غلام غضبان کا قصہ بیان کیا ہے۔ اب وہ تیسرے شخص کی طرف متوجہ ہوا اور وہ وہی شہربان تھا جسے بیت المقدس والوں نے کرائے پر لیا تھا کہ وہ ضوم لکان کو شفا خانے پہنچا آئے جو دمشق میں ہے اور اسے راکھ کے ڈھیر پر پھینک کر چلتا ہوا تھا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ تو اپنا قصہ سنا مگر سچ سچ کہنیو۔ اس نے وہ سارا قصہ سنایا جو اسے شہزادہ ضوم لکان کے ساتھ پیش آیا تھا: یہ کہ جب وہ بیمار تھا تو وہ اسے اس شرط پر بیت المقدس لے گیا تھا کہ دمشق کے دوا خانے میں پہنچا آئے گا۔ لوگوں

نے اسے درہم لا کر دیے تھے لیکن وہ انہیں لے کر اسے راکھ کے ایک ڈھیر پر ڈال آیا تھا جو ایک حمام کی بھٹی کے پاس تھا اور خود وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ جب وہ اپنی سرگزشت بیان کر چکا تو بادشاہ کان ماکان نے تلوار لے کر ایسا وار کیا کہ اس کی گردن دور جا پڑی اور کہنے لگا کہ شکر ہے خدا کا جس نے مجھے اس خائن سے میرے باپ کا بدلہ لینے تک زندہ رکھا کیونکہ میں نے اسے اپنے باپ بادشاہ ضوء المکان سے بعینہ یہی قصہ سنا تھا۔

اس کے بعد دونوں بادشاہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اب سوائے اس بڑھیا شواہی کے جس کا لقب ذات الدواہی ہے اور کوئی باقی نہیں رہا کیونکہ یہ ساری مصیبتیں اسی کی وجہ سے آئی ہیں اور اسی نے ہم سب کو اس بلا میں گرفتار کیا ہے۔ اب وہ کس طرح ہمارے ہتھے چڑھے کہ ہم اس سے بدلہ لے کر اپنی بدنامی کا داغ دھوئیں؟ بادشاہ کان ماکان کے چچا زاد بادشاہ رومزان نے کہا کہ اسے ضرور بلانا چاہیے اور اس نے فوراً ایک خط لکھ کر اپنی دادی بڑھیا شواہی کو جس کا لقب ذات الدواہی تھا بھیجا اور اس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے دمشق اور موصل اور عراق کے ملکوں کو فتح کر لیا ہے اور مسلمانوں کی فوج کو تتر بتر کر دیا ہے اور ان کے حکمرانوں کو قید کر لیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تو ضرور یہاں آئے، تو اور قسطنطنیہ کے بادشاہ، بادشاہ افریدوں کی بیٹی ملکہ صفیہ، اور اگر تیرا جی چاہے بڑے بڑے عیسائیوں کو بھی لیتی آ بجز لشکر کے۔ ملک میں امن و امان ہے کیونکہ وہ ہمارے قبضے میں ہے۔

جب یہ خط اس کے پاس پہنچا اس نے پڑھا پہچان لیا کہ وہ رومزان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے تو وہ بے حد خوش ہو گئی اور اس نے فوراً سفر کی تیاری شروع کر دی اور نہت الزمان کی ماں ملکہ صفیہ اور دوسرے لوگوں کو لے کر بغداد پہنچی اور ایلچییوں نے بڑھ کر اس کے آنے کی خبر دی۔ رومزان نے کہا مصلحت یہ ہے کہ ہم سب عیسائیوں کا لباس پہن کر بڑھیا سے ملیں تاکہ ہم اس کے مکرو فریب سے بچے رہیں۔ لوگوں نے کہا کہ بسر و چشم اور فرنگی کپڑے پہن لیے۔ جب قضی فکان نے یہ دیکھا تو وہ

کہنے لگی کہ خدا کی قسم، اگر میں نہ جانتی ہوتی کہ تم کون ہو تو مجھے ضرور یقین آ جاتا کہ تم فرنگی ہو۔ اب بڑھیا سے ملنے کے لیے ایک ہزار سوار نکلے، جن کے آگے آگے خود رومزان تھا۔ جب اس کی بڑھیا سے آنکھیں چار ہوئیں تو وہ گھوڑے پر سے اتر پڑا اور اس کی طرف دوڑا۔ جب بڑھیا نے اسے دیکھا اور پہچانا تو وہ بھی گھوڑے سے اتر کر اس کی طرف آئی اور اس کے گلے لپٹ گئی مگر اس نے بڑھیا کو اپنے ہاتھوں سے اس زور سے دبایا کہ قریب تھا کہ اس کی ہڈی پسلیاں ٹوٹ جائیں۔ اس نے کہا کہ بیٹا، یہ تو کیا کرتا ہے؟ وہ ابھی یہ جملہ ختم نہ کرنے پائی تھی کان ماکن اور وزیر دندان ان دونوں کے پاس پہنچ گئے اور سواروں نے بڑھیا کے ساتھیوں، کنیزوں اور غلاموں کو ڈانٹا اور ان سب کو گرفتار کر کے بغداد لے گئے۔ رومزان نے حکم جاری کیا کہ بغداد میں چراغاں کیا جائے اور لوگوں نے تین دن تک چراغاں کیا۔ اس کے بعد بڑھیا شواہی کے سر پر جس کا لقب ذات الدواہی تھا تاڑ کے پتوں کا عمامہ بنا کر باندھا اور اس میں گدھے کی لید بھری اور اس طرح سے اس کا جلوس نکالا کہ اس کے آگے آگے ایک شخص منادی کرتا جاتا تھا کہ یہ ہے سزا اس شخص کی جو بادشاہوں اور بادشاہ زادوں کو ایذا پہنچاتا ہے اس کے بعد انہوں نے اسے بغداد کے دروازے پر سولی دے دی۔ جب اس کے ساتھیوں نے اس کا یہ حال دیکھا تو وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ یہ عجیب و غریب اتفاق دیکھ کر کان ماکن اور اس کا چچا رومزان اور نہت الزمان اور وزیر دندان حیران رہ گئے اور کاتبوں کو حکم دیا کہ اسے قلمبند کر لیا جائے تا کہ لوگ اسے بعد کو پڑھیں۔ ان کی باقی زندگی نہایت عیش و عشرت سے گزری یہاں تک کہ ان کی موت آگئی۔ یہ، ان واقعات اور حوادث کا آخری حصہ ہے جو بادشاہ عمر بن النعمان اور اس کی بیٹی شرکان اور ضوء المکان اور پوتے کان ماکن اور اس کی بیٹی نہت الزمان اور نائن قضی فکان کے ساتھ پیش آئے۔

اب بادشاہ نے شہر زاد سے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ تو چڑیوں کی کہانیاں سنائے۔ شہر زاد کی بہن نے اس سے کہا آج تک میں نے بادشاہ کو اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا

اور میں دعا کرتی ہوں کہ تیرا انجام اس کے ساتھ بخیر ہو۔ اس کے بعد بادشاہ کو نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔
اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○

• ایک سو چھیالیسویں رات

جب ایک سو چھیالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- سنا جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں ایک مور اپنی مورنی کے ساتھ سمندر کے کنارے رہتا تھا۔ اس جگہ بہت سے درندے اور قسم قسم کے جنگلی جانور بھی رہتے تھے اور وہاں بے حد درخت اور ندیاں تھیں۔ یہ مور اور مورنی وحشی جانوروں کے ڈر سے رات کے وقت انہیں درختوں میں سے کسی درخت پر بسیرا لیتے اور دن کے وقت غذا ڈھونڈنے نکلتے۔ ایک مدت تک وہ اسی طرح زندگی بسر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب انہیں زیادہ ڈر لگنے لگا تو وہ اس جگہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کی تلاش میں نکلے۔ وہ اسی تلاش میں تھے کہ انہیں ایک جزیرہ نظر آیا جہاں بہت سے درخت اور نہریں تھیں۔ وہ اس جزیرے میں اترے وہاں کے پھل کھانے اور اس کی ندیوں کا پانی پینے لگے۔ اسی اثناء میں انہوں نے ایک بڑے کو آتے دیکھا جو ڈر کے مارے کانپ رہی تھی اور دوڑی چلی آ رہی تھی یہاں تک کہ وہ اس درخت کے پاس پہنچی جس پر مور اور مورنی تھی اور وہاں پہنچ کر اسے اطمینان ہوا۔ مور کو یقین آ گیا کہ اس بڑے کو کوئی نہ کوئی عجیب و غریب حادثہ پیش آیا ہے اور اس نے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے اور تو کیوں اتنی خوف زدہ معلوم ہوتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں انسان کے خوف اور ایذا رسانی کی وجہ سے بیمار ہو گئی ہوں۔ خدا انسان سے بچائے! مور نے کہا کہ اب تو ہمارے پاس پہنچ گئی ہے، اب ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بڑے نے کہا کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے تمہارے پاس لا کر میرا رنج و غم دور کر دیا، اور واقعی تمہاری ہی محبت مجھے یہاں لے آئی ہے۔

جب بڑے یہ کہہ چکی تو مورنی اتر کر اس کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اہلاً و سہلاً مرحبا،

اب ڈر مت، انسان ہمارے پاس کس طرف سے آ سکتا ہے! ہم تو سمندر کے بیچ میں اس جزیرے میں ہیں۔ خشکی کے راستے سے اس کا ہم تک آنا ممکن نہیں اور سمندر میں ہو کر کوئی راستہ نہیں۔ لہذا پریشان مت ہو اور ہم سے بیان کر کہ تجھ پر کیا گزری اور انسان کے ساتھ تجھے کون سی بات پیش آئی ہے؟ بظ نے جواب دیا کہ اے مورنی، میری تمام عمر اس جزیرے میں امن و امان سے گزری ہے اور مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ایک رات میں سو رہی تھی کہ میں نے خواب میں انسان کی شکل دیکھی اور وہ مجھ سے باتیں کرنے لگا اور میں اس سے باتیں کرنے لگی۔ اتنے میں کسی کو یہ کہتے سنا کہ اے بظ، انسان سے بیچ کہ نہ اور اس کی باتوں میں مت آ اور اس کا مشورہ مت مان کیونکہ وہ بڑا مکار اور فریبی ہے۔ خدا اس کے مکر و فریب سے بچائے! وہ بڑا چال باز اور دغا باز ہے۔ وہ مچھلیوں کو دھوکہ دے کر سمندر سے نکال لیتا ہے اور پرندے کو مٹی کی گولی سے مار کر گرا لیتا ہے اور اپنے مکر و فریب سے ہاتھی کو زیر کر لیتا ہے۔ انسان کے شر سے آج تک کوئی نہیں بچا ہے، نہ پرندہ اس سے محفوظ ہے نہ درندہ۔ یہ ہیں ساری باتیں انسان کی جو میں نے تجھے کہہ سنائی ہیں۔ یہ سن کر میری آنکھ کھل گئی اور میں ڈر کے مارے کانپ رہی تھی اور اس وقت تک مجھے انسان سے اس قدر اپنی جان کا ڈر لگا ہوا ہے اور مجھے تسکین ہوتی کہ کہیں وہ مجھے دھوکہ دے کر اپنے جال میں نہ پھانس لے۔

اس واقعے کے بعد ابھی دن ختم نہ ہوا تھا کہ میری قوت زائل ہو گئی اور میری ہمت پست ہو گئی۔ اس کے بعد مجھے بھوک پیاس لگی اور میں باہر نکلی لیکن میری طبیعت مکر تھی اور دل بیٹھا جاتا تھا۔ جب میں اس سامنے والے پہاڑ پر پہنچی تو میں نے دیکھا کہ ایک شیر کا پٹھا ایک غار کے منہ پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کا رنگ زرد ہے۔ جب اس شیر کے پٹھے نے مجھے دیکھا تو وہ بہت خوش ہو گیا اور میرا رنگ اور میری لطافت اسے بہت بھائی اور اس نے زور سے مجھے پکار کر کہا کہ قریب آ۔ جب میں اس کے

قریب گئی تو اس نے کہا کہ تیرا نام کیا ہے اور تو کس جنس سے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرا نام بط ہے اور میں پرندے کی جنس سے ہوں۔ اس کے بعد میں نے پوچھا کہ اس وقت تک تیرے اس جگہ ٹھہرنے کا سبب کیا ہے؟ شیر کے بچے نے کہا کہ ایک مدت سے میرا باپ شیر مجھے انسان سے ڈرا رہا تھا، آج رات ایسا اتفاق ہوا کہ میں نے خواب میں انسان کی شکل دیکھی۔ اس کے بعد شیر کے بچے نے مجھ سے ویسا ہی خواب بیان کیا جیسا کہ خود میں نے تجھ سے بیان کیا ہے۔

جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو میں نے اس سے کہا کہ اے شیر، میں نے اس وجہ سے تیرے پاس پناہ لی ہے کہ تو دل کو مضبوط کر کے انسان کو قتل کر دے گا، مجھے اس سے اپنی جان کا ڈر ہے اور چونکہ تو باوجود تمام جنگلی جانوروں کے بادشاہ ہونے کے انسان سے خائف ہے اس وجہ سے میرا ڈر اور بھی بڑھ گیا ہے۔ اے میری بہن موبنی، میں شیر کے پٹھے کو برابر انسان سے خبردار کرتی جاتی اور اس کو مشورہ دیتی جاتی تھی کہ وہ اس کو مار ڈالے یہاں تک کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا اور میں اس کے پیچھے پیچھے تھی یہاں تک کہ ہم چوراہے پر پہنچے اور ہمیں گرد اڑتی ہوئی دکھائی دی۔ جب گرد بیٹھ گئی تو ہمیں ایک گدھا دکھائی دیا جو ننگا بھاگا چلا آ رہا تھا اور وہ کبھی دوڑتا تھا اور کبھی لوٹنے لگتا تھا۔ جب شیر نے اسے دیکھا تو اسے آواز دی اور وہ بڑے انکسار کے ساتھ حاضر ہوا۔ شیر نے کہا کہ اے کم عقل جانور، تو کس جنس سے ہے اور یہاں کیوں آیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے بادشاہ زادے، میں گدھے کی جنس سے ہوں اور میرے اس جگہ آنے کا سبب یہ ہے کہ انسان سے بھاگ رہا ہوں۔ شیر نے کہا کہ کیا تو ڈرتا ہے کہ انسان تجھے قتل کر دے گا؟ گدھے نے کہا کہ اے بادشاہ زادے، یہ نہیں بلکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کسی مکر سے میرے اوپر سوار ہو جائے گا، اس کے پاس ایک چیز ہے جس کا نام اس نے جھول رکھا ہے، وہ اسے میری پیٹھ پر ڈال دیتا ہے اور ایک اور چیز ہے

جسے وہ تنگ کہتا ہے، اسے وہ میرے پیٹ پر کس دیتا ہے، اور ایک اور چیز جس کا نام دچی ہے جو وہ میری دم کے نیچے باندھ دیتا ہے، اور ایک اور چیز لگام کہلاتی ہے جو وہ میرے منہ میں ڈال دیتا ہے اور میرے لیے اس نے ایک پینی یا آر بنا رکھی ہے جس سے وہ مجھے کچوکے دیتا ہے اگر میں ڈگمگاتا ہوں تو وہ مجھ پر لعنت ملامت کرتا ہے اور اگر میں رینگتا ہوں تو وہ مجھے برا بھلا کہتا ہے۔ ان تمام باتوں کے بعد جب میں بوڑھا ہو جاتا ہوں اور مجھ میں چلنے کی طاقت باقی نہیں رہتی تو وہ میرے اوپر لکڑی کی کاٹھی رکھ کر سقوں کے حوالے کر دیتا ہے جو دیاؤں سے مشکوں وغیرہ میں پانی بھر کر میرے اوپر لادتے ہیں۔ اس طرح ذلت و خواری اور تکلیف میں، میں زندگی بسر کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں مر جاتا ہوں اور وہ مجھے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک آتا ہے تاکہ مجھے کتے کھا جائیں۔ آخر تو ہی بتا کہ اس تکلیف سے بڑھ کر اور کون سی تکلیف ہو سکتی ہے اور اس مصیبت سے زیادہ اور کیا مصیبت ہے!

اے مورنی، جب میں نے گدھے کی یہ باتیں سنیں تو اس انسان کے ڈر سے میرا بدن کانپنے لگا اور میں نے شیر سے کہا کہ اے میرے آقا، گدھا معذور ہے اور اس کی باتوں سے میرا ڈر دوبالا ہو گیا۔ شیر نے گدھے سے کہا کہ تو کہاں جانا چاہتا ہے۔ گدھے نے جواب دیا کہ میں نے سورج نکلنے سے پہلے انسان کو دور سے دیکھا تھا اور اسے دیکھ کر میں بھاگا ہوں اور اب میں چاہتا ہوں کہ میں یہاں سے بھی چلتا ہوں اور انسان کے ڈر کے مارے برابر بھاگتا چلا جاؤں، ممکن ہے کہ مجھے کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں میں مکار انسان سے پناہ لے سکوں۔ گدھا شیر سے یہی باتیں کر رہا تھا اور ہم سے رخصت ہو کر جانا چاہتا تھا کہ پھر گرد اٹھتی ہوئی نظر آئی۔ یہ دیکھ کر گدھا رینگنے اور چلانے لگا اور اس نے گرد کی طرف بڑے غور سے دیکھا اور بڑی زور سے اس کی رتج نکلی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس گرد میں سے ایک مشکلی گھوڑا نکلا جس کے ماتھے پر درہم کے برابر سفید داغ تھا، اس کی پیشانی خوبصورت اور کھر کے اوپر کی سفیدی خوش رنگ اور ٹانگیں نفیس اور ہنسنے کا انداز نہایت دل کش تھا۔ دوڑتے دوڑتے وہ

شیر کے بیٹے، جوان شیر کے پاس آ کر ٹھہر گیا۔ جواں شیر نے اسے احترام کی نظر سے دیکھا اور اس سے پوچھنے لگا کہ اے عظیم الشان جانور، تو کس جنس سے ہے اور اس لیے چوڑے جنگل میں تو کیوں چوڑی بھر رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اے جانوروں کے سردار، میں گھوڑوں کی جنس میں سے ایک گھوڑا ہوں اور میرے دوڑنے کا سبب یہ ہے کہ میں انسان سے بھاگ رہا ہوں۔ گھوڑے کی یہ بات سن کر شیر کو تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ ایسی بات مت کہہ، یہ تیرے لیے عیب ہے کیونکہ تو اتنا لمبا چوڑا ہے، تجھے اس جشے اور تیزی کی وجہ سے انسان سے کیا ڈرا مجھے دیکھ کہ میں نے باوجود کم جشہ ہونے کے تہیہ کر لیا ہے کہ انسان کا مقابلہ کر کے اس پر حملہ کروں اور اسے کھا جاؤں تاکہ یہ بیچاری بظ نڈر ہو جائے اور اپنی جگہ پر آرام سے رہے۔

تو نے اس وقت یہاں آ کر اپنی باتوں سے میرا دل توڑ دیا ہے اور مجھے میرے ارادے سے روک دیا ہے کیونکہ باوجود تیرے بھاری بھر کم ہونے کے، انسان نے تجھے دبا لیا ہے اور تیرے ڈیل ڈول سے وہ نہیں ڈرا حالانکہ اگر تو اسے اپنے پاؤں سے کچل ڈالتا تو وہ مر جاتا اور تیرا کچھ نہ کر سکتا بلکہ تو ہی اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا۔

گھوڑا شیر کی یہ باتیں سن کر ہنسنے لگا اور اس نے کہا کہ اے بادشاہ زادے، یہ ناممکن ہے کہ میں اسے زیر کر سکوں۔ انسان کے مقابلے میں، تو میری لمبائی چوڑائی اور موٹائی پر مت جا کیونکہ وہ اپنے مکر و فریب کی بنا پر میرے لیے ایک چیز بناتا ہے جس کا نام بندھن ہے اور اس طرح کے دو بندھن جو کھجور کے ریشوں اور اون سے بٹ کر بنائے جاتے ہیں، میرے چاروں پاؤں میں ڈال دیتا ہے اور میرے سر کو ایک اونچی کھونٹی سے باندھ دیتا ہے حتیٰ کہ بندھ کر میں کھڑے کا کھڑا نہ جاتا ہوں، نہ بیٹھ سکتا ہوں نہ سو سکتا ہوں۔ جب وہ مجھ پر سوار ہونا چاہتا ہے تو وہ اپنی پاؤں میں ایک لوہے کی چیز لگا لیتا ہے جسے رکاب کہتے ہیں اور میری پیٹھ پر ایک چیز ڈال دیتا ہے جس کا نام زین ہے اور اسے وہ دو تنگوں سے میرے پیٹ پر کس دیتا ہے اور میرے منہ میں لوہے کی ایک چیز لگا دیتا ہے جس کا نام اس نے دہانہ رکھا ہے اور اس دہانے میں وہ

چڑے کی ایک چیز باندھ دیتا ہے جو لگام کھلاتی ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ میری پیٹھ پر زین کے اوپر سوار ہوتا ہے تو وہ لگام کو اپنے ہاتھ میں لے کر مجھے چلاتا ہے اور رکاب سے میرے دونوں پہلوؤں کو یہاں تک گودتا ہے کہ وہ لہلہان ہو جاتے ہیں۔ الغرض اے سلطان زادے، مت پوچھ کہ انسان کے ہاتھوں مجھے کیا کیا تکلیفیں پہنچتی ہیں۔ جب میں بوڑھا ہو جاتا ہوں اور میری کمر رہ جاتی ہے اور میں تیزی کے ساتھ نہیں چل سکتا تو وہ چکی والے کے ہاتھ مجھے بیچ ڈالتا ہے تاکہ وہ مجھے چکی میں پھرائے اور میں دن رات پھرتا رہتا ہوں یہاں تک کہ بیکار ہو جاتا ہوں اور وہ مجھے قصاب کے ہاتھ بیچ ڈالتا ہے اور قصاب مجھے ذبح کر کے میری کھال کھینچتا ہے اور میری دم نوچ کر وہ کھال اور دم کو چھلنی ساز کے ہاتھ بیچتا ہے اور میری چربی پگھلاتا ہے۔ شیر گھوڑے کی یہ باتیں سن کر اور بھی غم و غصہ کرنے لگا اور اس نے پوچھا کہ تو نے انسان کو کس وقت چھوڑا ہے؟ گھوڑے نے کہا کہ دوپہر کے وقت۔ وہ میرے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ شیر گھوڑے سے یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ پھر گرد اٹھتی نظر آئی۔ جب گرد پھٹی تو اس میں سے ایک اونٹ دوڑتا ہوا دکھائی دیا جو بلبلا رہا تھا اور زمین پر پاؤں مار رہا تھا۔ اس طرح سے وہ ہمارے پاس پہنچا۔ شیر نے دیکھا کہ وہ اتنا لمبا اور کچم کچم ہے تو اسے گمان ہوا کہ یہی انسان ہو گا اور وہ اس پر حملہ کرنا چاہتا تھا کہ میں نے اس سے کہا کہ اے سلطان زادے، یہ انسان نہیں، یہ اونٹ ہے اور غالباً وہ بھی انسان سے بھاگ کر آیا ہے۔ اے میری بہن، میں شیر کے بچے سے یہ باتیں کر ہی رہی تھی کہ اونٹ نے سامنے آ کر اسے سلام کیا۔ شیر نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ تو یہاں کیوں آیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں انسان سے فرار ہو کر آیا ہوں۔ شیر بچے نے کہا کہ اس ڈیل ڈول اور لمبائی چوڑائی کے ہوتے ہوئے تو کس طرح انسان سے ڈرتا ہے۔ اگر تو ایک ٹانگ بھی اس پر رکھ دے تو وہ مر جائے گا۔ اونٹ نے کہا کہ اے سلطان زادے، انسان کی چالوں سے کوئی چھٹکارا پا نہیں سکتا اور سوائے موت اور کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا۔ وہ میری ناک میں ایک

ڈوری باندھتا ہے جس کا نام نکیل ہے اور میرے گلے میں ایک رسی ڈال کر اسے اپنے چھوٹے سے چھوٹے بچے کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور باوجود میرے تن و توش کے وہ بچہ میری نکیل تھام کر کھینچتا چلا جاتا ہے۔ لوگ مجھ پر بھاری سے بھاری بوجھ لادتے اور لمبے سے لمبا سفر کراتے ہیں اور دن رات مجھ سے مشکل سے مشکل کام لیتے ہیں لیکن جب میری عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور میں بوڑھا اور کمزور ہو جاتا ہوں تو وہ پھر مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھتا بلکہ قصاب کے ہاتھ بیچ ڈالتا ہے اور قصاب مجھے ذبح کر کے میری کھال کھینچتا اور اسے رنگ ساز کے ہاتھ بیچتا ہے اور میرا گوشت باورچیوں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے۔ اس سے زیادہ میری تکلیفوں کا حال مت پوچھ جو مجھے انسان سے ملتی ہیں۔ شیر نے پوچھا کہ تو نے کب انسان کو چھوڑا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مغرب کے وقت اور میرا خیال ہے کہ وہ میرے اس جگہ سے روانہ ہوتے ہی آہٹے گا اور جب مجھے نہ پائے گا تو مجھے ڈھونڈنے دوڑے گا۔ لہذا اے سلطان زادے مجھے جانے دے تاکہ میں جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جاؤں۔ شیر نے کہا کہ اے اونٹ ذرا ٹھہر جاتا کہ تو مجھے دیکھے کہ میں اسے کس طرح شکار کرتا اور تجھے اس کا گوشت کھلاتا ہوں اور اس کی ہڈیاں کچلتا اور اس کا خون پیتا ہوں۔ اونٹ نے اس سے کہا کہ اے سلطان زادے مجھے ڈر ہے کہ کہیں انسان تجھے نقصان نہ پہنچائے کیونکہ وہ بڑا فریبی اور چال باز ہے۔

اونٹ یہ باتیں شیر سے کر رہا تھا کہ پھر گرد اٹھتی دکھائی دی اور وہ تھوڑی دیر کے بعد پھٹی اور اس میں سے ایک ٹھٹھنا اور دبے چہرے والا بوڑھا نکلا۔ اس کے کاندھے پر ایک ٹوکری تھی جس میں بڑھی کے اوزار تھے اور اس کے سر پر درخت کی ایک شاخ اور آٹھ تختے اور وہ چند بچوں کا ہاتھ پکڑے دوڑتا چلا آ رہا تھا اور آتے آتے وہ شیر کے قریب پہنچ گیا۔ اے میری بہن جب میں نے اسے دیکھا تو میں مارے ڈر کے گر پڑی لیکن شیر کھڑا ہو کر اس کی طرف آہستہ آہستہ بڑھا اور اس کے سامنے پہنچ گیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو بڑھی اسے دیکھ کر ہنسنے لگا اور اس نے نہایت میٹھے الفاظ میں

کہا کہ اے عالی شان بادشاہ اور اے بڑی قوت والے، شام بخیر! خدا تیری کوششوں کو
 راس لائے اور تیری بہادری میں برکت دے اور تجھے اور زیادہ طاقت عطا کرے! مجھے
 اس چیز سے پناہ دے جو مجھے ایذا پہنچا رہی ہے اور جس کی مصیبت میں، میں مبتلا ہوں
 کیونکہ سوائے تیرے اور کوئی میرا یا رو مددگار نہیں۔ یہ کہہ کر بڑھئی شیر کے سامنے
 رونے اور آہیں بھرنے اور فریادیں کرنے لگا۔ جب شیر نے اسے روتے پینتے اور آہیں
 بھرتے دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ میں تجھے اس چیز سے پناہ دیتا ہوں، جس سے تو ڈر رہا
 ہے لیکن بتا تو سہی کہ کس نے تیرے اوپر ظلم کیا اور اے جانور، تو ہے کون؟ میں
 نے اپنی عمر میں تیری طرح کسی کو نہیں دیکھا اور نہ تجھ جیسے زیادہ خوبصورت اور شیریں
 کلام۔ تیرا کیا قصہ ہے؟ بڑھئی نے کہا کہ اے جانوروں کے بادشاہ، میں بڑھئی ہوں اور
 جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے وہ انسان ہے۔ کل صبح تک وہ یہاں تیرے پاس پہنچ جائے
 گا۔

جب شیر بچے نے بڑھئی کی یہ باتیں سنیں تو اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا
 اور وہ غرانے اور ڈکارنے لگا اور اس کی آنکھوں سے چنگایاں برسنے لگیں اور اس نے
 چلا کر کہا کہ خدا کی قسم، میں آج رات صبح تک جاگتا رہوں گا اور جب تک میری
 مراد نہ بر آئے، میں اپنے باپ کے پاس نہ جاؤں گا۔ اب شیر بڑھئی کی طرف مخاطب
 ہو کر کہنے لگا کہ میں دیکھتا ہوں تیرے قدم چھوٹے چھوٹے پڑتے ہیں اور میں تیری
 دل شکنی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ میں مروت والا ہوں اور میرا خیال ہے کہ تو اور جانوروں
 کی طرح نہیں چل سکتا۔ بتا کہ تو کہاں جا رہا ہے۔ بڑھئی نے کہا کہ میں تیرے باپ
 کے وزیر ”بن“ بلاؤ کے پاس جا رہا ہوں، کیونکہ جب اسے یہ خبر ملی کہ انسان نے
 اس سر زمین پر قدم رکھا ہے تو وہ اپنے متعلق بہت ڈرا اور اس نے میرے پاس ایک
 جانور کو قاصد بنا کر بھیجا کہ میں اس کے لیے ایک ایسا مکان بناؤں جس میں وہ رہے
 اور پناہ پائے اور جہاں اس کے دشمن کا گزر نہ ہو۔ یہاں تک کہ انسان کی بھی وہاں
 تک رسائی نہ ہو۔ جب قاصد میرے پاس پہنچا تو میں یہ تختہ لے کر اس کے پاس

جا رہا ہوں۔ جب شیر بچے نے بڑھئی کی باتیں سنیں تو وہ بن بلاؤ پر حسد کرنے لگا اور اس نے کہا کہ میری جان کی قسم، قبل اس کے کہ تو بن بلاؤ کے لیے مکان بنائے تجھے ان تختوں سے میرے لیے ایک مکان بنانا پڑے گا۔ جب تو میرا مکان بنا چکے تو پھر تو بن بلاؤ کے پاس جا کر جو چاہیو اس کے لیے بنائیو۔ جب بڑھئی نے شیر کے بچے کی یہ باتیں سنیں تو وہ کہنے لگا کہ اے جانوروں کے سردار، جب تک میں بن بلاؤ کے لیے اس کی خواہش کے موافق گھر نہ بنا لوں میں تیرے لیے کچھ نہیں بنا سکتا۔ اس کے بعد میں تیرے پاس حاضر ہو کر تیرے لیے ایسا مکان بناؤں گا جو تجھے دشمن سے بچا سکے گا۔

شیر نے کہا کہ واللہ جب تک تو ان تختوں سے میرے لیے ایک مکان نہ بنا دے گا، میں تجھے یہاں سے ہلنے نہ دوں گا۔ یہ کہہ کر شیر بچے نے اس کی طرف چھلانگ ماری اور چاہا کہ اس کے ساتھ مذاق کرے اور ایک بچہ مار کر ٹوکری کو اس کے کاندھے سے گرا دیا اور بڑھئی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ شیر اس پر ہنسنے لگا اور کہا کہ اے بڑھئی، کم بخت تو واقعی کمزور ہے اور تجھ میں بالکل طاقت نہیں۔ اگر تو انسان سے ڈرتا ہے تو معذور ہے۔ جب بڑھئی گر پڑا تو اسے بہت غصہ آیا لیکن شیر کے ڈر سے کچھ کہا نہیں۔ اس کے بعد بڑھئی اٹھ بیٹھا اور ہنس کر شیر سے کہنے لگا کہ اچھا، میں تیرے لیے مکان بناتا ہوں۔

یہ کہہ کر بڑھئی نے وہ تختے لیے جو اس کے پاس تھے اور اس میں کیلیں ٹھونک کر اور اسے قالب کی شکل میں شیر کے برابر بنایا اور اس کا دروانہ کھلا رکھا کیونکہ اس کی شکل صندوق کی سی تھی اور اس میں بڑا سا طاق تھا اور اسے اس نے خوب منڈھا اور اس میں بہت سے سوراخ کئے اور بہت سی نئی کیلیں نکال کر اس نے شیر سے کہا کہ اس طاق میں سے ہو کر اس صندوق کے اندر جاتا کہ میں تیرے مطابق اسے بناؤں۔ شیر خوش ہو کر اس طاق کے پاس گیا مگر دیکھا کہ وہ تنگ ہے۔ بڑھئی نے کہا کہ اندر جا کر اپنے چاروں پاؤں پر بیٹھ جا۔ شیر نے ایسا ہی کیا اور صندوق کے اندر چلا

URDU4U.COM

گیا لیکن اس کی دم باہر رہی۔ اب شیر نے چاہا کہ پیچھے پھر کر باہر نکل آئے لیکن بڑھئی نے کہا کہ ذرا ٹھہر جا اور صبر کر تا کہ میں یہ دیکھوں کہ آیا تیری دم بھی تیرے ساتھ اندر ساکتی ہے؟ شیر نے اس کا کہنا مان لیا اور بڑھئی نے اس کی دم لپیٹ کر صندوق کے اندر کر دی اور جھٹ سے طاق کو تختے سے بند کر کے اس میں کیلیں ٹھونک دیں۔ شیر نے کہا کہ اے بڑھئی، تو نے یہ کیسا تنگ مکان میرے لیے بنایا ہے؟ مجھے اس میں سے نکل آنے دے۔ بڑھئی نے کہا کہ اب پچھتانے سے کیا ہوتا ہے! تو اس مکان سے اب نہیں نکل سکتا۔ پھر بڑھئی ہنسا اور شیر سے کہنے لگا کہ تو اب پنجرے کے اندر ہے اور اے بدذات جانور، پنجرے سے تو نہیں نکل سکتا۔ شیر نے کہا کہ اے میرے بھائی، تو مجھ سے کیسی باتیں کرتا ہے؟ بڑھئی نے اس سے کہا کہ اے جنگل کے کتے، جس سے تو ڈرتا تھا اسی میں گرفتار ہو گیا ہے۔ قسمت نے تجھے اس کے اندر پھینک دیا ہے اور اب خبردار ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اے بہن، جب شیر نے اس کی یہ باتیں سنیں تو اسے یقین ہو گیا کہ یہی وہ انسان ہے جس سے اس کے باپ نے اسے جاگتے میں ڈرایا تھا اور ہاتف نے خواب میں۔ اور مجھے یقین آ گیا کہ بلا شک و شبہ یہ وہی ہے اور مجھے ڈر کے مارے اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور اس سے ذرا دور ہٹ کر میں دیکھنے لگی کہ وہ اب شیر کے ساتھ کیا کرتا ہے اور اے بہن، میں کیا دیکھتی ہوں کہ اس نے اسی جگہ پر صندوق کے قریب ایک گڑھا کھودا جس میں شیر تھا اور اسے اس گڑھے میں ڈال کر لکڑیاں جمع کیں اور اس میں آگ لگا دی۔ اے بہن، یہ دیکھ کہ میں اور بھی ڈری اور آج دو روز ہوئے ہیں کہ انسان سے بھاگ رہی ہوں اور اس سے خائف ہوں۔ جب مورنی نے بط کی باتیں سنیں۔۔۔۔۔

اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

• ایک سو سینتالیسویں رات

جب ایک سو سینتالیسویں رات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے نیک بخت بادشاہ ----- جب مورنی نے بط کو یہ کہتے سنا تو اسے تعجب ہوا اور وہ کہنے لگی کہ اے بہن! اب تو انسان سے محفوظ ہے کیونکہ ہم سمندر کے ایک جزیرے میں ہیں جہاں انسان کا گزر نہیں۔ لہذا جب تک خدا ہم سب کے لیے اور کوئی سبیل نہ نکال دے تو ہمیں ہمارے پاس رہنا۔ بط نے کہا کہ میں ڈرتی ہوں کہ کوئی حادثہ مجھ پر نہ گزرے کیونکہ قضا و قدر سے کسی کو مفر نہیں۔ مورنی نے کہا کہ ہمارے ساتھ رہ اور جو ہمارا حال ہو گا وہی تیرا بھی ہو گا اور اس نے یہاں تک اصرار کیا کہ وہ ٹھہر گئی اور کہنے لگی کہ اے میری بہن! تو جانتی ہے کہ مجھ میں کتنا کم صبر کا مادہ ہے! اگر تو یہاں نہ ہوتی تو میں ہرگز نہ ٹھہرتی۔ مورنی نے کہا کہ جو کچھ ماتھے پر لکھا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ جب ہماری موت آئے گی تو ہمیں کون بچا سکے گا! اس وقت تک کوئی نہیں مارتا جب تک کہ وہ اپنا دانہ پانی اور زندگی کے دن پورے نہ کر لے۔

وہ یہی باتیں کر رہی تھیں کہ انہیں گردِ اٹھتی دکھائی دی۔ یہ دیکھ کر بط نے ایک چیخ ماری اور سمندر میں کود پڑی اور کہنے لگی کہ الامان والحفیظ! اگرچہ قضا و قدر سے مفر نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ گرد پھٹی اور اس میں سے ایک ہرن نکلا۔ یہ دیکھ کر بط اور مورنی دونوں کو اطمینان ہوا اور مورنی بط سے کہنے لگی کہ اے میری بہن! جس چیز کو دیکھ کر ہم ڈر گئے تھے وہ تو محض ہرن ہے۔ دیکھ وہ ہماری طرف آ رہا ہے لیکن ہمیں اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ہرن نباتات میں سے محض گھاس کھاتا ہے اور جس طرح تو پرند کی جنس سے ہے وہ چرندے کی جنس سے ہے۔ لہذا مطمئن ہو اور ڈر مت کیونکہ ڈر سے بدن گھل جاتا ہے۔ مورنی ابھی بات ختم بھی نہ کرنے پائی تھی کہ ہرن ان کے پاس پہنچ گیا اور اسی درخت کے سائے میں ٹھہر گیا۔

جب اس کی نظر مورنی اور بٹ پر پڑی تو اس نے انہیں سلام کیا اور کہا کہ میں اس جزیرے میں آج ہی آیا ہوں اور اس سے زیادہ شاداب میں نے کوئی اور جگہ نہیں دیکھی اور نہ اس سے زیادہ خوبصورت رہنے کی جگہ۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ آؤ ہم سب مل جل کر اور محبت کے ساتھ رہیں۔ جب بٹ اور مورنی نے دیکھا کہ وہ محبت سے پیش آ رہا ہے تو وہ اس کے پاس آ گئیں اور اس کے ساتھ رہنے لگیں اور سب نے آپس میں مل کر رہنے کی قسم کھائی۔ اب وہ ایک ساتھ رہنے اور باہم کھانے پینے لگے۔ وہ اسی طرح آرام سے کھاتے پیتے تھے کہ ایک دن ان کے پاس سے ایک کشتی گزری جو راہ بھول گئی تھی۔ اس نے ان کے قریب آ کر لنگر ڈالا اور اس میں سے لوگ نکل کر ادھر ادھر پھیل گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ہرن اور مورنی اور بٹ ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ ان کی طرف بڑھے۔

جب مورنی کی نظر ان پر پڑی تو وہ ایک درخت پر چڑھ کر ہوا میں اڑ گئی اور ہرن جنگل میں بھاگ گیا لیکن بٹ حیران و پریشان ہو کر رہ گئی۔ لوگوں نے اس کا پیچھا کیا اور بالآخر اس کو پکڑ لیا اور بٹ نے چلا کر کہا کہ آخر قضا و قدر کے آگے میری کچھ نہ چلی۔ لوگ اسے لے کر کشتی میں چلے گئے۔

جب مورنی نے بٹ کا یہ حال دیکھا تو وہ اس جزیرے سے چلی گئی اور کہنے لگی کہ آفتیں ہر ایک کی گھات میں لگی ہوئی ہیں، اگر یہ کشتی نہ آتی تو مجھ میں اور اس بٹ میں کبھی جدائی نہ ہوتی اس کا شمار بہترین دوستوں میں تھا۔ اب مورنی اڑ کر ہرن کے پاس گئی اور ہرن نے اس کو سلام کیا اور اس کی سلامتی پر مبارک باد دی اور بٹ کی خبر پوچھی۔ مورنی نے جواب دیا کہ دشمن اسے لے گیا ہے، اس کے بعد میں اس جزیرے میں رہنا پسند نہیں کرتی۔ یہ کہہ کر وہ بٹ کی جدائی میں رونے لگی اور ہرن بھی بے حد غمزدہ ہوا اور مورنی کو سفر کے ارادے سے روکا اور وہ ہرن کے ساتھ امن و امان سے رہنے اور کھانے پینے لگی مگر وہ دونوں بٹ کے فراق میں ہمیشہ غمگین رہتے تھے۔

ایک روز ہرن نے مورنی سے کہا کہ ہماری جدائی اور بٹ کے ہلاک ہونے کا سبب وہی لوگ ہیں جو کشتی سے اتر کر ہمارے پاس آئے تھے۔ لہذا ان سے خبردار اور خوفزدہ رہ اور انسان کے مکر و فریب سے بچتی رہ۔ مورنی نے کہا کہ مجھے یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ محض خدا کی تسبیح چھوڑ دینے کی وجہ سے وہ ماری گئی اور میں اس سے ہمیشہ کہتی تھی کہ تیرے تسبیح چھوڑ دینے کی وجہ سے مجھے ڈر لگتا ہے کیونکہ جتنی چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں۔ سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور جب تسبیح سے غافل ہو جاتی ہیں تو ان کی سزا ہلاکت ہے۔ جب ہرن نے مورنی کی باتیں سنیں تو اس نے کہا کہ اللہ تجھے خوبصورت کرے! اور اس کے بعد وہ ہمیشہ خدا کی تسبیح کرتا اور ایک لمحے کے لیے بھی اسے نہ چھوڑتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہرن کی تسبیح یہ ہے: ”پاک ہے وہ حاکم جو قوت اور حکومت والا ہے۔“

○ عابد کی کہانی

کہا جاتا ہے کہ ایک عابد کسی پہاڑ پر عبادت کیا کرتا تھا اور اسی پہاڑ پر ایک جوڑا کبوتروں کا بھی رہتا تھا۔ یہ عابد اپنا کھانا دو حصوں میں تقسیم کرتا۔ اب شہر زاد کو صبح ہوتی دکھائی دی اور اس نے وہ کہانی بند کر دی جس کی اسے اجازت ملی تھی۔

○○○